مختصر سیرت

انصار صحابہ کرامؓ

جلد دوم

سعد بن ربیعؓ
سعد بن عبادہؓ
سعد بن معاذؓ
عبادہ بن صامتؓ
سمرۃ بن جندبؓ
عمرو بن جموحؓ
قیس بن سعدؓ
کعب بن مالکؓ
معاذ بن جبلؓ
ابوبردہؓ
حذیفہ بن یمانؓ
معقل بن یسارؓ

تالیف

ابو صفوان حضرت مولانا
ڈاکٹر عبد الغنی طارق لدھیانوی مدظلہ
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور
مدیر و استاذ حدیث
جامعہ حمیرا للبنات علامہ اقبال ٹاؤن رحیم یار خان

ناشر
مکتبۃ الحمیراء
متصل جامعہ حمیرا للبنات علامہ اقبال ٹاؤن رحیم یار خان
موبائل: 0300-9679230

مختصر سیرت

انصار صحابہ کرامؓ

جلد دوم

تالیف

ابوصفوان حضرت مولانا

ڈاکٹر عبدالغنی طارق لدھیانوی مدظلہ

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

مدیر و استاذ حدیث

جامعہ حمیرا للبنات علامہ اقبال ٹاؤن رحیم یار خان

ناشر

مکتبۃ الحمیراء

متصل جامعہ حمیرا للبنات علامہ اقبال ٹاؤن رحیم یار خان

موبائل: 0300-9679230

ضابطہ

★★★★★★

بغیر کسی تبدیلی کے طباعت کی عام اجازت ہے

نام کتاب.............. مختصر سیرت انصار صحابہ کرامؓ

تالیف.................. ڈاکٹر عبد الغنی طارق لدھیانوی مدظلہ

کمپوز باہتمام.............................. فضہ اکرم

تاریخ طباعت................ 5 مارچ 2026

فہرست مضامین

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سعد نام، قبیلہ خزرج سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے۔ سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امراء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر۔

اسلام:

عقبہ اولیٰ میں مسلمان ہوئے اور عقبہ ثانیہ میں شرکت کی۔ دوسری بیعت میں اپنے قبیلہ کے نقیب بنائے گئے حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی اسی قبیلہ کے نقیب تھے۔

غزوات اور دیگر حالات:

حضرت عبدالرحمن بن عوف سے کہ عشرہ مبشرہ میں تھے برادری قائم ہوئی، حضرت سعد نے اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ جو غیر معمولی جوش و خروش اور خلوص ظاہر کیا، اس کی نظیر تاریخ عالم کے کسی باب میں نہیں مل سکتی۔ تمام انصار نے مال و متاع، جائیداد اور زمین آدھی آدھی مہاجرین کو دے دی تھی۔ لیکن حضرت سعد نے ان چیزوں کے علاوہ اپنی ایک بیوی بھی پیش کی، حضرت عبدالرحمن اگرچہ مفلوک الحال تھے تاہم دل غنی تھا بولے ”خدا تمہارے بال

بچوں اور مال و دولت میں برکت دے مجھے اس کی ضرورت نہیں تم مجھ کو بازار دکھلادو۔

وفات:

غزوہ بدر میں شرکت سے تذکرے خاموش ہیں، غزوہ احد میں شریک تھے اور اسی میں نہایت جانبازی سے لڑ کر شہادت حاصل کی، جسم پر نیزہ کے بارہ زخم تھے موطا میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی سعد بن ربیع کی خبر لاتا ایک شخص نے کہا میں جاتا ہوں۔

زرقانی میں ہے کہ انہوں نے جا کر لاشوں کا گشت لگایا اور ان کا نام لے کر آواز دی شہر خاموشاں میں ہر طرف سناٹا تھا کوئی جواب نہ آیا لیکن جب آواز دی کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تو ایک ضعیف آواز کان میں پہنچی کہ میں مردوں میں ہوں۔ یہ حضرت سعد کا اخیر وقت تھا۔ دم توڑ رہے تھے زبان قابو میں نہ تھی تاہم ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے میرا اسلام کہنا اور انصار سے کہنا کہ اگر خدا نخواستہ رسول اللہ ﷺ قتل ہوئے اور تم میں سے ایک بھی زندہ بچ گیا تو خدا کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے! کیونکہ تم نے لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ ﷺ پر فدا ہونے کی بیعت کی تھی یہ شخص جس کا نام بعض روایتوں میں ابی بن کعب آیا ہے وہیں کھڑے رہے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح مبارک جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت ابی نے وصیت کے یہ آخری کلمات حضور ﷺ کو پہنچائے تو فرمایا خدا ان پر رحم کرے زندگی اور موت دونوں میں خدا اور رسول کی خیر خواہی مد نظر

رہی دفن کے وقت دو دو آدمی ایک قبر میں رکھے گئے تھے خارجہ بن زید بن ابی زہیر ؓ جو حضرت سعد کے چچا ہوتے تھے ان کے ساتھ دفن کیے گئے کہ جس طرح دنیا میں ساتھ دیا تھا قبر میں بھی ساتھ دیں۔

اہل و عیال:

دو لڑکیاں چھوڑیں، ایک کا نام ام سعید تھا۔ حضور ﷺ نے جائیداد میں دو ثلث ان کو عطا فرمائے۔ قرآن مجید کی آیت میراث "فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ماترك"

اگر دو عورتوں سے زیادہ ہوں تو دو ثلث ان کا حصہ ہو گا۔

اسی موقع پر نازل ہوئی اور اسی تقسیم سے یہ معلوم ہوا کہ دو عورتوں کا بھی وہی حصہ ہے جو تین یا چار کا ہے کہ دو بیویاں تھیں جن میں ایک کا نام عمرہ بنت حزم تھا۔

فضل و کمال:

حضور ﷺ سے حدیث سننے کے علاوہ لکھنا جانتے تھے اور چونکہ رئیس کے بیٹے تھے اس لیے تعلیم کا خاص اہتمام ہوا تھا کتابت اسی زمانہ میں سیکھی تھی۔

اخلاق:

جوش ایمان اور حب رسول، عقبہ اور احد کے کارناموں سے ظاہر ہوتی ہے غزوہ احد میں جو وصیت کی وہ اس کا واضح ثبوت ہے۔ مشرکین مکہ کی تیاریوں کی خبر جب حضور ﷺ کے پاس احد میں آئی تھی تو حضور ﷺ نے سعد ؓ کو آگاہ کیا تھا

انہی باتوں کی وجہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اثر تمام صحابہ پر تھا۔ ان کی صاحبزادی ام سعید حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئیں تو انہوں نے کپڑا بچھا دیا حضرت عمرؓ نے کہا یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے اور تم سے بہتر تھا۔ پوچھا یا خلیفہ رسول اللہ ! وہ کیوں؟ ارشاد ہوا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جنت کا راستہ لیا اور ہم تم یہیں باقی رہ گئے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سہل نام، ابو العباس، ابو مالک، ابو یحییٰ، کنیت سلسلہ نسب یہ ہے۔ سہل بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر۔ ہجرت نبوئی سے ۵ سال قبل پیدا ہوئے، باپ نے حزن نام رکھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو بدل کر سہل کر دیا۔

اسلام:

ہجرت سے پہلے حضرت سہلؓ کے والد سعد بن مالکؓ نے مذہب اسلام قبول کر لیا تھا، بیٹے نے اس باپ کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی تھی۔

غزوات اور دیگر حالات:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری مدینہ کے وقت ان کا سن ۵ سال کا تھا۔ دو برس کے بعد غزوہ بدر پیش آیا۔ اس وقت سات سالہ تھے۔ لڑائی سے قبل ان کے والد نے انتقال کیا اور حضرت سہل کو یتیم چھوڑ گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑائی ختم ہونے کے بعد اور مجاہدین کی طرح ان کے باپ کا بھی حصہ لگایا کیونکہ وہ جنگ کا عزم کر چکے تھے۔

غزوہ احد میں وہ اور لڑکوں کی طرح شہر کی حفاظت کر رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب چشم زخم پہنچا اور دھویا گیا، اس وقت آپ کے پاس آگئے تھے

۵ھ میں غزوہ خندق ہوا بایں ہمہ صغر سنی جوش کا یہ عالم تھا کہ خندق کھودتے اور مٹی اٹھا اٹھا کر کندھے پر لے جاتے تھے۔

غزوات مابعد بھی میدان جنگ کے قابل نہ ہو سکے ۱۵ برس کا سن ہوا اور تیغ زنی کے قابل ہوئے تو خود سرور عالم نے سفر آخرت اختیار فرمایا یہ ۱۱ ہجری کا واقعہ تھا۔

۷۴ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کا دست سیاست دراز ہوا تو ان کو بلا کر پوچھا کہ تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کیوں نہ کی؟ جواب دیا "کی تھی" بولا "جھوٹ کہتے ہو اس کے بعد حکم دیا کہ ان کی گردن پر مہر لگا دی جائے۔ یہ عتاب ان بزرگوں کے ذلیل کرنے اور اثر زائل کرنے کے لیے کیا گیا تھا حضرت انسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہ بھی اس جرم میں پکڑے گئے تھے۔ [مہر لگا دی گئی تھی]

وفات:

سن مبارک ۹۶ سال تک پہنچ چکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال باکمال کے دیکھنے والوں سے مدینہ خالی تھا، دیگر صوبے بھی صحابہ کے سایہ سے عموماً محروم ہو چکے تھے وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ "مر جاؤں گا تو کوئی قال رسول اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا"۔ آخر ۹۱ ہجری میں بزم اقدس نبوی کی یہ ٹمٹماتی ہوئی شمع بھی بجھ گئی۔

فضل وکمال:

حضرت سہلؓ مشاہیر صحابہ میں ہیں اکابر صحابہ کے فوت ہونے کے بعد ان کی ذات مرجع انام بن گئی تھی، لوگ نہایت ذوق وشوق سے حدیث سننے آتے۔

حضرت سہلؓ مشاہیر صحابہ میں ہیں اکابر صحابہ کے فوت ہونے کے بعد ان کی

ذات مرجع انام بن گئی تھی، لوگ نہایت ذوق وشوق سے حدیث سننے آتے تھے۔

حضور ﷺ کے زمانہ میں اگرچہ صغیر السن تھے تاہم آپ سے حدیث سنی تھی بعد میں حضرت ابی بن کعبؓ، عاصم بن عدیؓ، عمرو بن عبسہ سے اس فن کی تکمیل کی مروان سے بھی چند روایتیں لیں، اگرچہ وہ صحابی نہ تھا۔ راویان حدیث اور تلامذہ خاص کی ایک جماعت تھی جن میں بعض کے نام یہ ہیں

حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت سعید بن مسیب، ابو حازم بن دینار، زہری ابو سہیل صحبی، عباس بن سہل (لڑکے تھے) وفاء بن شریح حضرمی، یحییٰ بن میمون حضرمی، عبداللہ بن عبد الرحمن بن ابی ذباب، عمرو بن جابر حضرمی رحمۃ اللہ علیہم۔

روایات کی تعداد ۱۸۸ ہے جن میں سے ۲۸ متفق علیہ ہیں۔

اخلاق:

حب رسول کے نشے میں چور تھے حضور ﷺ ایک ستون کے سہارے کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے ایک روز منبر کا خیال ظاہر فرمایا حضرت سہل اٹھے اور جنگل سے منبر کے لیے لکڑی کاٹ لائے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کو بیر بضاعہ سے پانی پلایا تھا۔ حق گوئی خاص شعار تھی، آل مروان میں سے ایک شخص مدینہ کا امیر ہو کر آیا حضرت سہل کو بلا کر کہا کہ علیؓ کو برا کہو انہوں نے انکار کیا تو کہا کہ اچھا اتنا ہی کہہ دو کہ "خدا (نعوذ باللہ) ابو تراب پر لعنت کرے"[اگر اس قسم کی روایات صحیح ہیں تو اللہ تعالی لعنت

کہلوانے والوں پر لعنت کرے،از مرتب]۔ حضرت سہل نے جواب دیا کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کا محبوب ترین نام تھا اور آپ اس نام سے بہت خوش ہوتے تھے اس کے بعد ابو تراب کی وجہ تسمیہ بتلائی تو اس کو بھی خاموش ہونا پڑا۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سہل نام، ابو سعد کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے۔ سہل بن حنیف بن واہب بن حکیم بن ثعلبہ بن حارث بن مجدعہ بن عمرو بن جشم بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مشرف باسلام ہوئے۔

غزوات اور عام حالات:

ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مواخاۃ ہوئی تمام غزوات میں شریک تھے۔ غزوہ احد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ میدان میں رہ گئے تھے یہ بھی ثابت قدم رہے۔ اس دن موت پر بیعت کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جو تیر آتے، یہ ان کا جواب دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے فرماتے کہ ان کو تیر دو یہ سہل ہیں، حضرت عمر تفاول کے طور پر کہتے کہ سہل ہے حزن نہیں، کہ خلافت راشدہ میں سے جناب علی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں مدینہ کے امیر تھے کوفہ سے امیر المومنین کا فرمان پہنچا کہ یہاں آجاؤ چنانچہ مدینہ سے کوفہ چلے گئے۔ جنگ جمل کے بعد بصرہ کے والی بنائے گئے، جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شرکت کی۔ اور لڑائی کے بعد

کوفہ واپس چلے آئے۔ اسی زمانہ میں فارس کے امیر بنائے گئے اہل فارس نے سرتابی کر کے خارج البلد کر دیا۔ حضرت علی نے ان کی بجائے زیاد بن ابیہ کو وہاں کا حاکم مقرر فرمایا۔

وفات:

۳۸ھ میں بمقام کوفہ انتقال فرمایا حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور فرمایا کہ یہ اصحاب بدر میں تھے۔

اولاد:

دو بیٹے یادگار چھوڑے، ابوامامہ، اسعد اور عبداللہ اول الذکر حضور ﷺ کے عہد مقدس میں پیدا ہوئے۔

حلیہ:

نہایت خوبصورت اور پاکیزہ منظر تھے بدن نہایت سڈول تھا، ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ہمرکاب تھے وہاں نہر جاری تھی، نہانے کے لیے گئے کسی انصاری نے جسم دیکھ کر کہا کیسا بدن پایا ہے؟ میں نے تو ایسا بدن کبھی نہیں دیکھا، حضرت سہلؓ کو غش آگیا اٹھا کر لائے گئے بخار چڑھا تھا حضور ﷺ نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے قصہ بیان کیا فرمایا تعجب ہے! لوگ اپنے بھائی کا جسم یا مال دیکھتے ہیں اور برکت کی دعا نہیں کرتے اس لیے نظر لگتی ہے۔

فضل وکمال:

راویان حدیث میں ہیں، حضور ﷺ اور حضرت زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں، ان سے متعدد تابعین نے روایت کی ہے جن میں سے چند نام یہ ہیں۔

ابو وائل عبید بن سباق، عبدالرحمن بن ابی لیلی، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، سیر بن عمرو، رباب رحمۃ اللہ علیہم (عثمان بن حکم بن عباد بن حنیف کی دادی تھیں)

اخلاق وعادات:

اختلاف سے دور رہتے تھے۔ صفین سے واپس آئے تو ابو وائل نے کہا کہ کچھ خبر بیان کیجئے فرمایا کیا بتاؤں سخت مشکل ہے ایک سوراخ بند کرتے ہیں تو دوسرا کھل جاتا ہے۔

نہایت شجاع اور جری تھے۔ لیکن لوگوں میں اس کے خلاف چرچا تھا، فرمایا یہ ان کی رائے کا قصور ہے میں بزدل نہیں، ہم نے جس کام کے لیے تلوار اٹھائی اس کو ہمیشہ آسان کر لیا، یوم ابی جندل (حدیبیہ) میں لڑنا اگر رسول اللہ کی مرضی کے خلاف نہ ہوتا تو میں اس دن بھی آمادہ پیکار ہو جاتا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سعد نام، ابو عمرو کنیت، سید الاوس لقب، قبیلہ عبد الاشہل سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے سعد بن معاذ بن نعمان بن امراء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن بنت (عمرو) بن مالک بن اوس، والدہ کا نام کبشہ بنت رافع تھا، جو حضرت ابو سعید خدری ؓ کی چچازاد بہن تھیں، قبیلہ اشہل، قبائل اوس میں شریف ترین قبیلہ تھا اور سیادت عامہ اس میں وراثۃً چلی آتی تھی، چنانچہ حضرت سعد ؓ کے تمام مورث اپنے اپنے زمانہ میں تاج سیادت زیب سر کیے ہوئے تھے۔

والد نے ایام جاہلیت ہی میں وفات پائی، والدہ موجود تھیں، ہجرت سے پہلے ایمان لائیں اور حضرت سعد کے انتقال کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہیں۔

اسلام:

اگرچہ عقبہ اولی میں یثرب کی سرزمین پر خورشید اسلام کا نور پڑ چکا تھا، لیکن حقیقی ضیاوروشنی حضرت مصعب بن عمیر کی ذات سے وابستہ تھی، چنانچہ جب وہ داعی اسلام بن کر پہنچے تو جو کان اس صدا سے ناآشنا تھے ان کو بھی چار وناچار اس کے سننے کے لیے تیار ہونا پڑا۔

سعد بن معاذ ؓ ابھی حالت کفر میں تھے ان کو مصعب ؓ کی کامیابی پر سخت حیرت اور اپنی قوم کی بے وقوفی پر انتہا درجہ کا حزن وملال تھا۔

آخر ایک دن ان پر بھی حضرت مصعب بن عمیر ؓ کا اثر پڑ گیا اسعد ابن زرارہ نے جن کے مکان میں حضرت مصعب ؓ فروکش تھے ان سے کہا تھا کہ سعد بن معاذ مسلمان ہو جائیں گے تو دو آدمی بھی کافر نہ رہ سکیں گے اس لیے آپ کو ان کے مسلمان کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ سعد بن معاذ حضرت مصعبؓ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں آپ بیٹھ کر سن لیجیے ماننے کا آپ کو اختیار ہے سعد نے منظور کیا تو حضرت مصعبؓ نے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں جن کو سن کر سعد بن معاذ کلمہ شہادت پکار اٹھے اور مسلمان ہو گئے۔

قبیلہ عبد الاشہل میں یہ خبر فوراً پھیل گئی۔ سعد رضی اللہ عنہ گھر گئے۔ تو خاندان والوں نے کہا کہ اب وہ چہرہ نہیں! حضرت سعد نے کھڑے ہو کر پوچھا میں تم میں کس درجہ کا آدمی ہوں؟ سب نے کہا سردار اور اہل فضیلت فرمایا ”تم جب تک مسلمان نہ ہو گے میں تم سے بات چیت نہ کروں گا“ حضرت سعد ؓ کو اپنی قوم میں جو عزت حاصل تھی اس کا یہ اثر ہوا کہ شام ہونے سے قبل تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا اور مدینہ کے در و دیوار تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے۔ اشاعت اسلام میں یہ حضرت سعد کا نہایت عظیم الشان کارنامہ ہے، صحابہ میں کوئی شخص اس فخر میں ان کا حریف نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی بنا پر فرمایا خیر الدور الانصار بنو النجار ثم بنو عبد الاشھل یعنی انصار کے بہترین گھرانے بنو نجار کے ہیں اور ان کے بعد عبد الاشہل کا درجہ ہے، حضرت سعدؓ اور ان کے قبیلہ کا اسلام عقبہ اولی اور عقبہ ثانیہ کے درمیان کا واقعہ ہے۔ مسلمان ہو کر حضرت سعد ؓ نے حضرت مصعب کو اسعد بن زرارہ کے مکان سے اپنے ہاں منتقل کر لیا۔

غزوات اور دیگر حالات:

کچھ دنوں بعد عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے، اور امیہ بن خلف کے مکان پر کہ مکہ کا مشہور رئیس اور ان کا دوست تھا قیام کیا (امیہ مدینہ آتا تھا تو ان کے ہاں ٹھہرا کرتا تھا اور کہا کہ جس وقت حرم خالی ہو مجھے خبر کرنا چنانچہ دو پہر کے قریب اس کے ساتھ طواف کے لیے نکلے راستہ میں ابو جہل سے ملاقات ہوئی پوچھا یہ کون ہیں؟ امیہ نے کہا ''سعد'' ابو جہل نے تعجب سے کہا کہ تم صابیوں (بے دین) حضور ﷺ اور صحابہ مراد ہیں) کو پناہ دے کر اور ان کے انصار بن کر مکہ میں نہایت اطمینان سے پھر رہے ہو اگر تم ان کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہارا گھر پہنچنا دشوار ہو جاتا'' حضرت سعد نے غضب آلود لہجہ میں جواب دیا، تم مجھے روکو پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے؟ میں تمہارا مدینہ کا راستہ روک دوں گا۔ امیہ نے کہا سعد ابو الحکم (ابو جہل) مکہ کا سردار ہے اس کے سامنے آواز پست کرو۔ حضرت سعد نے فرمایا، چلو ہٹو میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ مسلمان تم کو قتل کریں گے بولا کیا مکہ میں آ کر ماریں گے؟ جواب دیا اس کی خبر نہیں۔

اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت غزوہ بدر تھا کفار قریش نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے نہایت ساز و سامان سے تیاریاں کی تھیں، حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سعد نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ پر ایمان لائے رسالت کی تصدیق کی اس بات کا اقرار کیا کہ جو کچھ آپ لائے ہیں حق اور درست ہے، اور اطاعت پر آپ سے بیعت کی، پس جو ارادہ ہو، کیجیئے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا اگر آپ سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم حاضر ہیں۔ ہمارا ایک آدمی بھی گھر نہ بیٹھے گا۔ ہم کو لڑائی سے بالکل خوف نہیں

اور انشاء اللہ میدان میں ہم صادق القول ثابت ہوں گے۔ خدا ہماری طرف سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرے''۔ حضور ﷺ اس تقریر سے خوش ہوئے فوجوں کی ترتیب کا وقت آیا تو قبیلہ اوس کا جھنڈا حضور ﷺ نے ان کے حوالہ کیا۔ غزوہ احد میں انہوں نے حضور ﷺ کے آستانہ پر پہرہ دیا تھا۔

کفار سے مقابلہ کے لیے رسول اللہ کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر کیا جائے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کا بھی یہی خیال تھا، لیکن بعض نوجوانجن کو شوق شہادت دامن گیر تھا باہر نکل کر لڑنے پر مصر تھے۔

چونکہ کثرت رائے انہی کو حاصل تھی، اس بناپر حضور ﷺ نے انہی کی تائید کی اور زرہ پہننے کے لیے اندر تشریف لے گئے، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیرؓ نے کہا کہ تم لوگوں نے حضور ﷺ کو باہر چلنے کے لیے مجبور کیا حالانکہ آپ پر آسمان سے وحی آتی ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ اپنی رائے واپس لے لو اور معاملہ کو بالکل رسول اللہ ﷺ پر چھوڑ دو۔

رسول اللہ ﷺ تلوار ڈھال اور زرہ لگا کر نکلے تو تمام لوگوں کو ندامت ہوئی عرض کیا کہ ہم کو حضور کی مخالفت منظور نہیں، جو حکم ہو ہم بجالانے پر آمادہ ہیں ارشاد ہوا کہ اب کیا ہوتا ہے؟ نبی جب ہتھیار باندھ لیتا ہے تو جنگ کا فیصلہ کر کے اتارتا ہے غرض کوہ احد کے دامن میں لڑائی شروع ہوئی اسلامی لشکر پہلے فتح یاب تھا لیکن پھر پیچھے ہٹا اس وقت حضور ﷺ سب سے زیادہ ثابت قدم تھے اور آپ کے ساتھ دو اصحاب داد شجاعت دے رہے تھے انہی میں حضرت سعد بن معاذ بھی تھے اس غزوہ میں ان کے بھائی عمیر شہید ہو گئے۔

غزوہ خندق جو کہ ۵ ہجری میں ہوا حضور ﷺ نے انصار سے مدینہ کے تہائی

پھل عیینہ بن حصن بن اسد فزاری کو دینے کا مشورہ کیا تھا اس مشورہ میں سعد بن عبادہ کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ بھی شریک رہے تھے۔

لڑائی کا وقت آیا تو زرہ پہنے اور ہاتھ میں حربہ لیے میدان کو روانہ ہوئے بنو حارثہ کے قلعہ میں ان کی ماں موجود تھیں اور حضرت عائشہ کے پاس بیٹھی تھیں، شعر پڑھتے ہوئے گزرے تو ماں نے کہا بیٹا تم پیچھے رہ گئے جلدی جاؤ۔ جس ہاتھ میں حربہ تھا وہ باہر نکلا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ نے کہا سعد کی ماں دیکھو زرہ بہت چھوٹی ہے میدان میں پہنچے تو حبان بن عبد مناف نے جو کہ عرقہ کا بیٹا تھا ہاتھ پر ایک تیر مارا جس سے ہفت اندام کٹ گئی اور نہایت جوش میں کہا لو میں عرقہ کا بیٹا ہوں حضور ﷺ نے سنا تو فرمایا خدا اس کا چہرہ دوزخ میں عرق آلود کرے۔

اس کے بعد مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگایا اور رفیدہ اسلمیہ کو ان کی خدمت پر مامور کیا حضرت سعد ؓ چونکہ اسی خیمہ میں رہتے تھے اس لیے حضرت روزانہ ان کی عیادت کو تشریف لاتے تھے۔

چونکہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اس لیے خدا سے دعا کی کہ "قریش کی لڑائیاں باقی ہوں تو مجھے زندہ رکھ ان سے مجھے لڑنے کی بڑی تمنا ہے کیونکہ انہوں نے تیرے رسول کو اذیت دی تکذیب کی اور مکہ سے نکال دیا، اور اگر لڑائی بند ہونے کا وقت آ گیا ہے تو اس زخم سے مجھے شہادت دے اور بنی قریظہ کے معاملہ میں میری آنکھیں ٹھنڈی کر" اس دعا کا دوسرا ٹکڑا مقبول ہوا چنانچہ جب بنو قریظہ کو حضور ﷺ نے جلا وطن کرنا چاہا تو چونکہ وہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے کہلا بھیجا کہ ہم سعد کا حکم مانیں گے حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اطلاع کی، وہ

گدھے پر سوار ہو کر آئے، مسجد کے قریب پہنچے تو حضور ﷺ نے انصار سے کہا کہ اپنے سردار کی تعظیم کے لیے اٹھو۔ پھر سعد سے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے حکم کے منتظر ہیں'' عرض کی ''تو میں حکم دیتا ہوں کہ جو لوگ لڑنے والے ہیں قتل کیے جائیں، اولاد غلام بنائی جائے اور مال تقسیم کر دیا جائے۔ حضور ﷺ نے یہ فیصلہ سن کر کہا تم نے آسمانی حکم کی پیروی کی چنانچہ اس کے بموجب اپنے سامنے ۴۰۰ آدمی قتل کرائے۔

وفات:

اس واقعہ کے بعد کچھ دنوں تک زندہ رہے حضور ﷺ نے خود زخم کو داغا جس سے خون رک گیا، لیکن اس کے عوض ہاتھ پھول گیا تھا ایک دن زخم پھٹا اور اس زور سے خون جاری ہوا کہ مسجد سے گزر کر بنی غفار کے خیمہ تک پہنچا، لوگوں کو بڑی تشویش ہوئی، پوچھا کیا معاملہ ہے۔ جواب ملا کہ سعدؓ کا زخم پھٹ گیا۔

حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی تو گھبرا اٹھے اور کپڑا گھسیٹتے ہوئے مسجد میں آئے دیکھا تو حضرت سعد کا انتقال ہو چکا تھا۔ نعش کو اپنی آغوش میں لے کر بیٹھے خون برابر بہہ رہا تھا۔ لوگ آ آ کر جمع ہونا شروع ہوئے حضرت ابو بکر آئے اور نعش کو دیکھ کر ایک چیخ ماری کہ ہائے ان کی کمر ٹوٹ گئی حضور ﷺ نے فرمایا'' ایسا نہ کہو حضرت عمر نے رو کر کہا انا اللہ وانا الیہ راجعون، خیمہ میں کہرام پڑا تھا۔ دکھیا ماں یہ کہہ کر رو رہی تھی

ویل ام سعدا سعدا براعة نجدا ویل ام سعدا سعدا صرامة وجدا

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اور رونے والیاں جھوٹ بولتی ہیں لیکن یہ سچ کہتی ہیں۔

جنازہ روانہ ہوا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھ ساتھ تھے۔ فرمایا کہ ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہیں لاش بالکل ہلکی ہو گئی تھی، منافقین نے مضحکہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کا جنازہ فرشتے اٹھائے ہوئے تھے دفن کر کے واپس ہوئے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت مغموم تھے۔ ریش مبارک ہاتھ میں تھی اور اس پر مسلسل آنسو گر رہے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات تاریخ اسلام کا غیر معمولی واقعہ ہے انہوں نے اسلام کی جو خدمات انجام دی تھیں، جو مذہبی جوش ان میں موجود تھا اس کی بدولت وہ انصار میں صدیق اکبر سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عائشہ کے معاملہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس دشمن خدا (ابن ابی) نے مجھے سخت تکلیف دی تم میں کوئی اس کا تدارک کر سکتا ہے؟ تو سب سے پہلے انہوں نے اٹھ کر کہا تھا کہ قبیلہ اوس کا آدمی ہو تو مجھ کو بتلائیے میں ابھی گردن مارنے کا حکم دیتا ہوں؟

اس وقت اسی محب صادق اور عاشق جاں نثار نے وفات پائی تھی۔ اس واقعہ کی اہمیت اس سے اور بڑھ جاتی ہے کہ فرشتے جنازہ میں موجود تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی موت سے عرش مجید جنبش میں آگیا ہے۔

ایک انصاری فخریہ کہتا ہے و اما اهتز عرش الله من موت هالك سمعنا به الا سعد ابي عمرو کسی مرنے والے کی موت پر خدا کا عرش نہیں ہلا مگر سعد ابی عمرو کی موت پر۔

اولاد:

دو بیٹے تھے عمرو اور عبد اللہ دونوں صحابی تھے اور بیعت رضوان میں شریک تھے۔

فضل وکمال:

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال اوائل اسلام میں ہوا تھا حضور ﷺ کے فیض صحبت سے انہوں نے ۵ برس فائدہ اٹھایا۔ اس عرصہ میں بہت سی حدیثیں سنی ہوں گئ، لیکن چونکہ روایات کا سلسلہ حضرت کے بعد قائم ہوا اس لیے ان کی روایتیں اشاعت نہ پا سکیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی ایک روایت مذکور ہے جس میں ان کے عمرہ کا ذکر آیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جس میں سعد بن ربیع کے احد میں قتل ہونے کا تذکرہ ہے

مناقب واخلاق:

اخلاقی حیثیت سے حضرت سعد بڑے درجہ کے انسان تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑھ کر عبد الاشہل کے تین آدمی تھے، سعد بن معاذ، اسید بن حضیرؓ اور عباد بن بشر،

وہ خود کہتے ہیں کہ یوں تو میں ایک معمولی آدمی ہوں لیکن تین چیزوں میں جس رتبہ تک پہنچنا چاہیے، پہنچ چکا ہوں، پہلی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث سنتا ہوں اس کے منجانب اللہ ہونے کا یقین رکھتا ہوں،

دوسرے نماز میں کسی طرف خیال نہیں کرتا، تیسرے جنازہ کے ساتھ رہتا ہوں تو منکر نکیر کے سوال کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔

سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ یہ خصلتیں پیغمبروں میں ہوتی ہیں۔

حضور ﷺ کو ان کے اعمال پر جو اعتماد تھا وہ حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے جس میں مردہ کو قبر میں دبانے کا ذکر آیا ہے اس کا ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ اگر قبر کی تنگی سے کوئی نجات پاسکتا تو سعد بن معاذ نجات پاتے۔ ایک مرتبہ کسی نے حضور ﷺ کے پاس حریر کا جبہ بھیجا تھا، صحابہ اس کو چھوتے اور اس کی نرمی پر تعجب کرتے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اس کی نرمی پر تعجب ہے حالانکہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بھی زیادہ نرم ہیں۔

حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

سعد نام، ابو ثابت و ابو قیس کنیت، اسید الخزرج لقب، قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے سعد بن عبادہ بن ولیم بن حارثہ ابن حزام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر۔

والدہ کا نام عمرو بنت مسعود تھا اور صحابیہ تھیں۔ ۵ھ میں فوت ہوئیں۔

حضرت سعدؓ کے دادا ولیم، قبیلہ خزرج کے سردار اعظم تھے اور مدینہ کے مشہور مخیر تھے خاندان ساعدہ کی عظمت و جلالت کا سکہ انہی نے بٹھایا مذہباً بت پرست تھے اور منات کی پوجا کرتے تھے جو مکہ میں مقام مشلل پر نصب تھا۔ ہر سال دس اونٹ اس کو نذر چڑھاتے تھے۔

حضرت سعدؓ کے والد عبادہ، باپ کے خلف الرشید تھے، اسی شان سے اپنی زندگی بسر کی اور اپنے بیٹے کے لیے مسند امارت وریاست چھوڑ گئے

تعلیم و تربیت:

عرب کے قاعدہ کے مطابق تیر اندازی اور تیراکی سکھائی گئی اگرچہ انصار میں ایک آدمی بھی لکھنا نہیں جانتا تھا لیکن حضرت سعد کی تعلیم میں جو اہتمام ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ جاہلیت میں ہی نہایت عمدہ عربی لکھ لیتے تھے۔

ان تینوں چیزوں میں اس درجہ کمال بہم پہنچایا کہ استاد ہو گئے۔ اسی بناء پر لوگوں نے کامل کا لقب دیا۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کیا اوران کا شمار بلند پایا کے صحابہ میں کیا گیا چنانچہ بخاری میں ہے وکان اذا قدم في الاسلام یعنی بڑے پایہ کے مسلمان تھے۔

بیعت عقبہ جس شان سے ہوئی انصار کے جس قدر آدمی اس میں شامل ہوئے جن میں اہم شرائط پر بیعت کا انعقاد ہوا۔ یہ کام اگرچہ خفیہ اور نہایت خفیہ تھا لیکن پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا قریش کو ہر وقت حضور ﷺ کی فکر لاحق رہتی تھی، چنانچہ جس وقت آپ رات کے وقت مکہ سے باہر انصار سے بیعت لے رہے تھے جبل ابو قبیس پر کوئی شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ دیکھنا سعد مسلمان ہوئے۔ تو محمد بالکل نڈر ہو جائے گا۔

قریش کے کان میں اگرچہ یہ آواز پہنچ گئی تاہم ان کا خیال ادھر منتقل نہ ہوا۔ وہ قضاعہ اور تمیم کے سعد نامی اشخاص کو سمجھے اس وجہ سے بیعت میں مزاحمت نہ کی دوسری رات کو پھر اسی پہاڑ سے چند شعر سنے گئے جن میں صاف صاف ان کا نام ونشان موجود تھا۔ قریش کو سخت حیرت ہوئی اور تحقیق واقعہ کے لیے انصار کے فرودگاہ میں آئے عبداللہ ابن ابی بن سلول سے کہ قبیلہ خزرج کا رئیس تھا گفتگو ہوئی اس نے اس واقعہ سے بالکل لاعلمی ظاہر کی یہ لوگ چلے گئے تو مسلمانوں نے یانج کا راستہ لیا قریش نے ہر طرف ناکہ بندی کرادی تھی۔ سعد بن عبادہ اتفاق سے ہاتھ لگ گئے۔ کافروں نے ان کو پکڑ کر ہاتھ گردن سے باندھ دیئے اور بال

کھینچ کھینچ کر زدو کوب کرتے ہوئے مکہ لائے، مکہ میں مطعم بن عدی نہایت شریف انسان تھا۔ ابتدائے اسلام میں اس نے حضور ﷺ کی بڑی خدمت کی تھی اس نے حارث بن امیہ بن عبد شمس کو ساتھ لیا اور ان کو پہچان کر قریش کے پنجہ ظلم و ستم سے نجات دلائی۔

ادھر انصار میں بڑی کھلبلی پڑی تھی، مجلس شوری قائم ہوئی، جس میں طے پایا کہ چاہے جانیں خطرہ میں کیوں نہ پڑ جائیں مگر مکہ واپس جا کر سعد کا پتہ لگانا چاہیے۔ ان کا یہ ارادہ ابھی ارادہ سے فعل میں نہ آیا تھا کہ سعد آتے ہوئے نظر آئے اور ان کو لے کر سیدھے مدینہ روانہ ہوگئے۔

غزوات اور عام حالات:

چند مہینوں کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ بھی مدینہ تشریف لائے۔ اس وقت مدینہ کا ہر گلی، کوچہ شادمانی اور مسرت کا تماشا گاہ تھا دار ابی ایوب میں پہنچتے ہی تحفوں اور ہدیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، حضرت سعد کے مکان سے ایک بڑا پیالہ ثرید اور عراق سے بھرا پہنچا کر ہجرت سے کچھ مہینوں کے بعد اسلام کی تحریک نشو و نما پانے لگی، صفر ۲ ہجری میں حضور ﷺ ابواء ایک بستی میں جو مکہ کی طرف واقع تھی، قریش کی فکر میں تشریف لے گئے اس لشکر میں کوئی انصاری نہ تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین چھوڑ گئے۔

اسی سنہ میں بدر کا معرکہ پیش آیا، حضرت سعد کی شرکت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بخاری اور مسلم ان کی شرکت ثابت کرتے ہیں لیکن صاحب طبقات کو انکار ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بدر میں شریک نہ تھے علامہ ابن حجر

عسقلانی نے بھی اسی خیال کی تائید کی ہے اور مسلم کے الفاظ سے اپنے دعوی پر نہایت لطیف استشہاد کیا ہے۔

ابن سعد نے طبقات میں ان کا ذکر اس جماعت کے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے جو بدر میں شریک نہ تھی اور اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ سعد نے غزوہ کا سامان کیا تھا، لیکن کتے نے کاٹ کھایا اور وہ اپنے ارادے سے باز آئے حضور ﷺ نے سنا تو فرمایا کہ افسوس ان کو شرکت کی بڑی حرص تھی تاہم مال غنیمت میں حصہ لگایا اور اصحاب بدر میں شامل کیا۔ غزوہ بدر عہد نبوت کے غزوات میں سب سے پہلا مشہور غزوہ ہے حضور ﷺ کو اب تک اگرچہ چار غزوے اور چار سرایا پیش آچکے تھے لیکن انصار کی

ان میں سے ایک میں بھی شرکت نہ تھی۔ اس کا سبب جیسا کہ ظاہر ہے یہ تھا کہ انصار کی طرف سے بیعت میں صرف اس قدر وعدہ کیا گیا تھا کہ جو مدینہ پر چڑھ کر آئے گا اس کو وہ روکیں گے۔ مدینہ کے باہر جو معرکے ہوں ان کا اس میں کوئی تذکرہ نہ تھا۔

اس بنا حضور ﷺ نے اس مہم اعظم کا ارادہ کیا تو انصار کو شریک کرنے کے لیے رائے و مشورہ ضروری سمجھا ایک مجمع میں جنگ کا مسئلہ پیش ہوا، حضرت ابو بکرؓ نے اٹھ کر رائے دی۔ پھر حضرت عمر اٹھے لیکن حضور ﷺ نے التفات نہ کیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اٹھ کر کہا کہ شاید ہم لوگ مراد ہیں؟ تو اے رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ سمندر کا حکم دیں تو اسے پامال کر ڈالیں اور خشکی کا حکم ہو تو برک غماد (یمن کے ایک موضع کا نام ہے) تک اونٹوں کے کلیجے پگھلا دیں۔ حضور ﷺ یہ سن کر بہت خوش

ہوئے اور تیاری کا حکم دے دیا۔
تذکرہ نویسوں نے اسی روایت سے شرکت بدر پر استدلال کیا ہے حالانکہ اس میں مذکور ہے کہ جب ابوسفیان کے آنے کی خبر معلوم ہوئی۔
تو حضور ﷺ نے مشورہ کیا اور یہ بالکل مطابق واقعہ ہے لیکن اس کے بعد کا واقعہ وہ ہے جس کو ابن سعد روایت کرتے ہیں۔اس بناپر طبقات کی روایت صحیح مسلم کے منافی نہیں بلکہ اس کے اجمال کی تفصیل اور کی کی توضیح ہے۔
بدر کے بعد غزوہ احد واقع ہوا مشرکین اس سر و سامان سے آئے تھے کہ مدینہ والوں پر خوف طاری ہو گیا تھا۔ شہر میں تمام رات جمعہ کی شب کو پہرہ رہا اس موقع پر حضرت سعد چند اکابر انصار کے ساتھ مسجد نبوی میں ہتھیار لگائے رسول اللہ ﷺ کے مکان کی حفاظت کر رہے تھے۔جمعہ کے دن شوال کی ٦ تاریخ کو لڑائی کی تیاریاں ہوئیں حضور ﷺ نے نیزے منگوا کر تین دفعہ قرعہ نکالا اور خزرج کا علم حضرت سعد بن عبادہ کے سپرد کیا۔
یہ انتظامات مکمل ہوئے تو حضور ﷺ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ اوس و خزرج کے سردار زرہیں پہنے اور جھنڈے لیے آگے آگے دوڑ رہے تھے بیچ میں حضور ﷺ اور داہنے بائیں مہاجرین و انصار کا لشکر تھا۔
کوکب نبوت اس شان سے نمایاں ہوا تو چشم کفر خیرہ ہو گئی اور منافقین کے دل دہل اٹھے۔
ہفتہ کے دن احد کے میدان میں معرکہ قتال برپا ہوا لڑائی اس شدت کی تھی کہ مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے لیکن میدان میں رسول اللہ سب کے آگے تھے

مہاجرین اور انصار میں صرف ۱۴ آدمی آپ کے ساتھ تھے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بھی بعض لوگوں نے انہی میں شامل کیا ہے غزوہ مریسیع (مصطلق) میں جو ۵ ہجری میں ہوا تھا۔ ان کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اوس و خزرج دونوں جماعتوں کا علم ان کو تفویض کیا۔

غزوہ خندق میں جو اس سنہ میں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعد بن معاذ کو بلا کر مشورہ کیا کہ عیینہ بن حصن کو مدینہ کی پیداوار کا ایک ثلث اس شرط پر دینا چاہتا ہوں کہ قریش کو چھوڑ کر واپس جائے وہ نصف مانگتا ہے اب تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ! اگر یہ وحی ہے تو انکار کی مجال نہیں، ورنہ اس کی بات کا جواب تو صرف تلوار ہے خدا کی قسم! ہم اس کو پھل کی بجائے تلوار کا پھل دیں گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وحی نہیں، اور وحی آتی تو تم سے پوچھنے کی کیا حاجت تھی، عرض کیا تو پھر تلوار ہے ہم نے جاہلیت میں بھی ایسی ذلت کبھی گوارا نہیں کی اور اب تو آپ کی وجہ سے اللہ نے ہم کو ہدایت دی، معزز اور مکرم کیا پھر کیا وجہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گفتگو سے بہت مسرور ہوئے اور دونوں کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ خندق کے معرکہ میں بھی انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تھا ٦ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غابہ پر حملہ کیا اور سعد کو ۳۰۰ آدمیوں کا افسر مقرر کر کے مدینہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ گئے۔

وہاں امداد کی ضرورت ہوئی، مدینہ میں خبر پہنچی تو حضرت سعد نے ۱۰ اونٹ اور چھوہاروں کے بہت سے گٹھے روانہ کیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذی قرد میں مل گئے۔

٦ھ میں غزوہ حدیبیہ اور بیعت رضوان پیش آئی۔ وہ دونوں میں موجود تھے۔

غزوہ خیبر (۷ھ) میں اسلامی لشکر میں تین جھنڈے تھے جن میں سے ایک حضرت سعد کے پاس تھا۔

فتح مکہ میں خود رسول اللہ ﷺ کا ایک جھنڈا حضرت سعد کے پاس تھا فوج اسلام کا ایک ایک دستہ شہر جا رہا تھا اور ابوسفیان، حضرت عباس کے ساتھ کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ انصار جن کے آگے آگے حضرت سعد تھے اس شان سے گزرے کہ ابوسفیان کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں ان پر سعد بن عبادہ افسر ہیں اور جھنڈا بھی ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔

قریب پہنچے تو ابوسفیان کو پکارا دیکھنا! آج کیسی لڑائی ہو گی آج کعبہ حلال ہو جائے گا۔ ابوسفیان کا دل اپنی سابق حرکتوں کے سبب سے یونہی تھوڑا تھوڑا تھا، حضرت عباس سے کہا آج تو خوب لڑائی ہو گی۔ حضرت سعدؓ کے بعد خود رسول اللہ ﷺ کا دستہ سامنے سے گزرا تو ابوسفیان پکارا یا رسول اللہ! اپنی قوم پر رحم کیجیے۔ آپ کو خدا نے رحیم اور نیکوکار بنایا ہے سعد مجھ کو دھمکا گئے ہیں کہ ملحمۂ عظمی آج ہی ہے آج قریش کا خاتمہ ہو جائے گا۔

ابوسفیان کی آواز پر کئی آوازیں اٹھیں، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف نے کہا ہمیں خوف ہے کہ حضرت سعد کا جوش انتقام تازہ نہ ہو جائے ضرار بن خطاب فہری نے چند شعر کہتے تھے ایک شخص کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا اور ان کو پڑھ کر فریاد کر:

یانبی الھدی الیک لجاحی قریش ولات حین لجاحین ضاقت علیھم سعة

الارض عاداهم اله السماء أن سعدا يريد قاصمة الظهر باهل الحجون والبطحاء

یارسول اللہ! آپ کے دامن میں قریش نے اس وقت پناہ لی۔ جب کہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔ جب کہ ان پر فراخی کے باوجود زمین تنگ ہے اور آسمان کا خدا ان کا دشمن ہو گیا ہے۔ سعد اہل مکہ کی پیٹھ توڑنا چاہتا ہے۔

اسی طرح کے اور بہت سے شعر تھے حضور ﷺ نے اشعار سنے تو دریائے رحمت موجزن ہو گیا ارشاد ہوا کہ سعد نے جھوٹ کہا آج کعبہ کی عظمت دوبالا ہو گی۔ آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سعد سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دو حضرت سعد نے انکار کیا اور کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم کو رسول اللہ نے بھیجا ہے حضور ﷺ نے اپنا عمامہ بھیجا تو انہوں نے بیٹے کے ہاتھ میں جھنڈا دے دیا لیکن جو خطرہ رسول اللہ ﷺ کو سعد سے تھا وہی ان کو اپنے بیٹے سے ہوا درخواست کی کہ قیس کے سوا کسی اور شخص کے سپرد کیجئے حضور ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام کے سپرد کیا، صحیح بخاری میں جو آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا علم حضرت زبیرؓ کے پاس تھا اس کا یہی مطلب ہے۔

فتح مکہ کے بعد حنین کا معرکہ ہوا۔ اس میں قبیلہ خزرج کا علم حضرت سعد کے پاس تھا۔ ان غزوات کے علاوہ بھی جو غزوات یا مشاہد عہد نبوی میں پیش آئے ان میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی نمایاں شرکت رہی، میدان جنگ میں انصار کے وہی علمبردار ہوتے تھے۔

سقیفہ بنی ساعدہ:

۱۱ھ میں حضور ﷺ نے انتقال فرمایا مدینہ کا علاقہ انصار کی قدیم ملکیت تھا۔ اس کے ماسوا آغاز اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی مدد انصار نے کی تھی، جس زمانہ میں کہ اسلام اجنبی تھا رسول اللہ تمام قبائل عرب پر اپنے کو پیش کرتے تھے کہ مجھ کو مکہ سے اپنے وطن لے چلو لیکن قریش کے دبدبہ و رعب کی وجہ سے کوئی حامی نہیں بھرتا تھا۔ انصار کے ایک مختصر قافلہ نے جو صرف ۷۰ اشخاص پر مشتمل تھا عرب و عجم کی جنگ پر حضور ﷺ سے مکہ آکر بیعت کی اور آپ کو اپنے وطن میں مدعو کیا۔

عہد نبوت میں جو غزوات پیش آئے ان میں تعداد، جاں بازی، فدائیت سب سے زیادہ انہی لوگوں سے ظاہر ہوئی۔ حضرت قتادہ ؓ فرمایا کرتے تھے کہ قبائل عرب میں کوئی قبیلہ انصار سے زیادہ شہداء نہ لا سکے گا۔ میں نے حضرت انس سے سنا کہ احد میں ۷۰، بیر معونہ میں ۷۰ اور یمامہ میں ۷۰ انصاری شہید ہوئے تھے ان باتوں کے ساتھ قرآن مجید اور حدیث میں ان کے فضائل و مناقب کثرت سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس بنا پر انصار کے دل میں خلافت کا خیال پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔

انصار میں دو بزرگ تمام قوم کے پیشوا اور سردار تسلیم کیے جاتے تھے حضرت سعد بن عبادہ ؓ اور حضرت سعد بن معاذ ؓ۔ حضرت سعد بن معاذ حضور ﷺ کے عہد میں انتقال کر چکے تھے صرف حضرت سعد بن عبادہ باقی تھے۔ جن کا اوس و خزرج میں وجاہت و امارت کے لحاظ سے کوئی حریف و مقابل نہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو سقیفہ بنی ساعدہ میں جو انصار کا دار الندوہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا لوگ جمع ہوئے سعد بیمار تھے۔ لوگ ان کو بلوا لائے وہ کپڑا اوڑھے ہوئے مسند پر آ کر بیٹھ گئے اور تکیہ سے ٹیک لگائی اور اپنے اعزہ سے کہا کہ میری آواز دور تک نہ پہنچے گی جو میں کہوں اس کو بآواز بلند لوگوں تک پہنچاؤ۔ تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ انصار کو جو شرف اور سبقت فی الدین حاصل ہے عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۰ برس سے زیادہ اپنی قوم میں رہے لیکن ان کی کسی نے نہ سنی۔ جو لوگ ان پر ایمان لائے وہ تعداد میں بہت کم تھے۔ ان میں نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی طاقت تھی نہ دین کے بلند کرنے کی قوت وہ تو خود اپنی حفاظت سے عاجز تھے۔

خدا نے جب تم کو فضیلت دینا چاہی تو یہ سامان پہنچایا کہ تم ایمان لائے رسول اور اصحاب کو پناہ دی اپنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عزیز سمجھا ان کے اعداء سے جہاد کیا۔ یہاں تک کہ تمام عرب طوعًا یا کرھًا خلافت الٰہی میں شامل ہو گیا اور بعید وقریب سب نے گردنیں ڈال دیں پس یہ تمام مفتوحہ علاقہ تمہاری تلواروں کا مرہون منت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی بھر تم سے خوش رہے اور وفات کے وقت بھی خوش گئے، اس بنا پر تم سے زیادہ خلافت کا کوئی مستحق نہیں۔ تقریر ختم ہوئی تو تمام مجمع نے یک زبان ہو کر کہا کہ رائے تو نہایت معقول اور صائب ہے ہمارے نزدیک اس منصب کے لیے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں، ہم آپ ہی کو خلیفہ بنائیں گے۔ اس کے بعد آپس میں گفتگو شروع ہوئی کہ مہاجرین کے دعوائے خلافت کا کیا جواب ہو گا۔ بعضوں نے کہا یہ کہ دو امیر ہوں ایک ہمارا اور ایک انکا۔ سعد کے کان میں آواز پڑی تو بولے کہ یہ پہلی کمزوری ہے۔

ادھر حضرت عمر فاروق ؓ کو خبر پہنچ گئی تھی وہ حضرت ابو بکر صدیق کو لے کر آ پہنچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشتعل طبیعت نے تمام مجمع میں آگ لگادی انصار کے خطباء بار بار تقریر کرتے تھے حضرت عمر اوران میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور اخیر میں تلواریں کھینچ گئیں، حضرت ابو بکر نے رنگ بدلتا دیکھ کر حضرت عمرؓ کو روکا اور خود نہایت معرکتہ الآراء خطبہ دیا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی تو تمام انصار پکار اٹھے کہ نعوذ باللہ ان تتقدم ابا بکر یعنی ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ ابو بکر سے آگے بڑھیں۔

تمام مجمع بیعت کے لیے اٹھا تو لوگوں نے شور مچانا چاہا کہ دیکھنا! سعدؓ کچل نہ جائیں، حضرت عمرؓ نے کہا اس کو خدا کچلے سعدؓ اپنی ناکامی پر پہلے سے متاسف تھے سخت برہم ہوئے اور لوگوں سے کہا مجھ کو یہاں سے لے چلو۔

حضرت ابو بکر نے کچھ دنوں بالکل تعرض نہ کیا۔ بعد میں آدمی کو بھیجا کہ یہاں آکر بیعت کریں۔ انہوں نے بیعت سے قطعاً انکار کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا ان سے ضرور بیعت لیجیے بشیر بن سعد انصاریؓ بیٹھے تھے۔ بولے کہ اب وہ انکار کر چکے ہیں کسی طرح بیعت نہ کریں گے مجبور کریں گے تو کشت وخون کی نوبت آئے گی وہ اٹھیں گے تو ان کا گھر اور کنبہ بھی حمایت کرے گا، جس سے ممکن ہے کہ تمام خزرج اٹھ کھڑا ہو اس لیے ایک سوتے فتنہ کو جگانا مناسب نہیں ہے۔ میرے خیال میں ان کو یوں ہی چھوڑ دیجیئے ایک آدمی ہیں کیا کریں گے ؟ اس رائے کو سب نے پسند کیا حضرت سعدؓ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک مدینہ میں مقیم رہے بعد میں ترک وطن کر کے شام کی سکونت اختیار کی۔

اور دمشق کے قریب حوران کا علاقہ نہایت سرسبز تھا اسی کو اپنے رہنے کے لیے

پسند کیا۔

وفات:

۱۵ھ میں وفات پائی۔ کسی نے مار کر غسل خانہ میں ڈال دیا تھا، گھر کے لوگوں نے دیکھا تو بالکل جان نہ تھی، تمام جسم نیلا پڑ گیا تھا، قاتل کی بہت تلاش ہوئی لیکن کچھ پتہ نہ چلا ایک غیر معلوم سمت سے آواز آئی:

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ رمیناہ بسھم فلم یخط فوادہ

ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کیا۔ ایک تیر مارا جو خالی نہیں گیا۔ چونکہ قاتل نہیں ملا اور آواز سنی گئی، بعضوں کا خیال ہوا کہ کسی جن نے قتل کیا ہے۔

اولاد:

تین اولادیں چھوڑیں، قیس (بہت بڑے صحابی ہیں) سعید، اسحاق۔ بیوی کا نام فکھیہ تھا، صحابیہ تھیں اور چچازاد بہن ہوتی تھیں۔

مکان اور جائیداد:

جائیداد بہت تھی، جب مدینہ چھوڑا تو بیٹوں پر تقسیم کر دی ایک لڑکا پیٹ میں تھا جس کا حضرت سعدؓ نے حصہ نہیں لگایا تھا۔ جب پیدا ہوا تو حضرت ابو بکر و عمر نے قیس سے کہا کہ اپنے باپ کی تقسیم فسخ کر دو کیونکہ ان کے فوت ہونے کے بعد لڑکا پیدا ہوا ہے۔ قیسؓ نے کہا باپ نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا اس کو بدستور قائم رکھوں گا۔ میرا حصہ موجود ہے اس کو وہ لے سکتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مکان بازار مدینہ کی انتہا پر واقع تھا اور جرار سعد کہلاتا تھا۔ایک مسجد اور چند قلعے بھی تھے۔ایک مکان بنو حارث میں بھی ان کی ملکیت تھا۔

فضل وکمال:

حدیث کے ساتھ غیر معمولی اعتنا کیا، صحابہ کے زمانہ میں کتابت اگرچہ عام ہو گئی تھی اور قرآن مجید لکھا جا چکا تھا تاہم حدیث لکھنے کا رواج نہ تھا۔ حضرت سعدؓ نے حدیث لکھی تھی۔ مسند ابن حنبل میں ہے۔

عن اسمٰعیل بن عمرو بن قیس بن سعد ابن عبادہ عن ابیه انهم وجدوا في کتب اوفي کتاب سعد بن عبادہ

یعنی انہوں نے حضرت سعدؓ کی کتابوں یا کتاب میں پایا۔ حدیث لکھنے کے ساتھ اس کی تعلیم کے ذریعہ سے اشاعت بھی کی۔ چنانچہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس، ابوامامہ بن سہل، سعید بن مسیب وغیرہ ان سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

اخلاق وعادات:

حضرت سعد کے مرقع اخلاق میں جود وسخا کے خال وخط نہایت نمایاں ہیں۔اسماء الرجال کے مصنف جب ان کا تذکرہ کرتے ہیں تو لکھتے ہیں وکان کثیر الصدقات جدا

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مشہور فیاض آدمی تھے اور تمام عرب میں یہ بات صرف انہی کو حاصل تھی کہ ان کی چار پشتیں جود وسخا میں نام آور ہوئیں۔ان کے دادا (ولیم) باپ (عبادہ) خود بیٹا (قیس) اپنے زمانہ کے مشہور مخیر تھے۔

ولیم کے زمانہ میں خوان کرم اس قدر وسیع تھا کہ معمولاً قلعہ پر سے ایک شخص پکارتا کہ جس کو گوشت اور روغن اور اچھا کھانا مطلوب ہو ہمارے ہاں قیام کرے۔ اس سخاوت عام نے آل ساعدہ کو مدینہ کا حاتم بنا رکھا تھا۔ ولیم کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ تک یہی رسم قائم رہی اور ان کے بعد قیسؓ نے اس کو اسی طرح باقی رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر ایک دفعہ حضرت سعدؓ کے مکان کی طرف سے

گزرے قلعہ نظر آیا تو نافعؒ سے کہا دیکھو یہ سعد کے دادا کا قلعہ ہے جن کے سخاوت وجود کی تمام مدینہ میں دھوم تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فیاضی افسانہ بزم وانجمن ہے۔ بہت سے قصے مشہور ہیں ہم چند صحیح واقعات اس مقام پر درج کرتے ہیں۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت سعد کے ہاں سے برابر کھانا آتا تھا۔ اصابہ میں ہے:

كانت جفنة سعد تدور مع النبي صلى الله عليه وسلم في بيوت ازواجه

صحابہ میں اصحاب صفہ کی ایک جماعت تھی جو دور دراز ملکوں سے ہجرت کر کے مدینہ آئی تھی، یہاں اس کا منشاء صرف تحصیل علم اور تکمیل مذہب ہوتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو ذی مقدرت صحابہ کے متعلق کر دیتے تھے چنانچہ اور لوگ ایک دو آدمی اپنے ہاں لے جاتے تھے لیکن حضرت سعدؓ ۸۰ آدمیوں کو برابر شام کے کھانے میں مدعو کرتے تھے۔

فطری سخاوت ہر جگہ نمایاں ہوتی تھی ماں نے انتقال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

پاس آئے کہ میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں، مگر کیا صورت ہو؟آپ نے فرمایا کہ پانی پلاؤ سقایہ آل سعد جو مدینہ میں ہے اس صدقہ کا نتیجہ ہے حمیت قومی انتہائی درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ قضیہ افک میں حضور ﷺ نے منبر پر فرمایا کہ ابن ابی نے میرے گھر والوں (حضرت عائشہ) کو تہمت لگائی جس سے مجھے سخت تکلیف پہنچی، کوئی ہے جو اس کا تدارک کرنے پر آمادہ ہو؟ سعد بن معاذؓ کہ اوس کے سردار تھے بولے کہ میں حاضر ہوں، جو حکم ہو بجالاؤں اگر قبیلہ اوس کا آدمی ہے تو ابھی گردن ماردی جائے اور خزرج کا ہے تو جو فرمایئے بجالانے کو تیار ہوں (خزرج اور اوس میں دیرینہ عداوت تھی، جاہلیت میں بڑے معرکے کی لڑائیاں ختم ہو چکی تھیں، اسلام نے صلح کرائی تاہم دلوں میں کدورت باقی تھی۔ اس بناء پر حضرت سعد بن معاذ کی یہ درخواست کہ خزرج کے معاملہ میں ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں یہ معنی رکھتی تھی کہ اس پر غلبہ پانے کی ایک صورت نکل آئے جو یقینا خزرج کے لیے ناقابل برداشت تھی) سعد بن عبادہؓ سردار خزرج نے اٹھ کر کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم خزرج کو کبھی نہیں قتل کر سکتے اور نہ اس پر قادر ہو۔ اگر تمہارے خاندان (اشہل) کا معاملہ ہوتا تو زبان سے ایسی بات نہ نکالتے۔ اسید بن حضیرؓ نے کہ حضرت سعد بن معاذؓ کے ابن عم تھے جواب دیا کہ تم یہ کیا کہتے ہو رسول اللہ ﷺ حکم دیں تو ہم ضرور ماریں گے۔ تم منافق ہو اور منافق کی طرف سے لڑ رہے ہو اتنا کہنا تھا کہ دونوں قبیلے جوش میں اٹھ کھڑے ہوئے حضور ﷺ ﷺ منبر پر تھے۔

آہستہ آہستہ دھیما کیا۔ یہاں تک کہ حمیت کا غلغلہ پست ہو گیا۔ حب رسول ﷺ کا یہ حال تھا کہ اپنے قبیلہ کی پوشیدہ باتیں جو رسول اللہ ﷺ سے متعلق

ہو تیں پہنچا دیتے تھے، غزوہ ہوازن میں حضور ﷺ نے قریش اور سرداران قریش کو غنیمت کی بڑی بڑی رقمیں دی تھیں اور انصار کو کچھ نہ دیا تھا۔ بعض نوجوانوں کو اس ترجیح پر رنج ہوا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہم قوموں کو دیتے ہیں اور ہم کو محروم کرتے ہیں، حالانکہ قریش کا خون ہماری تلواروں سے اب تک ٹپک رہا ہے حضرت سعد بن عبادہ نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے کہہ دیا کہ یہ خیالات ہیں، فرمایا تم کیا کہتے ہو؟

عرض کیا گو میں انصاری ہوں لیکن یہ خیال نہیں، ارشاد ہوا کہ جاؤ اور لوگوں کو

فلاں خیمہ میں جمع کرو اعلان ہوا تو مہاجرین اور انصار دونوں آئے، حضرت سعد نے مہاجرین کو چھانٹ دیا حضور ﷺ نے آ کے خطبہ دیا جس کا ایک فقرہ یہ تھا کہ کیا تم لوگ راضی نہیں کہ تمام لوگ مال و دولت لے کر جائیں اور تم خود مجھ کو اپنے ہاں لے چلو تمام لوگ رو پڑے اور باتفاق کہا کہ آپ کے مقابلہ میں ساری دنیا کی دولت ہیچ ہے۔

غزوہ احد میں تمام مدینہ خطرہ میں پڑ گیا تھا، لوگ شہر میں پہرہ دے رہے تھے اس وقت حضرت سعدؓ نے اپنا مکان چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کا پہرہ دیا تھا۔

حضور ﷺ کو ان سے جو محبت تھی اس کا یہ اثر تھا کہ ان کے مکان پر تشریف لے جاتے تھے ایک مرتبہ ان کے لیے دعا کی تو فرمایا:

اللهم اجعل صلواتك ورحمتك على آل سعد بن عباده

ایک مرتبہ فرمایا خدا انصار کو جزائے خیر دے، خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو۔ صدقات کے افسروں کی ضرورت ہوئی تو ان کو بھی

منتخب کیا، لیکن جب امارت کی ذمہ داریوں سے واقف ہوئے تو عرض کیا کہ میں اس خدمت سے معذور ہوں حضور ﷺ نے عذر قبول فرمایاایک مرتبہ بیمار پڑے تو حضور ﷺ صحابہ کو لے کر عیادت کے لیے تشریف لائے۔ درد سے بے ہوش تھے کسی نے کہہ دیا کہ ختم ہو گئے بعض بولے ابھی دم باقی ہے اتنا سننا تھا کہ حضور رو پڑے اور ساتھ ہی تمام مجلس میں ماتم پڑ گیا۔ نرمی طبع اور امن پسندی ذیل کے واقعہ سے معلوم ہو سکتی ہے

ایک مرتبہ حضور ﷺ ان کی عیادت کو تشریف لا رہے تھے راستہ میں ابن ابی بیٹھا تھا اس نے حضور ﷺ سے سخت کلامی کی صحابہ کو طیش آ گیا اور فریقین لڑنے پر آمادہ ہو گئے حضور ﷺ نے سب کو اس ارادہ سے باز رکھا اور حضرت سعدؓ کے مکان پر چلے آئے فرمایا سعد تم نے کچھ سنا آج ابو حباب (ابن ابی) نے مجھے ایسا کہا عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اس کا قصور معاف کیجئے بات یہ ہے کہ اسلام سے قبل لوگوں کا خیال تھا کہ اس کو مدینہ کا بادشاہ بنائیں۔ لیکن جب اللہ نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث کیا تو وہ خیال بدل گیا یہ اسی غم و غصہ کا بخار ہے۔ آپ نے یہ سن کر معاف کر دیا۔

حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سعد نام، ابو خیثمہ کنیت، خیر لقب سلسلہ نسب یہ ہے سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم بن سلم بن امراءالقیس بن مالک بن اوس۔

والد بزرگوار جن کا نام خیثمہ تھا، صحابی تھے غزوہ احد میں شہادت پائی۔

اسلام:

عقبہ میں شریک تھے بنی عمرو بن عوف کے نقیب بنائے گئے۔

غزوات اور اسلام:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اولاً قبیلہ عمرو بن عوف میں قیام کیا اور حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے، اس دوران میں ملاقات کے لیے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مکان تجویز فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین وانصار سے انہی کے مکان میں ملتے تھے اسی بنا پر بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سعد بن خیثمہ کے ہاں آپ نے قیام فرمایا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا گھر منزل العزاب کے نام سے مشہور تھا۔ غزوہ بدر میں شرکت کا قصد کیا تو عجیب واقعہ پیش آیا باپ نے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی کو گھر رہنا چاہیے اس بنا پر تم یہیں رہو میں جہاد پر جاتا ہوں بیٹے نے جواب دیا کہ اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا تو آپ کو ترجیح دیتا، میں خود جاؤں گا اور امید ہے کہ اللہ شہادت عطا فرمائے گا۔

شہادت:

تاہم شفقت پدری نے مجبور کیا اور حضرت خیثمہ نے قرعہ ڈالا جس دماغ میں شہادت کا خیال موجزن تھا، قرعہ فال اس کے نام نکلا مجبور ہو کر اجازت دی چنانچہ حضرت سعد رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بدر پہنچے اور طیمہ بن عدی ایک مشرک کے ہاتھ سے مارے گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون.

اولاد:

ایک صاحبزادے تھے جن کا نام عبداللہ تھا اگرچہ نہایت کم عمر تھے تاہم عقبہ اور بدر میں باپ کے ساتھ شریک تھے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سعد نام، قبیلہ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے سعد بن زید ابن مالک بن عبد بن کعب بن عبد الاشہل۔

واقدی کے قول کے مطابق عقبہ میں شریک تھے جمہور نے بدر کی شرکت پر اتفاق کیا ہے۔ عیینہ بن حصن نے مدینہ کے اونٹوں پر لوٹ ڈالی اور حضرت حسانؓ نے کہا:

هل سر اولاد اللقيطة اننا سلم غداة فوارس المقداد

تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نہایت برہم ہوئے کہ میرے ہوتے ہوئے فوارس مقداد کا کیوں ذکر کیا، حضرت سعدؓ اس زمانہ میں رئیس قبیلہ تھے حضرت حسانؓ نے معذرت کی کہ قافیہ سے مجبوری تھی۔

غزوہ قریظہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قیدیوں کے ہمراہ نجد بھیجا انہوں نے ان کے معاوضہ میں کھجور اور ہتھیار خریدے اور مدینہ لے کر آئے رمضان ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو انصار کے بت مناۃ کے توڑنے کے لیے جو مکہ میں مشلل نام ایک مقام پر نصب تھا بیس سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا پجاری نے پوچھا کیا ارادہ ہے؟ بولے ھدم مناۃ۔ کہا تم جانو! حضرت سعد نے

بت گرایا تو ایک برہنہ اور سیاہ فام عورت چھاتی پیٹتی اور شور مچاتی ہوئی نکلی۔ سعدؓ نے یہ ہیئت کذائی دیکھ کر اسکو قتل کر دیا پجاری نہایت خائف تھا۔ عورت کی آواز سن کر بولا مناۃ دونك لبعض غضبناتك خزانہ میں کچھ نہیں تھا تلاشی لے کر چلے آئے واپسی کے وقت رمضان کی اخیر تاریخیں تھیں۔

وفات:

وفات کا سنہ اور تاریخ بالکل نامعلوم ہے۔

حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سلمہ نام، ابو عوف کنیت قبیلہ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے سلمہ بن سلامہ ابن وقش بن زعوراء بن عبد الاشہل ماں کا نام سلمی بنت سلمہ بن خالد بن عدی تھا اور قبیلہ بنی حارثہ سے تھیں۔

اسلام:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی خبر مدینہ پہنچی تو سلمہ نے فوراً لبیک کہا اور عقبہ اولی میں شریک ہوئے دوسرے سال عقبہ ثانیہ میں بھی شرکت کی۔

غزوات:

بدر اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ غزوہ مریسیع میں عبداللہ بن ابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہاجرین کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے تو حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ سلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجیے کہ اس کا سر کاٹ لائیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو یمامہ کا والی بنایا تھا۔

وفات:

۴۵ھ میں بمقام مدینہ وفات پائی۔ اس وقت ۷۴ برس کا سن تھا۔

فضل وکمال:

حدیث میں ان کے سلسلہ سے چند روایتیں ہیں، محمود بن لبید اور جسرہ راویوں میں ہیں۔ حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے توضوا مما مست النار ۔یعنی جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا ہو اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ (یہ روایات منسوخ ہیں)

ایک مرتبہ محمود بن جبیرہ کے ساتھ ولیمہ میں گئے تو کھانا کھا کر وضو کیا لوگوں نے کہا آپ تو باوضو تھے۔ فرمایا ہاں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی ایسا اتفاق پیش آیا تھا اور آپ نے بھی یہی کیا تھا۔

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سہل نام، قبیلہ اوس سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے سہل بن ربیع بن عمرو بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔

حنظلیہ کے متعلق اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ سہل کی ماں تھیں، لیکن ابن اسعد نے تصریح کی ہے کہ عمرو بن عدی (سہل کے دادا) کی والدہ تھیں، نام ام ایاس بنت ابان ابن دارم تھا اور قبیلہ تمیم سے تھیں، اسی بناپر عمرو کی تمام اولاد ابن حنظلیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت سہلؓ غالباً ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

غزوہ احد اور مابعد کے تمام غزوات میں شرکت کی اور بیعت رضوان میں بھی شمولیت کا شرف حاصل کیا۔

عہد نبوت کے بعد شام چلے گئے اور دمشق کی سکونت اختیار کی۔

وفات:

دمشق میں ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انتقال فرمایا۔

اولاد:

کوئی اولاد نہیں چھوڑی امام بخاری نے لکھاہے۔ کان عقیمًا ! یعنی وہ لاولد تھے

اکثر فرماتے تھے لا یکون لي سقط في الاسلام احب الی مما طلعت علیه الشمس یعنی اولاد نہیں ہے نہ سہی اسلام میں کاش ایک حمل ہی ساقط ہو جاتا۔

حلیہ:

مفصل حلیہ معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ داڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے۔

فضل وکمال:

صاحب استیعاب اور صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں

کان فاضلاً عالماً

یعنی وہ عالم اور فاضل تھے۔

اس سے بڑھ کر شرف کیا ہو سکتا ہے کہ خود صحابہ ان سے حدیثیں پوچھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو درداؓ کی طرف سے گزرے انہوں نے حدیث کی خواہش کی حضرت سہلؓ نے ایک حدیث بیان کی اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کے معائنہ کو گھوڑے پر پیش ہوئے تو انہوں نے ان سے وہ حدیث دریافت کی ہے جس میں گھوڑوں کی پرورش کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

اتفاقات کے علاوہ بھی روایت حدیث کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے غلام قاسم جمعہ کے دن جامع دمشق میں آئے تو دیکھا کہ ایک بزرگ حدیثیں بیان کر رہے ہیں۔ بڑھ کر پوچھا کون شخص ہیں؟ جواب ملا سہل بن حنظلیہؓ صحابی۔

راویان حدیث کے زمرہ میں متعدد حضرات ہیں، بعض کے نام یہ ہیں، ابو کبشہ سلولی، قاسم بن عبد الرحمن، یزید بن ابی مریم شامی۔

اخلاق:

وقت کو نہایت عزیز سمجھتے تھے لوگوں سے تعلقات نہ رکھتے تھے اور عبادت میں عموماً مصروف رہتے تھے۔ جب تک مسجد میں رہتے نماز پڑھتے اٹھتے تو تسبیح و تہلیل میں ہوتے اور اسی حالت میں کاشانہ اطہر کا رخ کرتے تھے۔

حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سائب نام، ابو سہلہ کنیت قبیلہ خزرج سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے سائب ابن خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امراء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب ابن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر۔

ماں کا نام لیلیٰ بنت عبادہ تھا اور قبیلہ ساعدہ سے تھیں۔

غزوات:

ابو عبید کے خیال میں بدر میں شریک تھے لیکن ابو نعیم کو انکار ہے۔

امیر معاویہ کے زمانہ خلافت میں یمن کے حاکم تھے۔

وفات:

۷۱ھ میں وفات پائی۔

اولاد:

خلاد نامی ایک لڑکا یادگار چھوڑا۔

فضل وکمال:

ان کی سند سے ۵ حدیثیں مروی ہیں بعض صحاح میں بھی ہیں۔ راویوں میں خلاد، صالح بن کیسان، عطاء بن یسار، محمد بن کعب قرظی، عبد الرحمن بن ابی صعصعہ، عبد الملک، ابن ابی بکر بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ ہیں۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

شداد نام، ابو یعلی وابو عبد الرحمان کنیت قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں اور حضرت حسان بن ثابتؓ شاعر مشہور کے بھتیجے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے شداد بن اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔

اوس بن ثابتؓ کہ شداد کے پدر گرامی تھے عقبہ ثانیہ اور بدر کی شرکت کا فخر حاصل کر چکے تھے غزوہ احد میں شہادت پائی والدہ کا نام صریمہ تھااور نجار کے خاندان عدی سے تھیں۔

اسلام:

باپ چچااور تقریباً تمام خاندان مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔ شداد رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں کے ساتھ ایمان لائے۔

غزوات اور عام حالات:

چونکہ کمسن تھے غزوات میں شاذ و نادر حصہ لیاامام بخاری نے لکھاہے کہ غزوہ بدر میں شریک تھے لیکن یہ صحیح نہیں۔ عہد نبوت کے بعد شام میں سکونت اختیار کی، فلسطین، بیت المقدس اور حمص میں قیام پذیر رہے۔

وفات:

۵۸ھ میں بعمر ۷۵ سال انتقال فرمایااور بیت المقدس میں دفن ہوئے۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی، لیلی، محمد۔

فضل وکمال:

کہتے ہیں فضلاء صحابہ میں تھے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کہ اساطین امت میں تھے اور صحابہ کے عہد میں علوم وفنون کا مرجع تھے فرمایا کرتے تھے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں، بعض عالم ہوتے ہیں لیکن غصہ اور مغلوب الغضب، بعض حلیم اور بردبار ہوتے ہیں لیکن جاہل اور علوم وفنون سے بے بہرہ حضرت شدادؓ ان چند لوگوں میں ہیں جو علم وحلم کے مجمع البحرین تھے۔

مسجد جابیہ میں ابن غنم، حضرت ابو درداءؓ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ٹہل ٹہل کر باتیں کررہے تھے حضرت شداد رضی اللہ عنہ بھی آپہنچے اور کہا لوگو! مجھ کو تم سے جو کچھ ڈر ہے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت پیروی نفس اور شرک میں مبتلا ہو جائے گی اخیر کا فقرہ چونکہ تعجب انگیز تھا، حضرت ابو درداءؓ اور حضرت عبادہؓ نے اعتراض کیا اور اس کی سند میں ایک حدیث پیش کی کہ شیطان جزیرہ عرب میں اپنی پرستش سے بالکل ناامید ہو چکا ہے۔ پھر ہمارے مشرک ہونے کے کیا معنی؟ حضرت شدادؓ نے فرمایا ایک شخص نماز، روزہ، زکوۃ، ریاءً ادا کرتا ہے آپ لوگ اس کو کیا سمجھتے ہیں سب نے جواب دیا مشرک فرمایا میں نے اس کے متعلق خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث سنی ہے کہ ان چیزوں کو ریاءً بجالانے والا مشرک ہوتا ہے حضرت عوف بن مالکؓ بھی ساتھ تھے بولے کہ جتنا عمل خالص ہوگا اس کے قبول ہونے کی امید ہے باقی جس میں شرک کی آمیزش

ہے وہ مردود ہوگا جس بناپر ہم کو اپنے عمل پر اعتماد کرنا چاہیے حضرت شدادؓ نے جواب دیا کہ حدیث قدسی میں لکھا ہے کہ مشرک کا عمل اس کے معبود کو دیا جائے گا خدا اس کا محتاج نہیں

(یہ قرآن مجید کے بالکل مطابق ہے ارشاد ربانی ہے ان الله لا يغفران يشرك به الخ)

حدیث میں فہم و بصیرت حاصل تھی اور اصول درایت اور نقد سے کام لیتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ جن کے زہد و قناعت اور ترک دنیا کی حدیثوں نے تمام شام میں کھلبلی ڈال دی تھی، ان کے متعلق رائے دیتے ہیں:

كان ابوذر يسمع الحديث من رسول الله فيه الشدة ثم يخرج الى قومه يسلم لعله يشدد عليهم ثم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرخص فيه بعد فلم يسمعه ابوذر فيتعلق ابوذر بالامر الشديد

وہ حضور ﷺ سے کوئی حدیث جس میں شدت اور سختی ہوتی تھی سنتے تھے پھر اپنی قوم میں جا کر اس کی اشاعت کرتے تھے بعد کو حضور ﷺ اس سخت حکم میں رخصت عطا فرما دیتے تھے لیکن ابوذر کو خبر تک نہ ہوئی۔ اس بنا پر وہ اسی شدت پر قائم رہے۔

حضرت شدادؓ کے سلسلہ سے جو حدیثیں مروی ہیں ان کی تعداد ۵۰ ہے انہوں نے اکثر حضور ﷺ سے اور کچھ کعب احبار سے حدیثیں سنی تھیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں بہت سے اہل شام ہیں، منتخب حضرات کے نام یہ ہیں محمود بن لبید، ابو یعلی، ابو الاشعث صنعانی، ضمرۃ بن حبیب، ابو ادریس خولانی،

محمود بن ربیع، عبدالرحمن بن غنم، بشیر بن کعب، جبیر بن نفیر، ابو اسماء رحبی، حسان بن عطیہ، عبادہ بن بسنی حنظلی۔

اخلاق:

اخلاق و عادات یہ تھے کہ نہایت عابد اور پرہیز گار تھے خدا سے ہر وقت خوف کھاتے تھے۔ بسا اوقات رات کو آرام فرمانے کے لیے لیٹتے پھر اٹھ بیٹھتے اور تمام رات نماز پڑھتے کبھی کبھی منہ سے نکلتا :

اللهم ان النار قد حالت بيني وبين النوم.

خدایا آتش جہنم میرے اور نیند کے درمیان حائل ہو گئی ہے۔

اسد بن وداعہ کا یہ فقرہ بھی اس مقام پر قابل لحاظ ہے کہتے ہیں:

"كان شداد بن اوس اذا اخذ مضجعه من الليل كان كالحبة على المقلي

"شداد جب رات کو لیٹتے تو خوف سے اس قدر بے چین اور متاثر ہوتے جیسے آگ میں چنا۔

نہایت حلیم اور کم سخن تھے تاہم جب گفتگو کرتے تو دل آویز اور شیریں ہوتی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شداد دو خصلتوں میں ہم سے بڑھ گئے۔

ببيان اذا انطق وبكظم اذا غضب

بولنے کے وقت وضاحت بیان میں اور غصہ کے وقت حلم، عفو اور درگزر میں۔

حفظ لسان اور کم سنی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ سفر میں تھے۔ غلام سے کہا چھری لاؤ اس سے کھیلیں! ایک شخص نے ٹوکا تو فرمایا:

ما تكلمت بكلمة مذا سلمت وانا اخطمها وازمها الا كلمتي هذه فلا حفظوها عنى

جب سے مسلمان ہوا میرے منہ میں لگام رہی، آج یہ کلمہ منہ سے نکل گیا تو تم اس کو بھول جاؤ۔

مسلمانوں کے انقلاب اور تغیر کو نہایت سختی سے محسوس کرتے تھے ایک مرتبہ رونے لگے لوگوں نے وجہ دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی امت کے خواہش نفس اور شرک میں مبتلا ہونے کا خوف ہے میں نے عرض کی کیا آپ کی امت مشرک ہو جائے گی؟ فرمایا ہاں، لیکن اس طرح کہ سورج چاند بت، پتھر کو نہ پوجے گی البتہ ریاء اور مخفی خواہشوں کا غلبہ ہو گا، صبح کو آدمی روزہ دار اٹھے گا، لیکن جب خواہش تقاضا کرے گی تو وہ روزہ بے وخوف خطر توڑ دے گا۔

مریضوں کی عیادت کرتے تھے ابواشعث صنعانی شام کے قریب مسجد دمشق میں تھے کہ حضرت شدادؓ اور صنابحی سے ملاقات ہوئی، پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیا ایک بھائی بیمار ہے اس کی عیادت کو جاتے ہیں یہ بھی ساتھ ہو گئے اندر جا کر مریض سے پوچھا کیا حال ہے؟ بولا اچھا ہوں، حضرت شدادؓ نے کہا ابشر بكفارات السيئات وحط الخطايا ،یعنی میں تم کو مرض کے کفارہ گناہ ہونے کی بشارت سناتا ہوں حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص خدا کے ابتلا میں اس کی حمد کرے اور راضی برضا رہے تو وہ اس طرح پاک وصاف اٹھتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

بار گاہ رسالت میں خصوصیت اور حب رسول ﷺ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ ایک روز بقیع تشریف لے گئے تو حضرت شدادؓ ہمراہ تھے اور آپ ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر تھے چہرہ پر اداسی چھائی ہوئی تھی، ارشاد ہوا کیا ہے؟ بولے یا رسول اللہ! مجھ پر دنیا تنگ ہے فرمایا تم پر تنگ نہ ہو گی شام اور بیت المقدس فتح ہو گا اور وہاں تم اور تمہاری اولاد امام ہو گی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری اتری وہ اپنی اولاد کے ساتھ بیت المقدس میں اقامت گزیں ہوئے اور ملک شام کے علم و فضل میں مرجع بن گئے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبادہ نام، ابوالولید کنیت قبیلہ خزرج کے خاندان سالم سے ہیں نسب نامہ یہ ہے عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن قیس بن ثعلبہ بن غنم (قوقل) بن سالم ابن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج والدہ کا نام قرۃ العین تھا، جو عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان کی بیٹی تھیں، قرۃ العین کے جگر گوشہ کا نام اپنے نانا پر رکھا گیا۔

بنو سالم کے مکانات مدینہ کے غربی سنگستان کے کنارہ قبا سے متصل واقع تھے یہاں ان کے کئی قلعے بھی تھے جو اطم قوافل کے نام سے مشہور ہیں اس بناء پر حضرت عبادہؓ کا مکان مدینہ سے باہر تھا۔

اسلام:

ابھی عنفوان شباب تھا کہ مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، جن خوش نصیب لوگوں نے اس کی پہلی آواز کو رغبت کے کانوں سے سنا' حضرت عبادہؓ انہی میں سے ہیں انصار کے وفد ۳سال تک مدینہ سے مکہ آئے تھے وہ سب میں شامل تھے پہلا وفد جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا، وہ اس میں داخل تھے اور چھ شخصوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ارباب علم کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے کہ اگرچہ کثرت رائے ان کے اسلام کو دوسری بیعت تک موقوف سمجھتی ہے جس میں بارہ آدمیوں نے مذہب اسلام قبول کیا تھا، تیسری بیعت

جس میں ۲۷ اشخاص شامل تھے حضرت عبادہ کی اس میں بھی شرکت تھی۔

اخیر بیعت میں ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور ﷺ نے ان کو خاندان قوافل کا نقیب تجویز فرمایا۔

غزوات و دیگر حالات:

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی زندگی ابتداء ہی سے ولولہ انگیز ہے مکہ سے مسلمان ہو کر پلٹے تو مکان پہنچتے ہی والدہ کو مشرف باسلام کیا کعب بن عجرہ ایک دوست تھے اور ہنوز مسلمان نہ ہوئے تھے ان کے گھر میں ایک بڑا سا بت رکھا تھا۔ حضرت عبادہ کو فکر تھی کہ کسی صورت سے یہ گھر بھی شرک سے پاک ہو موقع پا کر اندر گئے اور بت کو توڑ ڈالا کعبؓ کو ہدایت غیبی ہوئی اور وہ جمعیت اسلام میں آ ملے، حضور ﷺ نے مدینہ پہنچ کر انصار و مہاجرین میں برادری قائم کی تو حضرت ابو مرثد غنویؓ کو بھائی تجویز فرمایا حضرت ابو مرثد نہایت قدیم الاسلام صحابی اور حضرت حمزہ عم رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔ اس بناء پر ان کا تعلق خاندان رسالت سے تھا۔

۲ھ میں غزوہ بدر واقع ہوا حضرت عبادہ نے اس میں شرکت کی اس سنہ میں بنو قینقاع عبداللہ بن ابی کے اشارے سے رسول اللہ ﷺ سے بغاوت پر آمادہ ہوئے دربار نبوت سے جلا وطنی کا فرمان صادر ہوا، حضرت عبادہ نے حلف کا دیرینہ تعلق ان لوگوں سے قطع کر دیا تھا۔ اخراج البلد کا کام بھی انہی کے متعلق ہوا قرآن کی یہ آیت یایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری اس واقعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔

مشاہد عہد نبوت میں بیعت الرضوان کو بڑی اہمیت حاصل ہے وہ اس بیعت میں بھی شریک تھے خلافت صدیقی میں شام کی بعض لڑائیوں میں شریک تھے خلافت فاروقی میں مصر کے فتح ہونے میں دیر ہوئی تو عمرو بن عاصؓ نے حضرت عمر کو مزید کمک کے لیے خط لکھا، حضرت عمرؓ نے ۴ ہزار فوج روانہ کی، جس میں ایک ہزار فوج کے حضرت عبادہ افسر تھے اور جواب میں لکھا کہ ان افسروں میں ہر شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے۔ یہ کمک مصر پہنچی تو عمرو بن عاصؓ نے تمام فوج کو یکجا کر کے ایک پر اثر تقریر کی اور حضرت عبادہ کو بلا کر کہا کہ اپنا نیزہ مجھ کو دیجیے خود سر سے عمامہ اتارا اور نیزہ پر لگا کر ان کے حوالہ کیا کہ یہ سپہ سالار کا علم ہے اور آج آپ سپہ سالار ہیں خدا کی شان کہ پہلے ہی حملہ میں شہر فتح ہو گیا۔

ملکی خدمات:

خدمات ملکی کے سلسلہ میں تین چیزیں قابل ذکر ہیں۔ صدقات کی افسری، فلسطین کی قضاء اور حمص کی امارت۔

حضور ﷺ ﷺ نے اپنے اخیر عہد میں صدقہ کے عمال تمام اضلاع عرب میں روانہ کیے تھے۔ حضرت عبادہؓ کو بھی کسی مقام کا عامل بنایا تھا۔ وصیت کے طور پر فرمایا کہ خدا سے ڈرنا ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن چوپائے تک فریادی ہو کر آئیں انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں دو آدمیوں پر بھی عامل بننے کا خواہش مند نہیں۔

حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں فلسطین کا قاضی بنایا تھا۔ اس زمانہ میں یہ صوبہ حضرت امیر معاویہؓ کی ماتحتی میں تھا کسی بات پر دونوں میں اختلاف ہو گیا

جس میں حضرت امیر معاویہؓ نے سخت کلامی کی تو انہوں نے کہا کہ آئندہ تم جہاں ہو گے میں نہ رہوں گا۔ ناراض ہو کر فلسطین سے مدینہ چلے آئے حضرت عمر نے دیکھا تو پوچھا کیوں؟

انہوں نے سارا قصہ دہرایا، فرمایا کہ آپ اپنی جگہ پر جایئے دنیا آپ ہی جیسے لوگوں سے قائم ہے۔ جہاں آپ لوگ نہ ہوں گے خدا اس زمین کو خراب کر دے گا! اس کے بعد امیر معاویہ کو خط لکھا کہ عبادہ کو تمہاری ماتحتی سے الگ کرتا ہوں، قضاءت فلسطین کا یہ پہلا عہدہ تھا جو حضرت عبادہ کو تفویض ہوا۔ اسی زمانہ میں حضرت ابو عبیدہؓ نے کہ شام کے امیر تھے ان کو حمص کا نائب بنایا، حمص کے زمانہ قیام میں انہوں نے لاذقیہ فتح کیا اور اس میں ایک خاص فوجی ایجاد کی، یعنی بڑے بڑے گڑھے کھدوائے جن میں ایک شخص مع اپنے گھوڑے کے چھپ سکتا تھا یہ

طریقہ آج یورپ میں بھی رائج ہے۔

وفات:

حضرت عبادہ تادم مرگ شام میں سکونت پذیر رہے ۳۴ھ میں پیغام اجل آیا اس وقت ان کا سن ۷۲ سال کا تھا وفات سے پہلے بیمار رہے لوگ عیادت کو آتے تھے۔ شداد بن اوسؓ کچھ آدمیوں کے ساتھ ان کے مکان پر آئے پوچھا کیسا مزاج ہے؟ فرمایا خدا کے فضل سے اچھا ہوں۔ وفات کے قریب بیٹا آیا اور درخواست کی کہ وصیت کیجئے فرمایا مجھے اٹھا کے بٹھلاؤ اس کے بعد کہا بیٹا! تقدیر پر یقین رکھنا ورنہ ایمان کی خیریت نہیں۔

اسی حالت میں صنا بحی پہنچے دیکھا تو استاد کا وقت قریب تھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بے تاب ہو کر زار و قطار رونے لگے استاد شفیق نے رونے سے منع کیا اور کہا کہ ہر طرح سے راضی ہوں، شفاعت کی ضرورت ہوئی تو شفاعت کروں گا۔ شہادت کے لیے چاہو گے تو شہادت دوں گا۔ غرض حتی الوسع تم کو نفع پہنچاؤں گا اس کے بعد فرمایا کہ جتنی حدیثیں ضروری تھیں تم لوگوں تک پہنچا چکا البتہ ایک حدیث باقی تھی اس کو اب بیان کیے دیتا ہوں کے حدیث بیان کر چکے تو روح جسم کو الوداع کہہ کر جوار رحمت میں پرواز کر گئی۔

یہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کا واقعہ ہے۔

مدفن کے متعلق اختلاف ہے ابن سعد نے رملہ لکھا ہے دوسری روایتوں میں بیت المقدس کا نام آیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی قبر وہاں اب تک مشہور ہے امام بخاری نے فلسطین کو مدفن قرار دیا ہے، لیکن اصل یہ ہے کہ فلسطین ایک صوبہ تھا، جس کے رملہ اور بیت المقدس اضلاع تھے۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا قد دراز (۱۰ بالشت طول تھا) بدن دوہرا رنگ ملیح، نہایت جمیل تھے۔

اولاد:

اولاد کے نام یہ ہیں ولید، عبداللہ، داؤد ان میں سے ولید کے دو بیٹے عبادہ اور یحیی اور موخر الذکر کے لڑکے اسحاق، حدیث کے مشہور راویوں میں ہیں۔

فضل و کمال:

حضرت عبادہؓ فضلائے صحابہ میں تھے قرأت ان کا خاص فن تھا انہوں نے

حضور ﷺ کے زمانہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا اسلام کا پہلا مدرسہ قرأت جو عہد نبوت میں اصحاب صفہ کے لیے قائم ہوا تھا انہی کے زیر ریاست تھا۔ اہل صفہ جو صحابہ کبار تھے ان سے تعلیم پاتے تھے یہاں قرآن کے ساتھ لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا چنانچہ بہت سے لوگ قرأت اور کتابت سیکھ کر یہاں سے نکلے تھے بعض تلامذہ کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا انتظام بھی استاد کے متعلق ہوتا تھا۔

اس قسم کے بہت سے لوگ آتے تھے ایک شخص کی نسبت مذکور ہے کہ ان کے گھر میں رہتا تھا اور شام کا کھانا بھی ان کے ساتھ کھاتا تھا مکان جانے کا قصد کیا تھا تو ایک عمدہ کمان استاد کی نذر کی انہوں نے حضور ﷺ سے ذکر کیا آپ نے قبول کرنے سے منع فرمایا۔

عہد نبوی کے بعد جب شام کے مسلمانوں کو تعلیم قرآن کی ضرورت ہوئی تو حضرت عمر نے ان کو شام روانہ کیا وہ پہلے حمص گئے لیکن کچھ زمانہ کے بعد فلسطین کو اپنا مستقر بنایا۔ حدیث میں حضرت عبادہؓ بعض اولیات کے موجد ہوئے صحابہ کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ تک سلسلۂ حدیث پہنچانے کا یہ طرز تھا کہ صحابی کہتا تھا کہ میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا لیکن بعض بزرگ ایسے بھی تھے جنہوں نے الفاظ روایت میں وہ مدارج قائم کئے جو بعد میں روایت حدیث کا جزء قرار پاگئے، حضرت عبادہ نے بھی ان الفاظ میں ایک اضافہ کیا ایک شخص سے حدیث بیان کی تو فرمایا:

قال رسول الله من في الي في لا اقول حدثني فلان ولا فلان

یعنی رسول اللہ ﷺ نے میرے روبرو فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ سے فلاں فلاں لوگوں نے حدیث بیان کی

اسی طرح ایک مجمع میں خطبہ دیا اور حضرت امیر معاویہ نے ایک حدیث سے انکار کیا تو فرمایا:

اشھد انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں گواہ ہوں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا۔۔۔

اشاعت حدیث کا خاص اہتمام تھا، مجامع وعظ مجالس علم ہر جگہ اس کا چرچار ہتا تھا کبھی گرجے میں جاتے تو وہاں بھی رسول اللہ ﷺ کا کلام مسلمانوں اور عیسائیوں کے گوش گزار کرتے تھے۔

مرویات کی تعداد ۱۸۱ تک پہنچتی ہے جس کے روایت کرنے والے اکابر صحابہ اور نبلاء تابعین ہیں چنانچہ وابستگان نبوت میں حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبد اللہ ، حضرت ابو امامہ ، حضرت سلمہ بن محیق محمود بن ربیع ، حضرت مقدام بن معدیکرب ، حضرت رفاعہ بن رافع ، حضرت اوس بن عبد اللہ ثقفی ، شرحبیل بن حسنہ (رضوان اللہ علیھم اجمعین) اور تابعین باحسان میں عبدالرحمن بن مسیلہ صنابحی ، حطان بن عبداللہ رقاشی، ابوالاشعث صنعانی، جبیر بن نفیر ،جنادہ بن ابی امیہ ،اسود بن ثعلبہ ،عبداللہ بن محیریز،ربیعہ بن ناجد، عطابن یسار ، قبیصہ بن ذویب ، نافع بن محمود بن ربیع ، یعلی بن شداد بن اوس ، ابو مسلم خولانی ، ابوادریس خولانی،

اس مخزن علم سے فیض یاب ہوئے ہیں۔

فقہ میں کمال علمی مسلم تھا اور تمام صحابہؓ اس کا اعتراف کرتے تھے۔

شام کے مسلمانوں کو قرآن اور فقہ کی تعلیم کی ضرورت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اس کام کے لیے انہی کا انتخاب کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے طاعون عمواس کا

خطبہ میں ذکر کیا تو کہا کہ مجھ سے اور عبادہ سے اس مسئلہ میں گفتگو ہو چکی ہے، لیکن بات وہی ٹھیک تھی جو انہوں نے کہی تھی، تم لوگ ان سے فائدہ اٹھاؤ کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ فقیہ ہیں۔

جنادہؓ حضرت عبادہؓ سے ملاقات کو گئے تو بیان کرتے ہیں کہ ''وکان قد تفقة في دين الله '' وہ دین الہی میں فقیہ تھے

اخلاق وعادات:

امراء کے مقابلہ میں حق گوئی، حضرت عبادہؓ کے تاج فضیلت کا طرہ رہی ہے وہ نہایت جوش سے اس فرض کو ادا کرتے تھے شام گئے اور وہاں بیع وشراء میں شرعی خرابیاں دیکھیں تو ایک خطبہ دیا جس سے مجمع میں ہلچل پڑ گئی، حضرت امیر معاویہ بھی وہاں موجود تھے۔ بولے کہ عبادہ سے حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا اب ان کے طیش کو کون روک سکتا تھا فرمایا کہ مجھے معاویہؓ کے ساتھ رہنے کی بالکل پرواہ نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

یہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کا واقعہ تھا۔ لیکن عہد عثمانی میں جب حضرت امیر معاویہؓ نے دربار خلافت میں شکایت لکھی کہ عبادہؓ نے تمام شام کو بگاڑ رکھا ہے یا تو ان کو مدینہ بلائیے یا میں شام چھوڑ دوں گا امیر المومنین نے جواب میں لکھا کہ ان کو یہاں روانہ کر دو مدینہ پہنچ کر سیدھے حضرت عثمانؓ کے کاشانہ میں پہنچے جہاں صرف ایک شخص تھا جو مہاجر اور تابعی تھا۔ لیکن باہر بہت سے لوگ جمع تھے اندر جا کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے حضرت عثمانؓ کی نظر اٹھی تو حضرت عبادہؓ سامنے تھے پوچھا کیا معاملہ ہے، پیکر حق اب بھی راست گوئی کا وہی جذبہ رکھتا تھا

مجمع سے مخاطب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ میرے بعد امراء منکر کو معروف اور معروف کو منکر سے بدل دیں گے لیکن معصیت میں طاعت جائز نہیں، تم لوگ بدی میں ہر گز آلودہ نہ ہونا۔

حضرت ابوہریرہ نے کسی بات میں دخل دیا تو فرمایا کہ جب ہم نے حضور ﷺ سے بیعت کی تھی، تم اس وقت موجود نہ تھے (پھر تم ناحق بیچ میں پڑتے ہو) ہم نے حضور ﷺ سے ان شرائط پر بیعت کی تھی کہ چستی اور کاہلی میں آپ کا کہنا مانیں گے فراخی اور تنگی میں مالی امداد دیں گے ،اچھی باتیں پہنچائیں گے، بری باتوں سے روکیں گے ،سچ کہنے میں کسی سے نہ دبیں گے ، حضور ﷺ مدینہ تشریف لائیں گے تو مدد کریں گے ،اور جان و مال اور اولاد کی طرح آپ کی نگہبانی کریں گے ،ان سب باتوں کا صلہ جنت کی صورت میں دیا جائے گا پس ہم کو ان باتوں پر پورے طور سے عمل کرنا چاہیے اور جو نہ کرے وہ اپنا آپ ذمہ دار ہے۔

اس فرض امر معروف کو وہ راستہ چلتے بھی ادا کرتے تھے ایک دفعہ کسی سمت جارہے تھے عبداللہ بن زرقیؓ کو دیکھا کہ چڑیاں پکڑ رہے ہیں، چڑیا ہاتھ سے چھین کر اڑادی اور کہا بیٹا یہ حرم میں داخل ہے یہاں شکار جائز نہیں۔

حب رسول اللہ کا یہ عالم تھا کہ بیعت کرنے کے بعد ۲ مرتبہ مکہ جاکر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو کوئی غزوہ اور واقعہ ایسا نہ تھا۔ جس کی شرکت کا شرف انہیں حاصل نہ ہوا ہو انہی وجوہ سے حضور ﷺ کو ان سے خاص محبت تھی۔ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑے تو خود سردار دو عالم عیادت کو آئے انصار کے کچھ لوگ ہم رکاب تھے فرمایا جانتے ہو شہید کون ہے؟ لوگ

خاموش رہے حضرت عبادہؓ نے اپنی بیوی سے کہا ذرا مجھے تکیہ سے لگا کر بٹھاؤ، بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے سوال کا جواب دیا کہ جو مسلمان ہو ہجرت کرے اور معرکہ میں قتل ہو آپ نے فرمایا نہیں اس صورت میں تو شہیدوں کی تعداد بہت قلیل ہو گی، قتل ہونا، ہیضہ میں مرنا، غرق آب ہونا، اور عورت کا زچگی میں مر جانا یہ سب شہادت میں داخل ہے۔

رسول اللہ ﷺ علیل ہوئے تو صبح و شام دیکھنے جاتے تھے آپ نے اسی حالت میں ان کو ایک دعا بتائی اور فرمایا کہ مجھ کو جبرئیل علیہ السلام نے تلقین کی تھی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقب سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امراءالقیس بن عمرو بن امراءالقیس الاکبر بن مالک الاغر ابن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر والدہ کا نام کبشہ بنت واقد ابن عمر بن اطنابہ تھااور خاندان حارث بن خزرج سے تھیں جو حضرت عبداللہؓ کا پدر اعلی تھا۔ حضرت عبداللہؓ بڑے رتبہ کے شخص تھے ان کے تذکرے میں ہے۔

كان عظيم القدر في الجاهليت والاسلام

یعنی وہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں کبیر المنزلت تھے۔

اسلام:

لیلۃ العقبہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور بنو حارثہ کے نقیب بنائے گئے۔

غزوات اور دیگر حالات:

حضرت مقداد بن اسود کندیؓ سے رشتہ اخوت قائم ہوا۔

بدر میں شریک تھے اور غزوہ ختم ہونے کے بعد اہل مدینہ کو فتح کی بشارت انہی نے سنائی تھی، غزوہ خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے رجز کے اشعار پڑھ رہے تھے

اللهم لولا انت ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

خداوندا! اگر تیری مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ زکوۃ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سکینة علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

تو تو ہم پر اپنی تسکین نازل فرمااور معرکہ میں ہم کوثابت قدم رکھ

ان الأولی قد بقوا علینا اذا اراد و افتنة ابینا

جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے جب وہ فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم اس کا انکار کریں گے،

حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی موجود تھے۔

اسیر بن زارم ابورافع کے بعد خیبر کا حاکم بنایا گیا تھااور اسلام کی عداوت میں اس کا پورا جانشین تھا۔ چنانچہ اس نے غطفان میں دورہ کرکے تمام قبائل کو آمادہ کیا حضور ﷺ کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو رمضان ۶ ہجری میں عبداللہ بن رواحہؓ کو ۳۰ آدمیوں کے ساتھ خیبر روانہ فرمایا، عبداللہؓ نے خفیہ طور سے اسیر کے تمام حالات معلوم کیے اور حضور ﷺ کو آکر خبر دی آپ نے اس کے قتل کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو مقرر فرمایااور ۳۰ آدمی ان کی ماتحتی میں دیئے۔

حضرت عبداللہؓ اسیر سے ملے تو کہا کہ ہم کو امان دو تم سے ایک بات کہنے آئے ہیں بولا کہو حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور کہا کہ آپ کا ارادہ ہے کہ تم کو خیبر کا رئیس بنادیں، لیکن اس کے لیے خود تمہارا مدینہ چلنا ضروری ہے وہ باتوں میں آگیااور ۳۰ یہودیوں کو لے کر ان کے ساتھ ہو گیا۔ راستہ میں انہوں نے ہر یہودی پر ایک مسلمان کو متعین کیا اسیر کو

کچھ شک ہوا اور اس نے پلٹنے کا ارادہ ظاہر کیا، مسلمانوں نے دھوکہ بازی کے جرم میں سب کی گردنیں اڑا دیں اور یہ اٹھتا ہوا طوفان وہیں دب کر رہ گیا۔

خیبر فتح ہونے کے بعد حضور ﷺ نے پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لیے انہی کو روانہ کیا تھا۔

عمرۃ القضا میں حضور ﷺ مکہ تشریف لے گئے تو وہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے

خلو ابني الكفار عن سبيله خلوا فكل الخير مع رسوله

ان کے راستہ سے ہٹ جاؤ کیونکہ تمام بھلائیاں انہی کے ساتھ ہیں۔۔

نحن ضربنا على تاويله كما ضربناكم على تنزيله

ہم نے تم کو قرآن کی تاویل اور تنزیل پر مارا ہے

ضربا يزيل الهام عن مقيله ويذهل الخليل عن خليله يارب اني مومن بقيله

جس سے سر دھڑ سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور دوست دوستی بھول گئے ہیں خدایا میں حضور کے اقوال پر ایمان رکھتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا، ہو نہ ہو خدا کے حرم اور رسول اللہ ﷺ کے رو برو شعر پڑھتے ہو۔

حضور ﷺ بولے! عمر میں سن رہا ہوں خدا کی قسم! ان کا کلام کفار پر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے۔ اس کے بعد ان سے فرمایا کہ تم کہو لا اله الا الله وحده، نصر عبده واعز جنده وهزم الاحزاب وحده

ابن رواحہؓ نے اس کو کہا تو تمام صحابہ نے آواز ملا کر اس کو ادا کیا جس سے مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں

غزوہ موتہ اور شہادت:

جمادی الاولی ۸ ہجری میں غزوہ موتہ ہوا حضور ﷺ نے بصریٰ کے رئیس کے پاس ایک نامہ بھیجا تھا راستہ میں موتہ ایک مقام ہے وہاں ایک غسانی نے نامہ بر (سفیر) کو قتل کر دیا، سفیر کا قتل اعلان جنگ کا پیش خیمہ ہوتا ہے اس بناء پر حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو تین ہزار آدمی زید بن حارثہؓ کی زیر امارت موتہ روانہ کئے اور یہ فرمایا کہ زیدؓ قتل ہو جائیں تو جعفر امیر لشکر ہیں اور ان کے بعد ابن رواحہؓ سردار ہیں، اور اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو جس کو مسلمان مناسب سمجھیں امیر بنالیں۔

لشکر تیار ہوا تو ثنیتہ الوداع تک حضور ﷺ نے خود مشایعت کی رخصت کے وقت اہل مدینہ نے یک زبان ہو کر کہا خدا آپ لوگوں کو صحیح سالم اور کامیاب واپس لائے حضرت ابن رواحہ کی یہ آخری ملاقات تھی رونے لگے لوگوں نے کہا رونے کی کیا بات ہیے؟ کہا مجھے دنیا کی محبت نہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ان منکم الا واردھا کان علی ربك حتماً مقضیا (یعنی ہر شخص کو جہنم میں جانا ہے) اس بناپر یہ فکر ہے کہ میں جہنم میں داخل ہو کر نکل بھی سکوں گا؟ سب نے تسکین دی اور کہا کہ خدا آپ سے پھر ملاوے گا۔ اس وقت حضرت ابن رواحہؓ نے فرمایا

لکنی اسئل الرحمن مغفرة　　　وضربة ذات فرغ تقذف الزبدا

لیکن میں خدا سے مغفرت اور ایک وار کا طالب ہوں جو کاری لگے

أو طعنة بيدى حران بجهزة   بحربة تنقذ الاحشاء والكبدا

یا ایک نیزہ جو جگر تک چبھ جائے

حتى يقولوا اذا مروا على جدتى   يا ارشد الله من غاز وقد رشدا

"یہاں تک کہ قبر پر گزرنے والے پکار اٹھیں کہ کیسا اچھا غازی تھا"

اس کے بعد حضور ﷺ سے ملنے آئے آپ نے الوداع کہا ادھر مدینہ سے مسلمان روانہ ہوئے ادھر دشمن کو خبر ہو گئی اس نے ہرقل کو خبر کر کے ۲ لاکھ آدمی جمع کر لیے مسلمانوں نے شام پہنچ کر معان میں دو رات قیام کیا اور یہ رائے قرار پائی کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دینی چاہیے عبداللہ بن رواحہؓ نے نہایت دلیری سے کہا کہ کچھ پرواہ نہیں ہم کو لڑنا چاہیے چنانچہ معان سے چل کر موتہ میں پڑاؤ ڈالا اور یہاں مشرکین سے مقابلہ ہو گیا، مسلمان صرف ۳ہزار تھے اور مشرکین کی طرف آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا میدان کارزار گرم ہوا پہلے زید بن حارثہؓ نے گھوڑے سے اتر کر آتش جنگ مشتعل کی اور نہایت جانبازی سے مارے گئے پھر جعفر نے علم اٹھایا اور نہایت بہادری سے شہادت حاصل کی

اس کے بعد عبداللہ بن رواحہؓ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے:

يا نفس ان لم تقتلى تموتى   ان تسلمى اليوم فلن تفوتي

اے نفس اگر قتل نہ ہوا تو بھی مرے گا اگر آج باقی ہے تو آئندہ فوت ہو گا

او تبتلى فطال ما عوفت

یا عافیت کی درازی میں تیری آزمائش ہو گی

هذه حياض الموت قد خلت   وما تمنيت فقدا عطبت

اس لیے موت کے حوض خالی ہو رہے ہیں اور جو تیری تمنا تھی مل رہی ہے

پھر کہا اے نفس ! بیوی بچے اور مکان کا خیال فضول ہے وہ سب آزاد ہیں، مکان اللہ اور رسول ﷺ کا ہے دل کو سمجھا کر جھنڈا اٹھایا اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آ گئے

یا نفس مالك تكرهين الجنة اقسم بالله لتنزلنه

"اے نفس جنت میں جانے سے کراہیت کیوں ہے خدا کی قسم تو ضرور اس میں داخل ہو گا"

طائعة أولتك هنه فطالما قد كنت مطمئنه

خواہ برضا و رغبت خواہ جبر سے تو نہایت مطمئن تھا حالانکہ

هل انت الا نطفة في شنه قد اجلب الناس وشدواله نه

تو مشک کا صاف پانی ہے (جو لوگوں کی پیاس بجھانے کے لیے ہے) اب لوگ پیاسے ہیں اور چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہیں۔

نیزہ لے کر حملہ کیا اسی اثنا میں ایک کافر نے اس زور سے نیزہ مارا کہ دونوں لشکروں کے درمیان پچھڑ گئے خون چہرہ پر ملا اور پکارے مسلمانو! اپنے بھائی کے گوشت کو بچاؤ یہ سن کر تمام مسلمان ان کو گھیرے میں لے کر مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور روح مطہر ملاء اعلیٰ کو پرواز کر گئی انا لله وانا اليه راجعون

شہادت سے قبل موتہ میں ایک شب یہ اشعار پڑھ رہے تھے

اذا اونيتنى و حملت رحلى مسيرة اربع بعد الحاء

فشانك فانعمى وخلاك ذم ولا ارجع الى اهلي ورائي

وجاء المومنون وخلفوني بارض الشام مشهور الشراء

وردك كلي ذى نسب قريب الى الرحمن منقطع الاخاء

هنالك لا ابالي طلع بعل ولا نخل اسافلها رواء

زید بن ارقمؓ نے سنا تو رونے لگے انہوں نے درہ اٹھایا اور کہا اس میں تمہارا کیا نقصان؟ خدا مجھ کو شہادت نصیب کرے گا تو آرام سے گھر جانا۔

حضور ﷺ کو وحی کے ذریعے سے دم دم کی خبریں مل رہی تھیں اور آپ مجمع کے سامنے بیان کر رہے تھے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خبر بیان کر کے خاموش ہو گئے، انصار آپ کی خاموشی سے سمجھ گئے کہ شاید حضرت ابن رواحہؓ شہید ہوئے تھوڑی دیر سکوت کے بعد بادیدہ پر نم فرمایا کہ پھر ابن رواحہؓ نے شہادت پائی انصار اس خبر کے کب متحمل ہو سکتے تھے تاہم آہ وزاری اور نالہ وفریاد کے بجائے صرف حقیقی حزن و ملال پر اکتفا کیا گیا کہ یہ بھی اس شہید ملت کی ایک وصیت تھی۔

ایک مرتبہ بے ہوش ہو گئے تھے، بہن نے جن کا نام عمرہؓ تھا نوحہ کیا کہ ہائے میرا پہاڑ ہائے ایسا ہائے ویسا افاقہ ہوا تو فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہی تھیں مجھ سے اس کی تصدیق کرائی جاتی تھی کہ کیا تم ویسے تھے؟ اس بناء پر وفات کے وقت سب نے صبر کیا صحیح بخاری میں ہے۔ فلما مات لم تبك عليه یعنی جب انہوں نے شہادت پائی تو نوحہ اور بین نہیں کیا گیا۔

اولاد:

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے موتہ روانہ ہوتے وقت بیوی بچے موجود تھے لیکن صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ فقتل ولم يعقب یعنی ان سے نسل نہیں چلی۔

ان کی بیوی کے متعلق استیعاب میں عجیب قصہ منقول ہے انہوں نے ایک خاص بات پر ان سے کہا کہ تم اگر پاک ہو تو قرآن پڑھو اس وقت ابن رواحہ ؓ کو عجیب چال سوجھی اور بر وقت چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

”میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے اور کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور عرش پانی کے اوپر تھا اور عرش پر جہاں کا پروردگار اور اس عرش کو خدا کے مضبوط فرشتے اٹھاتے ہیں“

چونکہ وہ قرآن پڑھتی تھیں، سمجھیں کہ آیتیں پڑھ رہے ہیں بولیں کہ خدا سچا ہے اور میری نظر نے غلطی کی تھی میں نے ناحق تم پر تہمت لگائی زن وشوئی کے تعلقات بھی کیسے عجیب ہوتے ہیں لونڈی سے ہم بستری کرنے پر بیوی کے غیظ و غضب سے بچنے کا حضرت عبداللہ نے یہ طرز اختیار کیا

فضل وکمال:

اس عنوان میں دو چیزیں قابل ذکر ہیں، کتابت اور شاعری۔ حضور ﷺ کے کاتب تھے لیکن یہ معلوم نہیں کہ لکھنا کب سیکھا تھا؟ شاعری میں مشہور تھے اور دربار رسالت کے شاعر تھے۔ کفار ومشرکین کو عار دلانا ان کا موضوع تھا

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں

دربار نبوی کے شعراء حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبداللہ ابن رواحہ تھے' تو حضرت کعب بن مالک ؓ کافروں کو لڑائی سے ڈراتے تھے اور حسان حسب نسب پر چوٹ کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ ان کو کفر کا عار دلایا کرتے تھے یعنی حضور ﷺ کے تین شاعر تھے حضرت حسان ؓ، حضرت کعب ؓ، حضرت ابن

رواحہؓ، اول الذکر نسب پر طعن کرتے تھے دوسرے لڑائی سے دھمکاتے اور تیسرے کفر پر غیرت دلاتے تھے۔

شعر فی البدیہہ کہہ سکتے تھے ایک روز مسجد نبوی کی طرف نکلے حضور ﷺ صحابہ کی جماعت کے ساتھ تشریف فرماتھے ان کو بلایااور فرمایا کہ مشرکین پر کچھ کہوانہوں نے اس مجمع میں کچھ اشعار کہے۔

حضور ﷺ نے سنا تو مسکرائے اور فرمایا خدا تم کو ثابت قدم رکھے۔

حدیث میں چند روایتیں ہیں جو حضرت ابن عباس، حضرت اسامہ بن زید، حضرت انس بن مالک، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت ابو ہریرہ کے واسطہ سے مروی ہیں، خود حضور ﷺ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایتیں کیں۔

اخلاق وعادات:

نہایت زاہد عابد اور مرتاض تھے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا عبد اللہ بن رواحہؓ پر رحم کرے وہ انہی مجلسوں کو پسند کرتے تھے جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں، یعنی خدا کی رحمت ہو ابن رواحہ پر وہ ایسی مجلسیں پسند کرتا ہے جس پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں حضرت ابو درداء کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں ابن رواحہؓ کو یاد نہ کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے ملتے تو کہتے کہ آؤ تھوڑی دیر کے لیے مسلمان بن جائیں۔ پھر بیٹھ کر ذکر کرتے اور کہتے کہ یہ ایمان کی مجلس تھی۔

ان کی بیوی کا بیان ہے کہ جب گھر سے نکلتے دو رکعت نماز پڑھتے اور واپس آتے اس وقت بھی ایسا ہی کرتے تھے اس میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔

ایک سفر میں اتنی شدید گرمی تھی کہ آفتاب کی شدت سے لوگ سروں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے ایسی حالت میں روزہ کون رکھ سکتا ہے؟ لیکن حضور ﷺ اور حضرت ابن رواحہ اس حالت میں بھی صائم تھے' جہاد کا نہایت شوق تھا بدر سے لے کر موتہ تک ایک غزوہ بھی ترک نہ ہوا تھا،

اسماء الرجال کے مصنفین اس ذوق و شوق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں۔

یعنی عبداللہؓ غزوہ میں سب سے پہلے جاتے اور سب سے پیچھے واپس ہوتے تھے۔

احکام رسول ﷺ کی اطاعت پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے

حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے حضرت ابن رواحہ پہنچے تو یہ ارشاد زبان پر تھا کہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، مسجد کے باہر تھے اس مقام پر بیٹھ گئے حضور ﷺ خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے یہ خبر پہنچادی فرمایا

خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت میں خدا ان کی حرص اور زیادہ کرے۔

حضور ﷺ سے نہایت محبت تھی اور آپ کو بھی ان سے اُنس تھا۔

بیمار پڑے تو اور ایک دن بے ہوش ہو گئے تو سرور عالم انکی عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا خدایا! اگر ان کی موت آئی ہو تو آسانی کر ورنہ شفاعطا فرما۔

حضور ﷺ کی نعت میں شعر کہا کرتے تھے اور یہ بھی حب رسول کا کرشمہ تھا ایک شعر بہت ہی اچھا کہا اور وہ یہ ہے

لو لم تكن فيه آيات مبينة   كانت بديهته تنبيک بالخبر

(کمافی الاصابہ جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۰۴۴)

" اگر آپ میں کھلی ہوئی نشانیاں نہ بھی ہوں، جب بھی آپ کی صورت خبر (رسالت) دینے کے لیے کافی تھی"

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی کی مجلس میں بیٹھے تھے حضور ﷺ ادھر سے گزرے تو سواری کی گرد اڑ کر مجلس پر پڑی ابن ابی نے کہا کہ گرد نہ اڑاؤ آپ وہیں اتر پڑے اور توحید پر ایک مختصر تقریر کی ابن ابی اب تک مشرک تھا بولا یہ بات تو ٹھیک نہیں، جو کچھ آپ کہتے ہیں، اگر حق ہے تو یہاں آ کر ہم کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ جو آپ کے پاس جائے اس کو خوشی سے ایمان کی دعوت دے سکتے ہیں، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو جوش آ گیا بولے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ضرور فرمائیں ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں

حضرت عاصم بن ثابت ابی افلح رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عاصم نام، ابو سلمان کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے عاصم ابن ثابت بن قیس ابي الافلح بن عصمہ بن نعمان بن مالک بن امہ بن ضبیعہ بن زید بن مالک ابن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

ہجرت سے قبل اسلام لائے۔

غزوات:

بدر میں شریک تھے حضور ﷺ نے پوچھا کیسے لڑو گے؟ تیر و کمان لے کر اٹھے اور کہا کہ جب ۲۰۰ ہاتھ کا فاصلہ ہو گا تو تیر ماروں گا اس سے قریب ہوں گے تو نیزہ اور نزدیک تر ہوں گے تو تلوار کا وار کروں گا، حضور ﷺ نے فرمایا لڑائی کا یہی قاعدہ ہے۔ تم لوگ اسی طرح لڑنا اس غزوہ میں انہوں نے عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا جو قریش میں نہایت ذی رتبہ سمجھا جاتا تھا غزوہ احد میں مسافع بن طلحہؓ اور حارث بن طلحہؓ کو تیر مار کر قتل کیا اور کہا لو میں ابن ابی افلحؓ ہوں، ابو عزہ حجمی گرفتار ہو کر آیا تو آ حضور ﷺ نے حیلہ وفریب کی پاداش میں ان کے حوالے کیا انہوں نے اس کی گردن اڑادی

صفر ۳ ہجری میں حضور ﷺ نے ان کی ماتحتی میں دس آدمی دے کر جاسوسی کے لیے روانہ کیا عسفان اور مکہ کے درمیان ہدہ ایک مقام ہے وہاں پہنچے تو

بنو لحیان کو خبر ہو گئی اس نے سو تیر انداز بھیجے کہ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دیں صحابہ کے پاس مدینہ کے خرمے تھے ان کی گٹھلیاں راستہ میں پڑی تھیں، تیر اندازوں نے کہا یہ ضرور یثرب کے چھوہارے ہیں عاصم رضی اللہ عنہ کو ان کی آمد کا پتہ چلا تو اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے ان لوگوں نے آکر محاصرہ کر لیا اور کہا کہ نیچے اتر آؤ تو جان بخشی کی جائے گی عاصم نے کہا مسلمانو! میں کسی کافر کے ذمہ نہ رہوں گا۔ پھر فرمایا خدایا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری خبر کر دے۔

شہادت:

کفار نے یہ دیکھ کر تیر برسانا شروع کئے جس سے حضرت عاصم نے سات آدمیوں کے ساتھ شہادت پائی قریش کو ان کے قتل ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو نہایت خوش ہوئے کہ عقبہ بن ابی معیط کا قاتل دنیا سے اٹھ گیا، آدمی بھیجے کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ لا کر دکھائیں مصنف استیعاب کا بیان ہے کہ ان کے جسم کو جلا کر قریش آتش انتقام کو سرد کرنا چاہتے تھے عقبہ کے ساتھ طلحہ کے دو بیٹوں کو بھی انہوں نے قتل کیا تھا، ان کی ماں نے جس کا نام سلافہ تھا منت مانی تھی کہ عاصم کا سر ملے گا تو کھوپڑی میں شراب پیوں گی! قریش کو تجارت کا موقع ملا کہ اس کے ہاتھ عاصم رضی اللہ عنہ کا سر فروخت کریں عاصم ؓ نے خدا سے دعا کی تھی کہ مجھے کوئی مشرک نہ چھوئے اور نہ میں ان سے کسی کو مس کروں گا یہ لوگ وہاں پہنچے تو کثرت سے شہد کی مکھیاں دیکھیں لاش کے اٹھانے میں کامیابی نہ ہوئی تو مشورہ کیا کہ رات کو جب مکھیاں نہ ہوں گی اس وقت سر کاٹیں گے اتفاق یہ کہ خوب

بارش ہوئی اس نے سیلاب کی شکل اختیار کر لی اور حضرت عاصمؓ کا جسد اطہر اسی میں بہہ گیا۔

اولاد:

لڑکے کا نام محمد تھا، عرب کا مشہور شاعر احوص انہی کا بیٹا تھا۔

حضرت عاصمؓ کی بہن جمیلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منسوب تھیں، عاصم بن عمرؓ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

اخلاق:

جوش ایمان، حب رسول، پاکبازی اور بہادری کے عظیم الشان اوصاف حضرت عاصمؓ کی سیرت کے جلی عنوانات ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

عبداللہ نام، ابو جابر کنیت، بنی سلمہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ ابن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج۔

قبیلہ سلمہ میں نہایت ممتاز شخص تھے۔

بعثت نبوی کے تیرھویں سال ایام حج میں اہل مدینہ کا ایک قافلہ جو تعداد میں ۵۰۰ آدمیوں پر مشتمل تھا، مکہ چلا عبداللہؓ بھی اس میں شامل تھے اور اوس و خزرج کے وہ افراد جنہوں نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور خفیہ مسلمان تھے وہ بھی ساتھ تھے کسی نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کریں گے آپ ہمارے سردار اور ہم میں نہایت معزز آدمی ہیں، بہتر ہے کہ آپ ہمارا ساتھ دیجیے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ آپ جیسا ذی رتبہ شخص جہنم کا ایندھن بنے۔

حضرت عبداللہؓ پر ان باتوں کا خاص اثر پڑا اور صدق دل سے اسلام لانے پر آمادہ ہو گئے۔

انہی ایام میں بیعت عقبہ ہوئی، حضرت عبد اللہؓ بھی شریک ہوئے اور حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا فخر حاصل کیا۔ حضور ﷺ نے ان کو بنو سلمہ کا نقیب بنایا۔

غزوات:

غزوہ بدر میں شریک تھے اور غزوہ احد میں کہ ۳ ہجری میں ہوا تھا، شرف شرکت کے ساتھ شہادت کے لازوال فخر سے بھی بہرہ اندوز ہوئے۔

وفات:

غزوہ کا وقت آیا تو ایک رات حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا بیٹا! میرا دل کہہ رہا ہے کہ اس غزوہ میں سب سے پہلے میں شہید ہوں گا میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ عزیز تم ہو تم کو میں گھر پر چھوڑتا ہوں اپنی بہنوں سے اچھا برتاؤ کرنا اور میرے اوپر جو کچھ قرض ہے اس کو ادا کر دینا۔

دن کو معرکہ کارزار گرم ہوا اور حضرت عبداللہؓ نے داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت حاصل کی صحابہ میں سب سے پہلے وہ شہید ہوئے اسامہ بن اعور بن عبید نے قتل کیا اور پھر مشرکین نے نعش مبارک کا مثلہ کیا۔

لاش کپڑا اڈال کر لائی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دی گئی، حضرت جابرؓ کپڑا ہٹا کر منہ کھولتے اور زار و قطار روتے تھے خاندان سلمہ کے بہت سے آدمی جمع تھے اور جابر رضی اللہ عنہ کو منع کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر کپڑا ہٹوا دیا بہن جو پاس ہی کھڑی تھیں ایک چیخ ماری۔ پوچھا کس کی آواز ہے لوگوں نے کہا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بہن کی۔

دفن کرنے کو لے چلے تو بہن نے جس کا نام فاطمہ تھا، رونا شروع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم رو یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا فرشتے پروں سے سایہ کیے تھے۔

قبر میں دو دو آدمی ساتھ دفن کیے گئے۔ صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے، کہ میرے باپ اور چچا کو ایک چادر میں کفن دیا گیا، لیکن دوسری کتابوں میں عمرو بن جموحؓ کا نام مذکور ہے جو حضرت عبداللہ کے بھائی نہیں بلکہ بہنوئی تھے۔ چھ مہینہ کے بعد حضرت جابر نے ان کو اس قبر سے نکال کر دوسری قبر میں دفن کیا کان کے سوا تمام جسم سالم تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی دفن ہوئے ہیں
اس واقعہ کے ۴۶ برس کے بعد ایک سیلاب آیا، جس نے قبر کھول دی لاش بجنسہ باقی تھی یہ روایت موطا میں مذکور ہے۔

اولاد:

حضرت جابرؓ کے علاوہ نو لڑکیاں چھوڑیں جن میں ۶ بہت چھوٹی تھیں۔

قرض:

قرض بہت زیادہ تھا، صحیح بخاری میں اس کا تذکرہ موجود ہے حضرت جابرؓ نے ادا کیا اس کی تفصیل ہم حضرت جابرؓ کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔

فضائل:

مکارم و محاسن کے لحاظ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ میں داخل ہیں، بنو سلمہ میں اشاعت اسلام کے لیے انہوں نے جو کوشش اور سر گرمی ظاہر کی اور پھر خدا کی راہ میں جس طرح اپنے کو قربان کیا اس کا اعتراف خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھا۔ سنن نسائی میں ہے۔جزی اللہ الانصار عنا خیر الاسیما آل عمرو بن حرام وسعد بن عبادہ یعنی خدا تمام انصار کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے، خصوصاً عبداللہؓ اور سعد بن عبادہؓ کو۔

جامع ترمذی میں روایت آئی ہے کہ واقعہ احد کے بعد حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو پریشان دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کی باپ قتل ہوئے اور بہت سے بچے چھوڑ گئے انہی کی فکر دامن گیر ہے فرمایا ایک خوشخبری سنو خدا کسی سے بے پردہ گفتگو نہیں کرتا، لیکن تمہارے باپ سے بالمشافہ گفتگو کی اور فرمایا جو مانگو دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا میری یہ تمنا ہے کہ ایک مرتبہ دنیا میں جا کر پھر شہید ہوں ارشاد ہوا کہ یہ کہاں ہو سکتا ہے؟ جو دنیا سے آتا ہے وہ واپس نہیں جا سکتا، عرض کی تو میری نسبت کچھ وحی بھیج دیجئے اس وقت حضور ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء الخ یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

حضرت عبداللہؓ کے لیے اس سے زیادہ اور کیا چیز قابل فخر ہو سکتی ہے کہ ان کی وفات کو ۱۴۴۶ھ سال کی مدت گزر چکی ہے تاہم ان کا نام آج بھی زندہ ہے اور تا ابد زندہ رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبداللہ نام ہے اور قبیلہ حبلی سے ہیں جو خزرج کا نہایت معزز خاندان تھا سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم ابن غنم بن عوف بن خزرج

حبلی سالم کا لقب تھا جو اس خاندان کا مورث اعلیٰ تھا، وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا پیٹ بہت بڑا تھا۔

مالک نے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا پر دادا تھا قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت سلول نامی سے شادی کی تھی، اس سے ابی پیدا ہوا جو عبداللہ ابو حباب کا باپ ہے۔

عبداللہ ابو حباب (جو ابن ابی بن سلول کے نام سے مشہور ہے) قبیلہ خزرج کے ممتاز ترین افراد میں تھا۔ اس کے اثر اور زور قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اسلام سے قبل مدینہ کا تخت و تاج اسی کے سپرد کرنے کی تجویز تھی، اوس و خزرج دیرینہ عداوتوں کے سبب سے باہم سخت مختلف تھے تاہم اس کے تخت نشین کرنے پر سب کا اتفاق تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے فرزند ارجمند ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ ابن ابی عقل مند، دور اندیش، اور صاحب تدبیر ہونے کے باوجود شرف ایمان سے محروم رہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور خلافت الٰہی کی بنیاد قائم کی تو رشک و منافست کا عجیب منظر در پیش تھا، ابن ابی اور اس کے چند ہم خیال اسلام کی اس ترقی کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے جوں جوں رسول اللہ

ﷺ کا اقتدار بڑھتا تھا یہ گروہ اس کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔
آخر مسلمانوں کے غلبہ اور زور کی وجہ سے ابن ابی کو سر اطاعت خم کرنا پڑا اور اپنی جماعت کے ساتھ منافقانہ مسلمانوں کے زمرے میں داخل ہو گیا اور منافقین کا سرغنہ بنا۔

اسلام:

لیکن ابن ابی کا اثر ان کے بیٹے پر بالکل نہیں پڑا وہ ہجرت سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔

غزوات:

غزوہ بدر میں شریک ہوئے احد میں آگے کے دو دانت جنہیں ثنیہ کہا جاتا ہے ٹوٹ گئے تھے حضور ﷺ نے فرمایا تم سونے کے دانت بنوالو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ناک اڑ گئی تھی تو سونے کی ناک بنوائی تھی، لیکن یہ صحیح نہیں، مصنف اسد الغابہ نے اس کی تصریح کر دی ہے۔
غزوہ تبوک میں کہ ۹ ہجری میں ہوا ایک انصاری اور مہاجر کے جھگڑے میں ابن ابی نے کہا تھا لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الأعز منها الاذل یعنی مدینہ پہنچ کر بلند پایہ لوگ ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اٹھ کر کہا اگر اجازت ہو تو اس منافق کا سر اڑا دوں کہ حضور ﷺ نے ممانعت فرمائی۔
حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ میرے باپ نے آپ کو ذلیل کہا خدا کی قسم! وہ خود ذلیل ہے اس کے بعد کہا کہ اگرچہ تمام خزرج میں مجھ سے زیادہ اپنے باپ

کا کوئی مطیع نہیں، تاہم اگر آپ انہیں قتل کرانا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیجیے میں قتل کیے دیتا ہوں، لیکن اگر کسی دوسرے مسلمان نے ان کو قتل کیا تو اپنے باپ کے قاتل کو میں دیکھ نہیں سکتا، لامحالہ اس کو قتل کر دوں گا اور ایک مسلمان کے مارنے سے جہنم کا مستوجب ہوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرا قتل کرانے کا بالکل ارادہ نہیں، لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کراتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے گفتگو کر کے سڑک پر آکر کھڑے ہو گئے ابن ابی نکلا تو اونٹ سے اتر پڑے اور کہا" تم اقرار کرو کہ میں ذلیل اور محمد عزیز ہیں، ورنہ میں آگے نہ بڑھنے دوں گا۔ پیچھے حضور ﷺ تشریف لا رہے تھے باپ بیٹے کی گفتگو سن کر فرمایا ان کو چھوڑ دو خدا کی قسم یہ جب تک ہم میں موجود ہے ہم اس سے اچھا برتاؤ کریں گے غزوہ تبوک کے بعد ابن ابی نے وفات پائی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی کہ اپنی قمیض اتار دیجیے میں اس میں ان کو کفن دوں گا اور ان کے لیے استغفار کیجئے حضور ﷺ دو کرتے زیب تن کیے ہوئے تھے حضرت عبداللہ نے نیچے کا کرتہ پسند کیا کہ حضور ﷺ کا پسینہ اسی میں جذب ہوتا تھا ارشاد ہوا کہ جنازہ تیار ہو تو مجھے خبر کرنا میں نماز پڑھاؤں گا۔

قبر میں اتارے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے قبر سے نکلوایا اور اپنے گھٹنوں پر رکھ کر قمیص پہنایا اور لعاب دہن ملا اس کے بعد نماز کے لیے کھڑے ہوئے حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ ! آپ اس پر نماز پڑھیں گے حالانکہ فلاں روز اس نے یہ الفاظ کہے تھے حضور ﷺ نے مسکرا کر فرمایا جاؤ اپنی جگہ پر کھڑے رہو جب زیادہ اصرار کیا تو ارشاد ہوا کہ خدا نے مجھے اختیار دیا

ہے اگر ۷۰ مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے میں اس کی مغفرت ہو جائے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔

نماز سے فارغ ہوئے تو تھوڑی دیر میں چند آیتیں نازل ہوئیں جن میں ایک یہ تھیولا تصل علی احد منهم مات ابدایعنی ان لوگوں کے جنازہ کی ہر گز نماز نہ پڑھو۔ وحی الہی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید کی تو ان کو اپنی جسارت پر نہایت تعجب ہوا

وفات:

حضرت عبداللہؓ نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی یہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔

فضل وکمال:

فضلائے صحابہ میں تھے حضرت عائشہ ان سے حدیث روایت کرتی ہیں لکھنا جانتے تھے اور کبھی کبھی وحی بھی لکھتے تھے۔

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عتبان نام، قبیلہ سالم سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے عتبان بن مالک بن عمرو بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عمرو بن عوف بن خزرج۔

قبا کے قریب مکان تھا اور اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات اور دیگر حالات:

صاحب طبقات کے قول کے مطابق حضرت عمرؓ سے اخوت تھی، غزوہ بدر میں شریک تھے جب نابینا ہوئے تو باقی غزوات میں شرکت نہ کر سکے۔

مسجد بنی سالم کے امام تھے مسجد اور مکان کے درمیان ایک وادی پڑتی تھی بارش ہوتی تو تمام پانی وہاں جمع ہو جاتا نظر کمزور تھی پانی میں سے ہو کر مسجد تک جانا نہایت دشوار تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ ایسی حالت میں گھر میں نماز پڑھتا ہوں آپ کسی روز میرے ہاں تشریف لا کر نماز پڑھ دیں تو اس کو سجدہ گاہ بنالوں، فرمایا بہتر ہے میں آؤں گا دوسرے دن حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ تشریف لائے اور اجازت لے کر اندر داخل ہوئے پوچھا تم کہاں نماز پڑھنا چاہتے ہو انہوں نے وہ مقام جہاں ہمیشہ نماز پڑھتے تھے بتا دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں دو رکعتیں ادا کیں اس کے بعد تھوڑی دیر توقف فرمایا اور گوشت تناول فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ نابینا ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اب

مکان میں نماز پڑھ سکتا ہوں ارشاد ہوا کہ اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ چونکہ اذان سنتے تھے اس لیے حضور ﷺ نے اجازت نہیں دی۔ منصب امامت پر اخیر عمر تک فائز رہے حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ۵۲ھ میں قسطنطنیہ پر حملہ ہوا تھا، محمود بن ربیع اس غزوہ سے واپس ہو کر مدینہ آئے تو ملاقات ہوئی ان کا بیان ہے کہ اس وقت بہت بوڑھے ہو گئے تھے نابینا تھے اور ابھی مسجد کی امامت کرتے تھے۔

وفات:

اسی زمانہ میں اس دنیا فانی سے رحلت فرمائی۔

فضل وکمال:

صحیحین، مسند ابن حنبل اور مسند ابوداؤد، طیالسی میں ان کی حدیثیں ہیں حضور ﷺ کے زمانہ میں قرآن اور حدیث سننے کے لیے خاص اہتمام کیا تھا، قبا میں رہنے کی وجہ سے مدینہ ۳-۲ میل دور جانا پڑتا اس بنا پر حضرت عمرؓ تک پہنچاتے تھے دوسرے دن حضرت عمرؓ آتے اور واپس جا کر ان کو تمام واقعات بتاتے تھے۔

ان کے مکان کا قصہ جو تمام حدیثوں میں مذکور ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ اس کو کنوز حدیث میں شمار کرتے تھے اور اپنے بیٹے ابو بکرؓ کو اس کے یاد رکھنے کی تاکید کرتے تھے۔

اخلاق:

تقدس اور حب رسول، مصحف اخلاق کے آیات بینات ہیں حضور ﷺ کے

زمانہ میں کسی قوم کی امامت کرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں، معاذ بن جبلؓ اور سالمؓ مولی ابی حذیفہؓ جیسے اساطین امت مسجدوں کی امامت پر سرفراز ہوتے تھے، حضرت عتبانؓ کے لیے یہ شرف کیا کم ہے کہ عہد نبوت میں ان کو امامت کا لازوال فخر حاصل تھا۔

حب رسول میں یہ واقعہ کسی درجہ حیرت انگیز ہے کہ نابینا اور معذور ہونے کے باوجود صرف فرمان نبوت کی وجہ سے مسجد جا کر پنجگانہ نماز ادا کرتے تھے اور نابینا ہو کر جماعت کے پابند تھے۔

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عباد نام، ابو بشر ابو رافع کنیت، قبیلہ عبد الاشہل سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج ابن عمرو (بنت) بن مالک بن اوس۔

مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر ایمان لائے۔

غزوات اور عام حالات:

حضرت ابو حذیفہ بن عتبہؓ سے بھائی چارہ قائم ہوا، بدر میں شریک تھے غزوہ احد اور تمام غزوات ومشاہد میں نمایاں حصہ لیا۔

کعب بن اشرف کے قتل میں محمد بن مسلمہؓ کے ساتھ شریک تھے۔ اور بھی چند اشخاص تھے جن میں بعض کے نام یہ ہیں ابو عبس بن جبرؓ، ابو نائلہ سلکان بن سلامہؓ، حارث ابن اوس ابن معاذؓ، اس واقعہ میں چونکہ غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی تھی اور اسلام کے ایک بڑے دشمن کا خاتمہ ہوا تھا اس لیے فرط مسرت میں چند شعر کہے جن کو صاحب استیعاب نے نقل کیا ہے۔

اصل واقعہ محمد بن مسلمہؓ کے حالات میں آئندہ لکھیں گے ان اشعار سے کسی قدر تفصیل معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ عباد بن بشرؓ نے اس کو دو مرتبہ آواز دی اور کہا زرہ رہن رکھنے آئے ہیں وہ جلدی سے باہر آیا محمد بن مسلمہؓ نے گردن پکڑ کر تلوار کا وار کیا اور ابو عبس نے مار کر کونہ میں ڈال دیا اس جماعت کی کل تعداد ۵

تھی۔ ۵ھ میں خندق کا معرکہ پیش آیا اس میں وہ حضور ﷺ کے خیمہ کا چند انصار کے ساتھ ہر رات پہرہ دیتے تھے۔

حدیبیہ میں کہ ۶ھ میں قریش نے حضور ﷺ کی آمد کی خبر سن کر خالد بن ولیدؓ کو ۲۰۰ سواروں کے ساتھ آگے بھیجا تھا اس موقع پر عباد بن بشرؓ ۲۰ سواروں کے ساتھ خالد کے سامنے پڑے تھے۔

غزوہ طائف کے بعد محرم ۹ھ میں حضور ﷺ نے سلیم اور مزنیہ میں صدقات کا عامل بنا کر بھیجا۔

اسی سنہ میں بنی مصطلق میں بھی عامل صدقات ہو کر گئے اور دس روز رہ کر واپس آئے یہاں صدقات وصول کرنے کے علاوہ اسلام کی تبلیغ بھی کرتے تھے، یعنی قرآن پڑھاتے تھے اور احکام شریعت کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ تمام کام انہوں نے نہایت خوبی سے انجام دیئے ابن سعد لکھتے ہیں۔

فلم یعدما امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یضیع حقاً

"یعنی حضور ﷺ نے جو کچھ حکم دیا تھا اس سے سر مو تجاوز نہیں کیا اور کسی حق کو ضائع نہیں کیا۔

غزوہ تبوک میں کہ ۹ھ میں ہوا رات کو تمام لشکر کے گرد گشت لگاتے تھے پہرہ دینے والوں کی ایک خاص تعداد تھی اور یہ ان پر افسر بنائے گئے تھے۔

وفات:

جنگ یمامہ میں کہ ۱۱ھ میں ہوئی نہایت بہادری سے لڑ کر شہید ہوئے اس وقت ۴۵ برس کا سن تھا کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

جنگ یمامہ میں کہ ۱۱ھ میں ہوئی نہایت بہادری سے لڑ کر شہید ہوئے اس وقت ۴۵ برس کا سن تھا کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

فضل وکمال:

حضرت عباد رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں تھے اس بنا پر ان کی حدیثوں کا ہمارے پاس مجموعہ ہونا چاہیے تھا، لیکن اس کے خلاف ان سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں، جن میں ایک ابوداؤد میں ہے، لیکن اصل یہ ہے کہ اس وقت تک اشاعت حدیث کا وقت نہیں آیا تھا، صحابہ کثرت سے ہر جگہ موجود تھے جو خود آغوش نبوت کے پروردہ تھے اس بنا پر بیان روایت اور ترویج حدیث کی ضرورت ہی مفقود تھی۔

اس کے ماسوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تمام عرب میدان جنگ بن گیا تھا، ہر طرف فتنے اٹھ رہے تھے مدعیان نبوت کی الگ سازشیں تھیں، ایسے وقت میں ظاہر ہے کہ کاغذ و قلم کی جگہ تیغ و علم زیادہ ضروری تھے۔

ان فرائض کے بعد جب کبھی سکون واطمینان نصیب ہوتا، دوسرا فرض بھی ادا کرتے تھے چنانچہ بنو مصطلق میں ۱۰ روز رہ کر قرآن مجید پڑھایا اور شریعت کے تمام ضروری مسائل تلقین کیے تھے۔

اخلاق:

جوش ایمان کا نظارہ غزوات میں معلوم ہوتا تھا جانبازی اور سرفروشی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی حفاظت میں رات رات بھر پہرہ دینا اور پھر دن کو شریک جہاد ہونا وہ لازوال سعادت ہے جو بہت کم لوگوں کو میسر آتی ہے۔

یہ شب بیداری میدان جنگ تک محدود نہ تھی یوں بھی عبادت الہی میں رات کا بہت سا وقت صرف ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد پڑھنے اٹھے اور حضرت عباد رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو فرمایا خدا ان کی مغفرت کرے امام بخاری نے تاریخ میں اور ابویعلی نے مسند میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ انصار میں تین شخص سب سے بہتر تھے سعد بن معاذؓ، حضرت اسید بن حضیرؓ، حضرت عباد بن بشرؓ۔

حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

عبد اللہ نام، خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے عبد اللہ بن عتیک بن قیس بن اسود ابن مری بن کعب بن غنم بن سلمہ۔

ہجرت:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات:

غزوہ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے احد اور باقی تمام غزوات میں شریک تھے۔ رمضان ٦ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چار آدمیوں پر امیر بنا کر ابو رافع کے قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا ابو رافع نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف غطفان وغیرہ کو بھڑکا کر بڑی جتھا اکٹھا کر لیا تھا، یہ لوگ شام کے قریب قلعہ کے پاس پہنچے عبد اللہ نے کہا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرو میں اندر جا کر دیکھتا ہوں پھاٹک کے قریب پہنچ کر چادر اوڑھ لی اور حاجت مندوں کی طرح دبک کر بیٹھ گئے دربان نے کہا میں دروازہ بند کرتا ہوں اندر آنا ہو تو آجاؤ اندر جا کر اصطبل نظر پڑا اس میں چھپ رہے۔ ارباب قلعہ کچھ رات تک ابو رافع سے باتیں کرتے رہے اس کے بعد سب اپنے اپنے گھروں میں جا کر سو رہے سناٹا ہوا تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے دربان کو غافل پا کر پھاٹک کھولا اور ابو رافع کی طرف چلے وہ بالا خانہ پر رہتا تھا اور بیچ میں بہت سے دروازے پڑتے تھے یہ جس دروازے سے جاتے اس کو اندر سے بند کر

لیتے تاکہ شور ہونے پر کوئی ابو رافع تک نہ پہنچ سکے ان مراحل کے طے کرنے کے بعد ابو رافع کا بالا خانہ نظر آیا وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ایک اندھیرے کمرے میں سو رہا تھا انہوں نے پکارا ابو رافع! بولا کون؟ جس طرف سے آواز آئی تھی بڑھ کر اسی سمت تلوار ماری، لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا وہ چلایا یہ فوراً باہر نکل آئے تھوڑی دیر کے بعد پھر اندر گئے اور آواز بدل کر کہا ابو رافع کیا ہوا؟ بولا ابھی ایک شخص نے تلوار ماری انہوں نے دوسرا وار کیا، لیکن وہ بھی خالی گیا۔ اس مرتبہ اس کے شور سے تمام گھر جاگ اٹھا انہوں نے باہر نکل کر پھر آواز بدلی اور ایک فریاد رس کی طرح اندر جاکر کہا میں آگیا گھبرانے کی کوئی بات نہیں، وہ چت لیٹا ہوا تھا۔ انہوں نے دیکھ لیا اور اس کے پیٹ میں اس زور سے تلوار کو نچی کہ گوشت کو چیرتی ہوئی ہڈیوں تک جا پہنچی اس کا فیصلہ کر کے جلدی سے باہر بھاگے عورت نے آواز دی کہ لینا جانے نہ پائے، چاندنی رات تھی اور آنکھوں سے نظر کم آتا تھا زینہ کے پاس پہنچ کر پیر پھسلا اور لڑھکتے ہوئے نیچے آرہے پیر میں زیادہ چوٹ لگی تھی تاہم اٹھ کر عمامہ سے پنڈلی باندھی اور اپنے ساتھیوں کو لے کر کوڑے کے ڈھیر میں چھپ رہے۔

ادھر تمام قلعہ میں ہلچل پڑی ہوئی تھی، ہر طرف روشنی کی گئی اور حارث ۳ ہزار آدمی لے کر ڈھونڈنے کے لیے نکلا لیکن ناکام واپس گیا، حضرت عبداللہؓ نے ساتھیوں سے کہا کہ اب تم جاکر رسول اللہ ﷺ کو بشارت سناؤ میں اپنے کانوں سے اس کے مرنے کی خبر سن کر آتا ہوں۔ صبح کے وقت ایک شخص قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر بآواز بلند پکارا کہ ابو رافع تاجر اہل حجاز کا انتقال ہو گیا، عبداللہؓ یہ سن کر نکلے اور بڑھ کر ساتھیوں سے جا ملے اور مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو

خوشخبری سنائی آپ نے ان کا پیر دست مبارک سے مس فرمایا اور وہ بالکل اچھے ہو گئے کہ حضرت عبداللہؓ کے ساتھ چار آدمی اور بھی تھے ان کے نام یہ ہیں عبداللہ ابن انیسؓ، ابو قتادہؓ، اسود بن خزاعی، مسعود بن سنانؓ ۹ھ میں حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ۱۵۰ انصار پر افسر مقرر کر کے بنو طے کا بت توڑنے کے لیے بھیجا تھا اس میں جو کچھ پرانا اسباب اور گائیں ہاتھ لگی تھیں ان کے نگران حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔

وفات:

جنگ یمامہ ۱۱ھ میں شہید ہوئے یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

اولاد:

ایک بیٹے تھے جن کا نام محمد تھا، مسند میں ان کی ایک حدیث موجود ہے۔

حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عباس نام، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے عباس بن عبادہ ابن نضلہ بن مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف ابن خزرج۔
بیعت عقبہ میں شریک تھے انصار بیعت کے لیے مجتمع ہوئے تو انہوں نے کہا بھائیو جانتے ہو تم رسول اللہ سے کسی چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ عرب و عجم سے اعلان جنگ ہے۔ اس میں تم کو بہت سے خطروں کا سامنا ہوگا۔ ذی اثر لوگ مارے جائیں مال تلف ہوگا۔
پس اگر ان مشکلات کا مقابلہ کر سکو تو بسم اللہ کر کے بیعت کر لو ورنہ بیکار دین و دنیا کی ندامت سر پر لینے سے کیا فائدہ؟ انصار نے پوچھا یا رسول اللہ! بیعت کر کے اگر ہم وعدہ وفا کریں تو کیا اجر ملے گا۔ ارشاد ہوا کہ جنت! سب نے کہا تو پھر ہاتھ پھیلائے بیعت ختم ہوئی تو حضرت عباس ابن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ پسند فرمائیں تو ہم یہیں میدان کارزار گرم کر دیں، فرمایا ابھی اس کی اجازت نہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیعت کر کے مکہ میں مقیم ہو گئے، لیکن جب ہجرت کا حکم ہوا تو مہاجرین مکہ کے ہمراہ مدینہ آئے اس بناء پر وہ مہاجری انصاری ہیں، مصنف اصابہ کے نزدیک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان یعنی اصحاب صفہ میں داخل تھے۔

غزوات اور دیگر حالات:

مدینہ آ کر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے کہ اکابر مہاجرین میں سے تھے رشتہ

اخوت قائم ہوا۔ بدر میں شریک نہ تھے۔

وفات:

غزوہ احد میں شریک ہوئے اور لڑ کر شہادت پائی۔

اخلاق:

جوش ایمان اور حب رسول کا نظارہ بیعت عقبہ میں بخوبی ہو چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابو محمد کنیت صاحب الاذان، لقب قبیلہ خزرج سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ بن ثعلبہ بن زید بن حارث ابن خزرج ان کے والد جن کا نام زید بن ثعلبہؓ تھا صحابی تھے۔

اسلام:

بیعت عقبہ میں شامل تھے۔

غزوات اور دیگر حالات:

ا ہجری میں تعمیر مسجد نبوی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلیم نے نماز کے طریقہ اعلان کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا لوگوں نے مختلف رائیں دیں کسی نے کہا کہ نماز کے وقت مسجد پر علم بلند کر دیا جائے کسی نے تجویز پیش کی کہ ناقوس بجایا جائے لیکن اس میں نصاریٰ کی مشابہت تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔ رات کو حضرت عبداللہؓ نے خواب دیکھا کہ ایک شخص ناقوس لیے کھڑا ہے پوچھا بیچو گے؟ بولا کیا کرو گے؟ کہا نماز کے وقت بجائیں گے اس نے کہا اس سے بہتر ترکیب بتاتا ہوں اور اذان بتائی، صبح اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور اس بشارت غیبی کا ذکر کیا۔ فرمایا یہ خواب بالکل سچا ہے تم اٹھ کر بلالؓ کو بتاؤ وہ اذان پکاریں، حضرت بلالؓ نے اذان دی تو حضرت عمرؓ گھر سے چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ خدا کی قسم میں نے بھی خواب میں یہی

الفاظ سنے تھے۔ حضور ﷺ نے دو مسلمانوں کے اس حسن اتفاق پر خدا کا شکر ادا کیا۔

اذان کے بعد جماعت کھڑی ہوئی بلال اقامت کہنا چاہتے تھے کہ حضرت عبداللہؓ نے کہا اقامت میں کہوں گا۔

اذان کے لیے حضرت بلالؓ کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت عبداللہؓ سے زیادہ بلند آواز تھے چنانچہ جامع ترمذی میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت عبداللہؓ سے فرمایا کہ تم بلال کو اذان کے وہ الفاظ بتاؤ تو اس کے ساتھ یہ بھی کہا **فانه اندی وامد صوتا منک**، وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں۔

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اذان جو در حقیقت نماز کا دیباچہ اور اسلام کا شعار اعظم ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی رائے سے قائم ہوئی ہاتف غیب کا رویائے حق حضور ﷺ کا اس کو صحیح سمجھنا اور پھر مسلمانوں میں بالا جماع اس پر عمل در آمد ہونا یہ وہ فضیلت و شرف ہے جس سے حضرت عبداللہؓ قابل رشک ٹھہرتے ہیں۔ اگرچہ دوسرے صحابہ کرام نے بھی اذان کا خواب دیکھا۔

تمام روایتوں سے ثابت ہو گیا کہ اذان کا خواب جس کسی نے بھی پہلے دیکھا ہو لیکن وہ اور اس کی تعبیر جس ذات گرامی سے منسوب ہوئی وہ حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہؓ ہیں اور اسی وجہ سے وہ "صاحب اذان" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اس عظیم الشان فخر سے مفتخر ہونے کے بعد سعادت ابدی کی اور بہت سی راہوں سے بھی بہرہ یاب ہوئے چنانچہ ۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا انہوں نے اس میں شرکت کا شرف حاصل کیا، اس کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

غزوہ مکہ کی شاندار فتح میں بنو حارث بن خزرج کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ نے بکریاں تقسیم فرمائیں، تو یہ پاس ہی کھڑے تھے ان کو کچھ نہ دیا، لیکن قسمت میں ایک لازوال دولت لکھی تھی، آپ نے بال بنوائے تھے کچھ ان کو عنایت کئے باقی اور لوگوں میں تقسیم ہوئے یہ بال جو مہندی سے رنگے ہوئے تھے ان کے خاندان میں تبرکاً محفوظ رہے۔

وفات:

۳۲ھ میں بعمر ۶۴ سال انتقال فرمایا حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی

اولاد:

ایک صاحبزادی تھیں ایک بیٹا تھا جن کا نام محمد تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے تھے۔

فضل وکمال:

امام بخاری نے لکھا ہے کہ ان سے صرف ایک حدیث اذان کے متعلق مروی ہے امام ترمذی بھی اسی کی تائید کرتے ہیں، لیکن حافظ ابن حجر کو ۷-۶ حدیثیں ملی تھیں جن کو انہوں نے علیحدہ ایک جزء میں جمع کر دیا ہے۔ان کے راویان حدیث کے زمرہ میں حسب ذیل نام ہیں، محمد، عبد اللہ بن محمد، سعید بن مسیب، عبد الرحمن بن ابی لیلی۔

اخلاق:

عسرت و تنگی میں خدا کی راہ میں ایثار نفس اخلاق کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے حضرت

عبداللہؓ کے پاس بہت قلیل جائیداد تھی، جس سے وہ اپنے بال بچوں کی پرورش کرتے تھے لیکن انہوں نے کل کی کل صدقہ کر دی ان کے باپ نے حضور ﷺ سے آکر واقعہ بیان کیا آپ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ خدا نے تمہارا صدقہ قبول کیا، لیکن اب باپ کی میراث کے نام سے تم کو واپس کر دیتا ہوں تم اس کو قبول کر لو۔

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن ابن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج ماں کا نام ام عمارہ تھا۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی، مشہد بیعت رضوان میں موجود تھے جنگ یمامہ میں نہایت نمایاں حصہ لیا، مسلیمہ کذاب مدعی نبوت نے ان کے بھائی حبیب ابن زیدؓ کو قتل کرادیا تھا، حضرت عبداللہؓ وقت کے منتظر تھے جنگ یمامہ میں خوش قسمتی سے موقع مل گیا، پہلے حضرت وحشیؓ نے مسیلمہ کو تیر مارا پھر حضرت عبداللہؓ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا اور قتل کر دیا۔

وفات:

۶۳ھ میں خود قتل ہوئے یزید بن معاویہ کی خلافت سے تمام مدینہ بیزار تھا اس بنا پر اس کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاریؓ نے تمام شہر سے جہاد پر بیعت لینا شروع کی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو پوچھا بیعت کی شرط کیا

ہے؟ جواب ملا موت بولے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی سے اس شرط پر بیعت نہیں کر سکتا۔

لیکن چونکہ یہ حق و باطل کا معرکہ تھا اپنے دو بیٹوں کے ساتھ میدان میں پہنچے اور وہیں شہادت حاصل کی۔

اس وقت بقول واقدی وہ ۷۰ برس کے تھے لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں غزوہ احد میں ان کی شرکت مسند میں بالتصریح مذکور ہے اور اسماء الرجال کے تمام مصنفین کا بھی اس پر اتفاق ہے بلکہ بعض نے تو بدر کی شرکت بھی تسلیم کی ہے، غزوہ کی شرکت کے لیے ۱۵ سال کی عمر شرط ہے اس بنا پر وہ احد میں کم از کم پندرہ برس کے ضرور تھے اور اس لیے وفات کے وقت ان کی عمر ۷۵ سال ٹھہرتی ہے۔

اولاد:

دو لڑکے تھے خلاد اور علی حرہ میں شہید ہوئے۔

فضل و کمال:

چند حدیثیں روایت کیں، راویوں کے نام یہ ہیں، عباد بن تمیم (بھتیجے تھے) سعید بن مسیب، یحییٰ بن عمارہ، واسع بن حیان، عبادہ بن حبیب، ابو سفیان مولی ابن ابی احمد

اخلاق:

حب رسول ﷺ کا یہ منظر ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ان کے مکان پر تشریف لے گئے وہ پانی لائے اور آپ نے وضو کیا آپ نے جس طرح وضو کیا تھا

انہوں نے یاد کر لیا چنانچہ ایک زمانہ کے بعد جب لوگوں نے حضور ﷺ کے وضو کی کیفیت پوچھی تو خود اسی طرح وضو کر کے بتلایا۔

حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابو موسیٰ کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ ابن یزید بن زید بن حسن بن عمرو بن حارث بن خطمہ بن جشم بن مالک بن اوس۔

والد کا نام یزید تھا صحابیت کے شرف سے ممتاز تھے احد اور مابعد کے غزوات میں شریک ہوئے اور فتح مکہ سے قبل وفات پائی۔

اسلام:

عبداللہؓ اپنے والد کے ساتھ ایمان لائے۔

غزوات:

بیعت رضوان میں شرکت کی اس وقت ۱۷ برس کا سن تھا بعد میں جو غزوات ہوئے ان میں بالالتزام حصہ لیا۔

جسر ابی عبید کے واقعہ میں جو شعبان ۱۳ھ میں ہوا تھا، شکست کی خبر مدینہ لے کر یہی گئے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جو معرکے ہوئے سب میں ان کے ساتھ شریک رہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد میں کچھ دنوں مکہ معظمہ کے امیر تھے لیکن چونکہ مکہ خود حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مستقر خلافت تھا اس لیے نائب کی ضرورت نہ تھی، اس بناپر وہ اس عہدہ سے سبکدوش کر دیئے گئے اور وہیں ٹھہر کے یزید کی وفات کے ۳ ماہ بعد ۶۵ھ میں حضرت ابن زبیر نے ان کو کوفہ کا امیر بنایا اس زمانہ

میں شعبی ان کے کاتب (میر منشی) تھے۔
اس کے بعد کوفہ کی سکونت اختیار کی اور مکان بنوایا۔

وفات:

اسی عہد میں وفات پائی۔

اولاد:

ایک لڑکا موسیٰ اور ایک لڑکی (عدی بن ثابت کی ماں) یادگار چھوڑی۔

فضل وکمال:

فضلائے صحابہ میں تھے اور امیر معاویہ کے زمانہ خلافت میں فقہ و فتاویٰ میں مرجع عام بن گئے۔

بایں ہمہ فضل وکمال ان کے سلسلہ سے صرف ۲۷ روایتیں ہیں، جن میں بعض جناب رسول اللہ ﷺ سے سنی تھیں اور بعض حضرت ابوایوب انصاریؓ، ابن مسعودؓ، قیس بن سعدؓ، ابن عبادہؓ، حذیفہ بن الیمانؓ، زید بن ثابتؓ، براء بن عازبؓ اور حضرت عمرؓ کی کتاب سے روایت کی تھیں۔

راویان حدیث کے سلسلہ میں حسب ذیل حضرات کا نام لیا جا سکتا ہے موسیٰ (بیٹے تھے) عدی بن ثابت (نواسے تھے) محارث بن دثار، شعبی، ابواسحاق سبیعی، محمد بن کعب قرظی، ابن سیرین، ابو بردہ بن ابی موسی، ابو جعفر فراء رحمۃ اللہ علیہم۔

اخلاق:

مصنف اصابہ میں لکھتے ہیں

كان من اكثر الناس صلاة و كان لا يصوم الا يوم عاشوراء

نمازوں کی کثرت میں اپنے اقران سے عموماً ممتاز تھے البتہ روزہ (رمضان کے علاوہ) صرف عاشوراء کے دن رکھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبدالرحمن نام، قبیلہ اوس سے ہیں، عبدالرحمن بن شبل بن عمرو بن زید بن نجدہ ابن مالک بن لوذان بن عمرو بن عوف بن عبد عوف بن مالک بن اوس۔

جاہلیت میں مالک بن لوزان کی اولاد بنو صماء کہلاتی تھی، صماء قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کا نام تھا جو مالک کی بیوی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکروہ سمجھ کر بنو سمیعہ نام رکھا۔

عام حالات:

انصار کے نقیبوں میں ان کا بھی شمار تھا (غالباً بیعت عقبہ کے نقیب مراد نہیں) عہد نبوت کے بعد شام کی سکونت اختیار کی اور حمص میں قیام کیا۔

وفات:

امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں فوت ہوئے۔

اولاد:

حسب روایت ابن سعد تین بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی ان کے نام یہ ہیں عزیز، مسعود، جمیلہ

فضل وکمال:

علمائے صحابہ میں تھے امیر معاویہ نے ان کے پاس خط لکھا کہ آپ نے جو حدیثیں

سنی ہوں، لوگوں کو ان سے آگاہ کر دیجیئے حضرت عبدالرحمنؓ نے مجمع کر کے چند حدیثیں بیان کیں، بعض روایتوں میں ہے

بعث معاوية الى عبد الرحمن بن شبل انك من فقهاء صحابه رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد مائهم فقم في الناس وعظهم

امیر معاویہؓ نے کہلا بھیجا کہ آپ فقہاء اور قدماء صحابہ میں سے ہیں اس لیے لازم ہے کہ وعظ کہا کریں۔

امیر معاویہؓ سے ملے تو انہوں نے کہا کہ جب آپ میرے ہاں آئیں تو کوئی حدیث روایت کریں۔ استقصاء سے ۱۴ حدیثیں دستیاب ہوئیں، لیکن مشہور صرف تین ہیں یہ حدیثیں ادب المفرد ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہیں۔

راویان حدیث کے نام یہ ہیں تمیم بن محمود، ابوراشد حرافی سے یزید بن خمیر، ابو سلام اسود۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عثمان نام، ابو عمرو کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے عثمان ابن حلیف بن واہب بن العکیم بن ثعلبہ بن حارث بن مجدعہ بن عمرو بن حنش بن عوف ابن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

اپنے برادر اکبر حضرت سہل بن حنیفؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔

غزوات:

احد اور مابعد کے غزوات میں شرکت کی امام ترمذی کے نزدیک بدر میں بھی شریک تھے لیکن یہ رائے جمہور محدثین کے خلاف ہے۔

دیگر حالات:

عراق اور کوفہ فتح ہو گئے تو ۱۶ھ میں حضرت عمرؓ نے خراج کے نظم ونسق کی طرف توجہ کی ان کا یہ عام اصول تھا کہ ہر ملک کا انتظام وہاں کے قدیم رسم و رواج کے موافق کسی قدر اصلاح کے ساتھ بحال رکھتے تھے لیکن عراق میں اس وقت جو مال گزاری کا طریقہ رائج تھا اس میں قدیم دستور کے خلاف مختلف تبدیلیاں ہو چکی تھیں، اس بنا پر حضرت عمر نے مزید تحقیقات کے لیے عراق کی پیمائش کا فیصلہ کیا۔

چونکہ اس کام کے لیے دیانت وامانت کے علاوہ پیمائش اور حساب کا جاننا نہایت ضروری تھا اور اس زمانہ میں عرب عموماً ان چیزوں سے نا آشنا تھے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انتخاب میں سخت دقت پیش آئی، مجلس شوریٰ قائم کر کے اس کے سامنے انتخاب کا مسئلہ پیش کیا، تمام صحابہ نے عثمان بن حنیفؓ کے لیے بالا تفاق رائے دی اور کہا کہ وہ اس سے بھی زیادہ اہم کام انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہیں حضرت عمرؓ نے صحابہ کے اجماع سے عثمان بن حنیفؓ کو بندوبست کے لیے نامزد فرمایا چلتے وقت پیمانہ بنا کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے بموجب پیمائش کی اس موقع پر جو احتیاط ان کی جانب سے وقوع میں آئی اس کو قاضی ابو یوسف صاحب کتاب الخراج اس طرح بیان کرتے ہیں۔

كان عثمان عالما بالخراج فمسحها مساحة الديباج

عثمانؓ کو خراج میں پوری واقفیت تھی اس بناء پر زمین کو اس اہتمام کے ساتھ پیمائش کیا، جس طرح قیمتی کپڑا ناپا جاتا ہے۔

یہ کام کئی مہینے تک جاری رہا، پہاڑ صحرا اور دریا کو چھوڑ کر قابل زراعت زمین تقریباً تین کروڑ ۲۰ کچھ جریب ٹھہری (ایک جریب چار کنال کا ہوتا ہے) پہاڑ وغیرہ کی پیمائش کو خود حضرت عمر نے منع کر دیا تھا

بندوبست ختم ہوا تو کوفہ کے صاحب الخراج (کلکٹر) مقرر ہوئے، مصنف استیعاب لکھتے ہیں

ولاه عمر مساحة الارضين وجباتيها وضرب الخراج والجزية على اهلها"

حضرت عمرؓ نے ان کو زمین کی پیمائش مال گزاری کی وصولی اور خراج کی اور جزیہ کی تشخیص پر مامور کیا تھا۔

اس عہدہ پر مامور ہونے کے بعد انہوں نے مال گزاری کی تشخیص کی اور حسب ذیل شرح پر لگان مقرر کی۔

انگور	فی جریب یعنی بیگہ	۱۰ درھم سالانہ
نخلستان	=	۸ درھم سالانہ
نیشکر [گنا]	=	۶ درھم سالانہ
گیہوں	=	۴ درھم سالانہ
جو	=	۲ درھم سالانہ

جزیہ کی شرح حسب ذیل تھی:

امراء سے	**۴۸ درھم سالانہ**
متوسطین سے	**۲۴ درھم سالانہ**
غرباسے	**۱۲ درھم سالانہ**

جزیہ کے وصول کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ ذمیوں کے روساء جن کو دہقان کہتے تھے ان کو لے کر عدالت میں حاضر ہوتے تھے حضرت عثمانؓ ان سے روپے لیتے اور مہر لگاتے چنانچہ ۵ لاکھ ذمیوں کے مہریں لگائیں، اس کے بعد ان کو سرداروں کے سپرد کیا اور انگوٹھیاں توڑ ڈالی گئیں۔

بندوبست جس اہتمام اور خوبی سے ہوا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ہی سال خراج کی مقدار ۸ کروڑ سے ۱۰ کروڑ بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد برابر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ خاص کوفہ جو خود ان کا دارالامارۃ تھا اس کی آمدنی میں

حیرت انگیز ترقی ہوئی چنانچہ حضرت عمرؓ کی وفات کے ایک سال قبل اس کا خراج ایک کروڑ تک پہنچ گیا تھا (استیعاب ج ۲ ص ۴۹۶)

تشخیص میں جس قدر نرمی اور آسانی ہوگئی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے ۴-۳ سال قبل، عثمانؓ اور حذیفہؓ مدینہ آئے تو انہوں نے فرمایا شاید تم نے زمین پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دیا ہے۔ اس موقع پر حضرت عثمانؓ نے جو جواب دیا، یہ تھا

لقد ترکت النصف ولو شئت لاخذته. "میں نے آدھا چھوڑ دیا ہے آپ چاہیں تو وہ بھی مل سکتا ہے"

بایں ہمہ جب خراج روانہ ہوتا تو کوفہ اور بصرہ کے دس دس آدمی مدینہ جاتے اور حضرت عمرؓ کے سامنے شرعی قسم کھا کر کہتے کہ اس میں کسی مسلمان یا ذمی سے ایک دانہ بھی جبراً وصول نہیں کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے جس قدر قابلیت سے خراج اور جزیہ کی تشخیص کی تھی اس کا مقتضا یہ تھا کہ سلطنت کے دوسرے صوبوں میں بھی اس کو نافذ کیا جائے چنانچہ حضرت عمر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری حاکم بصرہ کو حکم بھیجا کہ تم بصرہ میں کوفہ کے مطابق خراج مقرر کرو کوفہ کی آمدنی وہاں کے خزانہ میں جمع رہتی تھی، دارالخلافہ کو ۲ کروڑ سے ۳ کروڑ تک بھیجا جاتا تھا ملک کی اس کثیر آمدنی میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو کچھ ملتا تھا، وہ قابل ذکر ہے ابن واضح کاتب عباسی لکھتے ہیں:

واجری علی عثمان بن حنیفه خمسة درهم في کل یوم وجرابا من دقیق عثمان رضی اللہ عنہ کو ۵ درہم یومیہ اور ایک تھیلی آٹا ملتا تھا۔

حضرت عثمانؓ نے کوفہ میں جس کو دارالخلافت ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا اقامت اختیار کی۔

وفات:

امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا۔

اولاد:

عبدالرحمن نامی ایک لڑکا یادگار چھوڑا۔

فضل وکمال:

حضرت عثمانؓ عرب میں غیر معمولی قابلیت کے انسان تھے حساب دانی اور مساحت کا کام جس خوبی سے انجام دیا اس کو آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، حساب کتاب کے علاوہ حدیث وفقہ کی واقفیت اور مسائل پر عبور کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کو بصرہ کا والی مقرر کیا تھا، چند احادیث بھی روایت کیں ابوامامہ بن سہل بن حنیف (برادر زادہ) ہانی بن معاویہ صدفی، عمارہ بن خزیمہ بن ثابت، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، نوفل بن مساحق رحمۃ اللہ علیہم ان کے سلسلہ روایت میں داخل ہیں۔

اخلاق:

دیانت، حق پرستی صبر وشکر جرأت اظہار حق ان کے صحیفہ اخلاق کے نمایاں ابواب ہیں

حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عمارہ نام، سلسلہ نسب یہ ہے۔ عمارہ بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد عوف بن غنم بن مالک بن نجار والدہ کا نام خالدہ تھااور انس بن سنان بن وہب ابن لوذان کی بیٹی تھیں۔

لیلۃ القدر میں ۷۰ انصار کے ساتھ بیعت کی۔

غزوات اور دیگر حالات:

محرز بن فضلہ سے اخوت ہوئی۔

بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک ہوئے فتح مکہ میں بنو مالک بن نجار کا علم انہی کے پاس تھا۔

وفات:

مرتدین کے جہاد میں حضرت خالد کے ہمراہ تھے مسیلمہ کذاب کی جنگ میں جسے یوم یمامہ کہتے ہیں، شہادت حاصل کی۔

اولاد:

مالک نامی ایک لڑکا چھوڑا جس پر نسل منقطع ہو گئی۔

فضل وکمال:

زیاد بن نعیم نے ان سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، جھاڑ پھونک کا منتر جانتے

تھے حضور ﷺ نے فرمایا ذرا مجھ کو تو سناؤ چونکہ شرک کے الفاظ سے خالی تھا اس لیے آپ نے اجازت دی، چنانچہ ان کے خاندان میں عرصہ تک وہ منتر منتقل ہوتا رہا اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

عمرو نام، قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے عمرو ابن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

بنو سلمہ کے رئیس تھے اس کے علاوہ مذہبی عزت بھی حاصل تھی، یعنی بت خانے کے متولی تھے۔

لکڑی کا ایک بت بنا کر گھر میں رکھ لیا تھا جس کا نام مناف تھا وہ اس کی بے حد تعظیم کرتے تھے اسی زمانہ میں سر زمین مکہ سے اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو مدینہ کے کچھ لوگ اس کو لبیک کہنے کے لیے مکہ پہنچے اور عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہو کر واپس آئے اس جماعت میں عمرو کے ایک لڑکے معاذ بھی شامل تھے۔

یہ لوگ مکہ سے واپس آئے تو شہر مدینہ کا ہر ہر گوشہ تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا بنو سلمہ کے چند نوجوانوں نے جو مسلمان ہو چکے تھے باہم مشورہ سے یہ طے کیا کہ کسی صورت سے عمرو کو بھی مسلمان بنایا جائے ان کے بیٹے نے اس میں خاص کوشش کی چنانچہ کچھ دنوں تک ان کا یہ مشغلہ رہا کہ شب کو معاذ بن جبل وغیرہ کو ہمراہ لے کر مکان آتے اور گھر والوں کو سوتا پا کر بت کو اٹھا لاتے اور باہر کسی گڑھے میں پھینک دیتے تھے صبح اٹھ کر عمرو سخت برہم ہوتے اور اپنے خدا کو اٹھا کر اندر لے جاتے نہلاتے اور خوشبو مل کر پھر وہیں رکھ دیتے۔

آخر عاجز آ کر ایک دن بت کی گردن میں تلوار لٹکائی اور کہا کہ مجھے تو پتہ نہیں

ورنہ ان لوگوں کی خود خبر لیتا اگر تم سے کچھ ہو سکے تو کرو یہ تلوار موجود ہے ان لڑکوں کو اب ایک اور چال سوجھی رات کو آکر بت کو اٹھایا گردن سے تلوار علیحدہ کی اور اس میں ایک مرے ہوئے کتے کو باندھ کر کنوئیں پر لٹکا دیا عمرو نے یہ کیفیت دیکھی تو بجائے اس کے کہ اپنے معبود کی توہین پر غصہ ہوتے راہ راست پر آگئے، چشم ہدایت روشن ہوگئی اور اسی وقت مذہب اسلام قبول کر لیا۔ قدیم جہالت بت کا قصہ اور دفعتہً اسلام کی توفیق ان واقعات کو انہوں نے خود نظم کر دیا ہے اور فرماتے ہیں۔

تالله لو كنت الها لم تكن انت و كلب وسط بئر فی قرن
ان لمصر عك الها يستذن الان فلنشناك عن سوء الغين
فالحمد لله العلى ذي المنن الواهب الرزق وديان الدين
هو اللذي انقذني من قبل ان اكون في ظلمة فبر مرتهن

یہ اشعار بھی اسی تقریب سے ہیں:

اتوب الی الله سبحانه واستغفر الله من ناره
واثنی علیه بالائه با علان فلبی و اسراره

غزوات:

غزوہ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے، لیکن یہ صحیح ہے کہ شریک نہ تھے چونکہ پیر میں چوٹ آگئی تھی اور لنگڑا کر چلتے تھے اس لیے جب غزوہ کے لیے جانا چاہا تو لڑکوں نے حضور ﷺ کے حکم سے منع کیا کہ ایسی صورت میں جہاد فرض نہیں غزوہ احد میں بھی یہی واقعہ پیش آیا بولے کہ تم لوگوں نے مجھے بدر جانے سے

روکا اب پھر روک رہے ہو لیکن میں ضرور جاؤں گا بیٹوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا کر سمجھایا کہ تم معذور ہو اس لیے سرے سے مکلف ہی نہیں لیکن وہاں شہادت کا عشق سوار تھا، عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ لڑکے مجھ کو آپ کے ساتھ چلنے سے روک رہے ہیں لیکن خدا کی قسم مجھے یہ امید ہے کہ میں اسی لنگڑے پیر سے جنت میں گھسٹتا ہوا پہنچوں گا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر زیادہ زور دینا پسند نہیں کیا اور لڑکوں کو سمجھایا کہ اب اصرار نہ کرو شاید ان کی قسمت میں شہادت ہی لکھی ہو۔

شہادت:

حضرت عمروؓ نے ہتھیار لے کر میدان جنگ کا رخ کیا اور کہا الٰہی مجھے شہادت نصیب کر! اور اب زندہ گھر واپس نہ لا۔ دعا نہایت خلوص سے کی تھی، مقبول ہوئی، لڑائی کی۔

شدت کے وقت جب مسلمان منتشر ہونے لگے حضرت عمروؓ نے اپنے بیٹے خلادؓ کو لے کر مشرکین پر حملہ کیا اور اس قدر پامردی سے لڑے کہ دونوں باپ بیٹوں نے شہادت پائی اور حضرت عمروؓ اپنے لنگڑے پیر کے ساتھ جنت میں لنگڑاتے ہوئے پہنچ گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ شہید پڑے ہوئے ہیں فرمایا خدا اپنے بندوں کی قسم پوری کرتا ہے عمروؓ بھی انہی میں ہیں، اور میں ان کو جنت میں اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس کے بدلے ان کو وہاں صحیح وسالم پیر دیا گیا ہے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو ایک اونٹ لے کر آئیں اور اپنے شوہر اور بھائی عبداللہ بن عمرو (حضرت جابر کے والد ماجد) کو اس پر لاد کر گھر لے گئیں، لیکن بعد میں احد کا دامن گنج شہیداں قرار پایا اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لاش منگوا کر یہیں تمام شہداء کے ساتھ دفن کیا، چنانچہ عبداللہ بن عمروؓ اور عمرو بن جموحؓ ایک قبر میں دفن کیے گئے۔

اولاد:

چار لڑکے تھے اور چاروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک تھے دو کے نام معلوم ہیں اور وہ یہ ہیں، معاذؓ (عقبہ ثانیہ میں شریک تھے) خلاد احد میں شہید ہوئے۔ بیوی کا نام ہند بنت عمرو تھا، بنو سلمہ کے سردار عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ کی بہن اور حضرت جابرؓ صحابی مشہور کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

حلیہ:

رنگ گورا، گھونگھریالے بال، پیر میں لنگ تھا۔

اخلاق:

جود و سخا عرب کی ایک قدیم میراث ہے، حضرت عمروؓ میں جس درجہ تک یہ صفت موجود تھی، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وجہ سے ان کو بنو سلمہ کا سردار بنایا تھا۔ چنانچہ خاندان سلمہ کے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ نے دریافت کیا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تو انہوں نے کہا جد بن قیس ایک بخیل شخص ہمارا سردار ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بخل سے بدتر

کوئی چیز نہیں اس لیے تمہارا سردار عمرو بن جموحؓ کو بناتا ہوں اس واقعہ کو انصار کا شاعر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے

وقال رسول الله والحق قوله لمن قال منا من تسمون سيدا

فقالوا له جد بن قيس على التي ببخله فيها وان كان اسودا

فتى ما تخطى خطوة لدنياء ولامد في يوم الى سؤاة يدا

فسود عمرو بن الجموح لجوده وحق العمر و بالندى ان يسودا

اذا جاءه السئول اذهب ماله وقال خذوه انه مائد غدا

حضور ﷺ جب نکاح کرتے تو عمروؓ دعوت ولیمہ کرتے تھے۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عمرو نام، ابو الضحاک کنیت، خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے عمرو بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد مناف بن غنم بن مالک بن نجار حضرت عمارہ بن حزم جو بیعت عقبہ میں شریک تھے ان کے برادر علاتی ہیں ان کی ماں خاندان ساعدہ سے تھیں۔

اسلام:

ابتدائے اسلام اور ہجرت کے زمانہ تک کم سن تھے اس بناء پر زمانہ اسلام کی صحیح تعیین نہیں ہو سکتی، غالباً اپنے گھر والوں کے ساتھ مسلمان ہوئے ہوں گے۔

غزوات:

کم عمری کی وجہ سے بدر اور احد میں شرکت کے قابل نہ تھے جب غزوہ خندق واقع ہوا تو پندرہ سال کے تھے س لیے غزوہ میں شریک ہوئے
اس کے بعد اور غزوات میں بھی شرکت کی۔

۱۰ھ میں حضور ﷺ نے خالد بن ولید ؓ کو نجران بھیجا تھا وہاں کے لوگ مسلمان ہوئے تو حضرت عمرو ؓ کو حاکم بنا کر روانہ فرمایا اور ایک یادداشت لکھوا کر حوالہ کی جس میں فرائض، سنن صدقات، دیات اور بہت سے احکام درج تھے چنانچہ

کاروبار حکومت کے ساتھ محکمہ مذہبی بھی انہی کے زیر نگرانی تھا، یعنی تعلیم اور تبلیغ کا مذہبی فرض بھی انجام دیتے تھے صاحب استیعاب لکھتے ہیں:

استعمله رسول الله صلى الله عليه وسلم على نجران ليتفقههم في الدين ويعلم القرآن وياخذ صدقاتهم

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان کو فقہ قرآن کی تعلیم اور صدقات کی تحصیل پر مامور فرمایا تھا۔

اس وقت ان کا سن عام روایت کے لحاظ سے ۱۷ سال کا تھا، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں، کیونکہ غزوہ خندق ۵ ہجری میں واقع ہوا اور اس وقت وہ پندرہ سالہ تھے اس بناء پر ۱۰ھ میں ان کا سن کسی حال میں ۲۰ سے کم نہیں ہو سکتا مدینہ سے روانگی کے وقت بیوی کو جن کا نام عمرہؓ تھا ہمراہ لے گئے تھے چنانچہ نجران پہنچ کر اس سال ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام انہوں نے محمد اور ابو سلیمان کنیت رکھی، لیکن پھر حضور ﷺ کو مطلع کیا تو حضور ﷺ نے لکھا کہ محمد نام اور ابو عبد الملک کنیت رکھو حضور ﷺ کے بعد غالباً مدینہ میں مقیم رہے۔

وفات:

اور یہیں ۵۱ھ میں وفات پائی۔

اہل وعیال:

دو بیویاں تھیں، پہلی کا نام عمرہ تھا اور عبداللہ بن حارث غسانی کی بیٹی تھیں جو قبیلہ ساعدہ کے حلیف تھے، دوسری کا نام سودہ بنت حارثہ تھا۔ اور یہ ان کے اخیر وقت تک زندہ تھیں۔

اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں، محمد البتہ مشہور ہیں، جو عہد نبوت میں پیدا ہوئے حضرت عمروؓ غیرہ سے حدیث سنی ۶۳ھ یوم حرہ میں لشکر شام سے مقابلہ ہوا اور اس میں شہادت حاصل کی اس موقع پر قبیلہ خزرج کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا، قاضی ابو بکر فقیہہ جو روایت واجتہاد دونوں کے مالک تھے انہی کے بیٹے ہیں۔

فضل وکمال:

علمی قابلیت، اصابت رائے، قوت فیصلہ، احکام شریعت پر عبور کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نجران کا حاکم مقرر کیا تھا ۲۰ سال کی عمر میں حکومت کے ایک عہدہ جلیلہ کی انجام دہی اور پھر قرآن وفقہ کی تعلیم ان کی غیر معمولی قابلیت کا بین ثبوت ہے۔

احادیث نبوی بھی ان سے روایت کی گئی ہیں، جن میں وہ کتاب بھی ہے جو حضور ﷺ نے ان کو لکھوا کر دی تھی اس کو ابو داؤد، نسائی، ابن حبان، دارمی اور دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔

راویان حدیث کے زمرہ میں ان کی بیوی اور بیٹے کے علاوہ پوتے ابو بکر اور نضر بن عبداللہ سلمی اور زیاد بن نعیم حضرمی بھی داخل ہیں۔

اخلاق:

حضرت عمروؓ کے معدن اخلاق میں حق گوئی سب سے نمایاں جوہر ہے۔

حضرت عمروؓ کے معدن اخلاق میں حق گوئی سب سے نمایاں جوہر ہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اس بناء پر صفین میں وہ جناب علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شہید ہوئے۔

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے تو کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ بادشاہ سے رعیت کے متعلق قیامت میں سوال ہو گا۔ امیر معاویہؓ نے جب یزید کی خلافت کے لیے تمام ملک سے بیعت لی تو انہوں نے معاویہؓ سے نہایت سخت گفتگو کی۔ (رائے کا اظہار حق بنتا ہے)

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عمیر نام، نسیج وحدہ لقب سلسلہ نسب یہ ہے عمیر بن سعد بن عبید بن نعمان ابن قیس بن عمرو بن عوف۔

باپ نے جن کا نام سعد بن عبید تھا، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی صغر سنی میں انتقال کیا ماں نے جلاس بن سوید سے نکاح کر لیا، عمیرؓ بھی اپنے ماں کے ساتھ جلاس کی زیر تربیت رہے جلاس نے نہایت ناز و نعم کے ساتھ حقیقی اولاد کی طرح پرورش کی۔

سعد بن عبید کے نام سے مورخین نے دھوکا کھایا حضرت ابو زیدؓ جو انصار کے ان چار قاریوں میں جن کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے ان کا نام بھی سعد ابن عبید تھا اس بناء پر لوگوں نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کا فرزند تصور کر لیا ہے لیکن یہ سخت غلطی ہے زمانہ اور سن وفات کے فرق کے علاوہ صاف بات یہ ہے کہ عمیرؓ کے والد قبیلہ اوس سے تھے اور حضرت ابو زیدؓ جیسا کہ حضرت انس نے تصریح کی ہے ان کے رشتہ کے چچا ہوتے تھے ظاہر ہے کہ حضرت انسؓ قبیلہ خزرج سے تھے اس لیے حضرت ابو زیدؓ قبیلہ اوس سے کیسے ہو سکتے ہیں۔

جلاس مسلمان ہو گئے تھے یہ بھی غالباً اس زمانہ میں اسلام لائے۔

غزوات:

اگرچہ کم سن تھے تاہم جلاس کے ہمراہ جہاد میں جاتے تھے غزوہ تبوک کی ہمراہی

کا واضح طور پر ذکر آیا ہے لیکن بایں ہمہ وہ کسی غزوہ میں شرکت کا شرف نہ حاصل کر سکے اور در حقیقت وہ کم عمری کی وجہ سے اس قابل بھی نہ تھے۔ فتوحات شام میں البتہ حصہ لیا اور حضرت عمرؓ نے ان کو شام کے ایک لشکر کا افسر بنایا کچھ دنوں کے بعد حمص کے حاکم مقرر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک اسی منصب پر سرفراز رہے۔

وفات:

حمص میں انہوں نے مستقل اقامت اختیار کر لی تھی، چنانچہ ابن سعد کے خیال کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں یہی دفن بھی ہوئے۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبدالرحمن، محمد

فضل وکمال:

صحابہ میں فضل و کمال کے لحاظ سے ممتاز سمجھے جاتے تھے حضرت عمرؓ انکو کہا کرتے تھے کاش! مجھ کو عمیرؓ جیسے چند آدمی مل جاتے تو امور خلافت میں بڑی مدد ملتی حضرت عمرؓ ان کی قابلیت پر تعجب کرتے تھے نسیج وحدہ (یکتا و یگانہ) کا لقب اسی حیرت انگیز لیاقت کی وجہ سے دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ عمیرؓ سے بہتر شام میں ایک شخص بھی نہ تھا۔ سلسلہ روایت میں ان سے چند روایتیں مروی ہیں، جن کے راوی حسب ذیل حضرات ہیں ابو طلحہ خولانی، راشد بن سعد، حبیب بن عبید، ابوادریس خولانی، زبیر بن سالم وغیرہ۔

اخلاق:

اخلاقی حیثیت سے حضرت عمیرؓ نہایت بلند پایہ تھے زہد و تقویٰ میں ان کا مثل بمشکل مل سکتا تھا، جوش ایمان اور حب رسول کی دولت صغر سنی ہی سے ملی تھی، چنانچہ غزوہ تبوک میں جب کہ نہایت چھوٹے تھے اور جہاد میں محض تماشائی کی حیثیت رکھتے تھے جلاس نے ایک موقع پر کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں تو عمیرؓ نے بلا کسی خیال کے فوراً جواب دیا کہ وہ ضرور سچے ہیں اور تم یقیناً گدھوں سے بھی بدتر ہو۔ جلاس کو سخت ناگوار گزرا اور انہوں نے عہد کر لیا کہ اب عمیر رضی اللہ عنہ کی کفالت سے قطع تعلق کر لیں گے۔

حضرت عمیرؓ نے جلاس کو جواب دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی خبر دی کہ اس کے چھپانے میں حبط اعمال اور قرآن نازل ہونے کا خوف تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمیرؓ اور جلاس کو بلا کر واقعہ پوچھا جلاس نے قطعی انکار کیا، لیکن وحی والہام کی دسترس سے کب کوئی چیز باہر رہ سکتی تھی، چنانچہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی اس سے تائید ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اٹھا کر یہ آیت پڑھی: ''يحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا كلمة الكفر''یعنی وہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ منہ سے نکالا تھا۔

اور جب (فان يتوبوا اليك خير لهم) اگر وہ توبہ کر لیں تو بہتر ہے۔

پر پہنچے تو جلاس نے بے ساختہ کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں اس کے بعد جلاس حقیقی طور پر مسلمان ہو گئے اور پھر کوئی ناگوار طرز عمل اختیار نہیں کیا توبہ قبول ہونے

کی خوشی میں حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی کفالت نہ کرنے کی جو قسم کھائی تھی توڑ دی اور پھر ان کی کفالت کرتے رہے۔ آیت اترنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمیرؓ کا کان پکڑا اور فرمایا لڑکے! تیرے کان نے ٹھیک سنا تھا۔

حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عویم نام، ابو عبد الرحمن کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں نسب نامہ یہ ہے عویم ابن ساعدہ بن عائش بن قیس بن نعمان بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ابن مالک بن اوس۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔

غزوات اور عام حالات:

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ سے مواخاۃ ہوئی، بدر احد خندق اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں نمایاں حصہ لیا چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی منقول ہے کہ جب ہم لوگ انصار کے اجتماع عام کی خبر سن کر سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف چلے تو راستہ میں انصار کے دو صالح شخصوں سے ملاقات ہوئی انہوں نے انصار کے اتفاق رائے کا تذکرہ کیا اور پوچھا کدھر کا ارادہ ہے؟ جواب ملا سقیفہ کا بولے کہ:

لا علیکم الا تقربوا هم اقضوا امرکم

وہاں جا کر کیا کرو گے؟ تم اپنا کام کرو۔

حضرت عمرؓ نے کہا ہم ضرور جائیں گے، یہ دونوں بزرگ جیسا کہ دوسری روایتوں میں تصریح ہے حضرت عویمؓ اور حضرت معن بن عدیؓ تھے۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو انصار کی خلافت منظور نہ تھی اس وجہ سے وہ مجمع کو چھوڑ کر کسی اور طرف جارہے تھے۔

وفات:

خلافت فاروقی میں ۶۵-۶۶ برس کے سن میں انتقال فرمایا حضرت عمرؓ جنازہ کے ساتھ تھے فرمایا دنیا میں اس وقت ایک شخص بھی ان سے بہتر ہونے کا دعوی نہیں کر سکتا؟ رسول اللہ ﷺ نے جب کوئی نشان کھڑا کیا، عویم ہمیشہ اس کے سایہ میں رہے۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی عتبہ، عبیدہ۔

فضل وکمال:

ایک حدیث روایت کی جو شرحبیل بن سعدؓ اور سالم بن عتبہؓ کے ذریعہ سے مروی ہے۔

اخلاق:

صفائی و پاکیزگی طہارت و نظافت کا سخت اہتمام رکھتے تھے وہ مسلمانوں میں پہلے شخص ہیں، جنہوں نے استنجا میں پانی استعمال کیا ان کو دیکھ کر اور مسلمان بھی اس پر عمل کرنے لگے۔ قرآن مجید نے اس کو بنظر استحسان دیکھا چنانچہ مسجد قبا کے متعلق جو آیتیں نازل ہوئیں ان میں ایک آیت یہ بھی ہے

فيه رجال يحبون ان يتطهروا واللّٰه يحب المتطهرين

اس میں چند لوگ طہارت کو سخت دوست رکھتے ہیں اور اللہ بھی ایسے پاک رہنے والوں کو محبت رکھتا ہے۔ حضورﷺ نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ طہارت کی وہ کیا صورت ہے جسکی وجہ سے خدا نے تم لوگوں کی مدح فرمائی

جواب ملا،

لغتسل من الجنابة وتستنجى بالماء

ہم جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔

ارشاد ہوا کہ یہ طرز عمل نہایت پسندیدہ ہے تم کو اس کا پابند ہونا چاہیے۔ حضورﷺ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں جن لوگوں کی تعریف کی ہے وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا انہی میں ایک نیک مرد عویمؓ بھی ہے

بعض روایتوں میں ہے

نعم العبد من عباد اللّٰه الرجل الصالح یعنی عویم خدا کا نیک بندہ اور جنتی شخص ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

فضالہ نام، ابو محمد کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے فضالہ بن عبید بن نافذ بن قیس ابن صہیب بن اصرم بن حجحجی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس والدہ کا نام عقبہ بنت محمد بن عقبہ بن الحلاج انصاریہ ہے۔

عبید بن نافذ (حضرت فضالہ کے والد) اپنے قبیلہ کے سر بر آوردہ شخص تھے اوس وخزرج کی لڑائی میں نمایاں رہے نہایت شجاع و بہادر تھے، گھوڑ دوڑ کراتے اور اس میں سب سے بازی لے جاتے زور و قوت کا یہ حال تھا کہ ایک پتھر دوسرے پر دے مارتے ہے تو آگ نکلنے لگتی سپہ گری کے ساتھ فن اور شاعری کا بھی کافی ذوق رکھتے تھے۔

اسلام:

حضرت فضالہ مدینہ میں اسلام کے قدم آتے ہی مسلمان ہو گئے۔

غزوات:

لیکن کسی وجہ سے بدر میں شریک نہ ہوئے غزوہ احد اور باقی تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہے اور بیعت الرضوان میں بھی شرکت کا شرف حاصل کیا عہد نبوت کے بعد شام گئے اور وہاں کی فتوحات میں حصہ لیا اس کے بعد فتح مصر میں شامل ہوئے، پھر شام آکر مستقل سکونت اختیار کی اور دمشق میں

اپنے رہنے کے لیے مکان بنایا بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے بنوادیا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں قاضی دمشق حضرت ابو درداءؓ تھے انہوں نے انتقال فرمایا تو حضرت امیر معاویہؓ نے وفات سے قبل ان سے پوچھا کہ آپ کے بعد قاضی کسی کو بنایا جائے؟ فرمایا فضالہ بن عبید (رضی اللہ عنہ) کو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت فضالہ م کو بلا کر دار الامارہ کا محکمہ قضا سپرد کیا صفین ۳۷ھ میں امیر معاویہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کو نکلے تو دمشق میں اپنا جانشین انہی کو بنایا اس موقع پر انہوں نے جو الفاظ کہے وہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

لم احبك بها ولكن استترت بك من النار "میں نے تم کو اپنا جانشین نہیں بلکہ جہنم کے مقابلہ میں پردہ بنایا ہے"

۳۹ھ میں سلطنت روم پر لشکر کشی کی تو تمام لشکر انہی کی ماتحتی میں دیا انہوں نے بہت سے قیدی پکڑے اس ضمن میں جزیرہ قبرص پر بھی حملہ کیا۔ امیر معاویہؓ کی طرف سے درب (طرسوس اور بلاد روم کے درمیانی علاقہ کا نام ہے) کے بھی عامل مقرر رہوئے۔

وفات:

۵۳ھ میں وفات پائی امیر معاویہؓ مسند حکومت پر تھے خود جنازہ اٹھایا اور ان کے بیٹے عبداللہؓ سے کہا میری مدد کرو کیونکہ اب ایسے شخص کے جنازہ کے اٹھانے کا

موقع نہ ملے گا۔ دمشق میں دفن ہوئے مزار مبارک موجود ہے اور اب تک زیارت گاہ خلائق ہے۔

اولاد:

بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔

فضل وکمال:

ایوان حکومت کے ساتھ مجلس علم میں بھی مرجع انام تھے لوگ دور دراز سے حدیث سننے آتے تھے ایک شخص اسی غرض سے ان کے پاس مصر پہنچا تھا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف صحبت سے مشرف اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابو درداءؓ جیسے اساطین امت سے مستفیض ہوا ہو اس کے فضل وکمال کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے دار السلطنت دمشق کی مسند قضا کے لیے اور پھر حضرت ابو درداءؓ جیسے بزرگ کی رائے سے منتخب ہونا ان کی قابلیت کی سب سے بڑی سند ہے۔ لیکن بایں ہمہ فضل وکمال صرف ۵۰ حدیثیں ان کے سلسلہ سے ثابت ہیں راویوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

حنش صنعانی، عمرو بن مالک الجنبی، عبدالرحمن بن جبیر، عبدالرحمن محیرز، ابو علی ثمامہ بن شفی، علی بن رباح، محمد بن کعب القرظی، عبداللہ بن عامر یحصبی، سلیمان بن سنجر، عبداللہ بن محیریز، میسرہ ابو یزید خولانی رحمۃ اللہ علیہم۔

اخلاق:

احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل اور پابندی سنت کا ہر کام میں خیال رکھتے احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل اور پابندی سنت کا ہر کام میں خیال رکھتے تھے۔ غزوہ

روم میں ایک مسلمان کا انتقال ہوا تو حضرت فضالہؓ نے حکم دیا کہ ان کی قبر زمین کے برابر بنائی جائے کیونکہ حضورﷺ اس کا حکم دیتے تھے ان کے علاوہ بھی جو مسلمان روم میں شہید ہوئے سب کی قبریں اسی طرح بنوائیں۔

ایک شخص مصر آیا اور حدیث سننے کے لیے ملاقات کی تو دیکھا پراگندہ سر اور برہنہ پاہیں، بڑا تعجب ہوا اور بولا کہ امیر شہر ہو کر یہ حالت ؟ فرمایا ہم کو حضورﷺ نے زیادہ تن آسانی اور بناؤ سنگار کی ممانعت کی ہے اور کبھی کبھی ننگے پیر رہنے کو بھی فرمایا ہے

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

قتادہ نام، ابو عمر کنیت، قبیلہ اوس کے خاندان ظفر سے ہیں نسب نامہ یہ ہے قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر بن سواد بن ظفر (کعب) بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس ماں کا نام انیسہ بنت قیس تھا جو قبیلہ نجار سے تھیں، اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی والدہ ہوتی تھیں، اس بناء پر قتادہؓ اور ابو سعیدؓ اخیافی بھائی تھے۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں بیعت کی۔

غزوات:

بدر میں شریک تھے۔ غزوہ احد میں حیرت انگیز صبر واستقلال کا اظہار کیا میدان میں داد شجاعت دے رہے تھے کہ کسی مشرک نے آنکھ پر حملہ کیا آنکھ باہر نکل کر رخسار پر لٹک آئی لوگوں نے کہا اس کا کاٹ دینا بہتر ہے بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ کرلو آپ نے فرمایا نہیں اور خود دست مبارک سے آنکھ کو اس کی جگہ پر لگا دیا اور دعا کی اللھم اکسھا جمالاً خدا کی شان کہ یہ آنکھ نہایت خوبصورت اور تیز تھی ان کی اولاد میں سے کسی شخص نے اس واقعہ کو دو شعروں میں نظم کر دیا ہے۔

ان ابن الذي سالت على الخد علينه

فردت بكف المصطفى احسن الرد

فعارت کما کانت الأول امرها

فیاحسن ما عین و باحسن مارد

بعض لوگوں نے اس کو جنگ بدر کا واقعہ قرار دیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ احد کا واقعہ تھا امام مالک دار قطنی، بیہقی اور حافظ ابن عبدالبر نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے، فتح مکہ میں بنو ظفر کا علم ان کے پاس تھا۔ غزوہ حنین میں ثابت قدم رہے تھے ۱۱ھ میں حضور ﷺ نے اسامہ بن زید کی ماتحتی میں ایک لشکر روانہ کیا تھا، تمام اکابر مہاجرین اور انصار اس میں شریک تھے۔ حضرت قتادہؓ بھی اس میں شامل تھے۔

وفات:

۲۳ھ میں انتقال کیا، حضرت عمرؓ اس وقت مسند خلافت پر متمکن تھے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عمرؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور محمد بن مسلمہؓ قبر میں اترے۔

وفات کے وقت ۶۵ سال کا سن تھا۔

اہل و عیال:

اولاد کے نام یہ ہیں: عمر، عبید۔

فضل و کمال:

فضلائے صحابہ میں تھے۔ ان سے خود صحابہ استفتاء کرتے تھے حضرت ابو قتادہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ کے استفتاء کتب حدیث میں منقول ہیں۔ مرویات کی تعداد ان میں سے ایک میں بخاری منفرد ہیں۔ راویوں میں حضرت ابو سعید

خدریؓ ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت محمود بن لبیدؓ جیسے اکابر صحابہ کا نام داخل ہے۔

اخلاق:

کتاب اخلاق میں زہد کا عنوان جلی ہے۔ایک مرتبہ قل ہو اللہ پڑھنے میں رات ختم کر دی ایک روز آسمان پر ابر محیط تھا اور رات نہایت تیرہ و تاریک تھی حضورﷺ مسجد میں نماز عشا کے لیے تشریف لائے حضرت قتادہؓ بھی آئے بجلی چمکی تو فرمایا" قتادہ! کیا ہے؟ عرض کی کہ آج لوگ کم آئیں گے اس لیے قصد کر کے حاضر ہوا ہوں اس روایت کو امام احمد نے بھی درج کیا ہے۔

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

قیس نام، ابو الفضل کنیت، خاندان ساعدہ (قبیلہ خزرج) کے معزز رکن اور حضرت سعد بن عبادہ سردار خزرج کے فرزند ارجمند ہیں، سلسلہ نسب پدر گرامی کے حالات میں بیان ہو چکا ہے والدہ ماجدہ کا نام فکیہہ بنت عبید بن ولیم تھا اور ان کے والد بزرگوار کی بنت عم تھیں۔

جد گرامی مدینہ کے مشہور مخیر اور رئیس اعظم تھے والد ماجد قبیلہ خزرج کے سردار اور صحابیت کے شرف سے ممتاز تھے آل ساعدہ کا یہ نامور اسی خاندان بریں کا ایک روشن آفتاب تھا۔

اسلام:

ہجرت نبوی سے قبل مذہب اسلام سے مشرف ہوئے۔

غزوات:

تمام غزوات میں شرکت کی۔ جیش الخبط میں کہ رجب ۸ ہجری میں ہوا تھا، شریک تھے یہ غزوہ مسلمانوں کے لیے یکسر امتحان و آزمائش تھا ۳۰۰ کو لے کر جن میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ بھی تھے حضرت ابو عبیدہؓ ساحل کی طرف بڑھے وہاں ۱۵ روز قیام رہا زادراہ ختم ہو چکا تھا، لوگ پتے جھاڑ جھاڑ کر کھاتے تھے حضرت قیسؓ نے یہ دیکھ کر تین اونٹ قرض لیئے اور ان کو ذبح کرایا اس طرح تین مرتبہ ۹ اونٹ قرض لے کر ذبح کیے اور تمام لشکر کے قوت کا سامان کیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ دیکھ کر کہ زیادہ مقروض ہو رہے ہیں اس سے منع کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے کہا کہ ان کو روکا جائے ورنہ اپنے باپ کا مال اسی طرح صرف کر دیں گے اسے غزوہ سے واپس ہو کر لوگوں نے حضور ﷺ سے ذکر کیا تو فرمایا کہ سخاوت اور فیاضی اس گھرانے کا خاصہ ہے۔

غزوہ فتح میں رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تھے یاد ہو گا، سعد بن عبادہؓ سے جب حضور ﷺ نے جھنڈا لے لیا تو انہی کو عطا کیا تھا۔

غزوات کی علمبرداری کے علاوہ وہ خلافت الٰہی کے ایک ضروری رکن تھے خلافت کا نظام جن ارکان سے قائم تھا ان میں ایک حضرت قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:

ان قیس بن سعد کان یکون بین ید النبي صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلۃ صاحب الشرط من الامیر

یعنی قیس کا دربار رسالت میں وہ درجہ تھا جو کسی بادشاہ کے یہاں پولیس کے افسر اعلیٰ کا ہوتا ہے

جناب علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ان کو خاص خصوصیت حاصل تھی، مسند خلافت پر جلوس فرما ہوئے تو ان کو مصر کا والی مقرر کیا۔

معزول ہونے کے بعد حضرت قیسؓ مصر سے مدینہ چلے آئے یہاں مروان موجود تھا، اس نے دھمکی دی تو مجبور ہو کر کوفہ چلے گئے اور وہاں جناب امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بود و باش اختیار کر لی۔

اس زمانہ میں صفین کا واقعہ پیش آیا حضرت قیس اس میں شریک ہوئے اور یہ اشعار پڑھے

هذا اللواء الذی کنا نحف به   مع النبي وجبريل لنا مدد
حاضر من کانت الانصار عيبته   ان لايكون له من غيرهم احد
قوم اذا حاربواطالت اكفهم   بالمشرفية حق يفتح البلد

اس سے قبل جنگ جمل میں بھی حصہ لے چکے تھے۔

جنگ نہروان میں اپنی تمام قوم کے ساتھ شریک تھے ابتداءً اتمام حجت کے لیے جناب علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو خوارج کے لشکر میں بھیجا عبداللہ بن شیخر خارجی سے گفتگو ہوئی اس نے کہا کہ آپ کی اتباع ہمیں منظور نہیں ہے عمر بن خطابؓ جیسا کوئی ہو تو اس کو خلیفہ بنا سکتے ہیں، حضرت قیسؓ نے جواب دیا کہ ہم میں علی بن ابی طالبؓ ہیں، تم میں کوئی اس مرتبہ کا ہو تو پیش کرو بولا ہم میں کوئی نہیں، فرمایا تو پھر اپنی جلد خبر لو میں دیکھتا ہوں کہ فتنہ تمہارے دلوں میں گھر کرتا جارہا ہے۔

لڑائی کے بعد بھی جناب علی رضی اللہ عنہ کے وفادار دوست رہے۔ ۴۰ھ میں جناب علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور عنان خلافت امام حسن رضی اللہ عنہ کو تفویض ہوئی تو قیسؓ ان کے بھی دست و بازو رہے امیر معاویہؓ نے جناب امیر حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر سن کر ایک لشکر بھیجا تھا، قیسؓ پانچ ہزار آدمیوں کو لے کر جن کے سر منڈے ہوئے تھے اور موت پر بیعت کر چکے تھے شامی لشکر کو روکنے کے لیے انبار پہنچے امیر معاویہؓ نے انبار کا محاصرہ کیا اس درمیان میں فریقین میں صلح ہوگئی اور امام حسنؓ نے قیس رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ شہر معاویہ کے سپرد کر کے میرے پاس مدائن چلے آؤ۔

خط پہنچا تو نہایت برہم ہوئے اور امام حسنؓ نے قیسؓ کو سخت سست کہا پھر سب کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا اور کہا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کرو قتال بلا امام یا اطاعت معاویہؓ سب نے باتفاق کہا کہ جنگ کے بجائے امن اچھا ہے ہم سب امیر معاویہؓ کی بیعت میں داخل ہوتے ہیں، قیسؓ نے ان لوگوں کے لیے امیر سے امان طلب کی اور سب کو لے کر مدائن چلے آئے۔ یہاں سے قیسؓ نے مدینہ کا رخ کیا۔ ساتھیوں کے لیے خود اپنے اونٹ ذبح کرائے مدینہ پہنچنے تک ایک اونٹ روزانہ ذبح کراتے تھے۔ مدینہ آ کر گوشہ تنہائی اختیار کیا اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوئے، یہاں تک کہ ان کا مقررہ وقت آ گیا۔

وفات:

۶۰ھ میں انتقال کیا امیر معاویہ کی حکومت کا اخیر زمانہ تھا کچھ دنوں بیمار رہے اہل مدینہ کثرت سے ان کے قرض دار تھے اس لیے عیادت کو آتے ہوئے شرماتے تھے، انہوں نے اعلان کیا کہ جس پر جتنا قرض ہے میں معاف کرتا ہوں اس خبر کے مشہور ہوتے ہی عیادت کے لیے سارا شہر امنڈ آیا حضرت قیسؓ بالا خانہ پر تھے لوگوں کی یہ کثرت ہوئی کہ آمد و رفت میں کوٹھے کا زینہ ٹوٹ گیا۔

اہل و عیال:

لڑکے کا نام عامر تھا کہ اپنے والد سے حدیث روایت کی ہے۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا قد لمبا، بدن دوہرا، خوبصورت اور شکیل تھے چہرہ پر ایک بال نہ تھا اس

لیے انصار ظرافت میں کہا کرتے تھے کہ کاش ان کے لیے ایک داڑھی خرید لی جاتی، قد اتنا لمبا تھا کہ گدھے پر سوار ہوتے تو پیر زمین پر لٹکتے تھے۔

فضل و کمال:

فضلائے صحابہ میں تھے اشاعت حدیث خاص نصب العین تھا، مصر میں امیر ہو کر گئے تو بعض حدیثیں منبر پر بیان کیں، مسائل میں غور و فکر اور تحری سے کام لیتے تھے۔ ایک شخص نے صدقہ فطر کی بابت سوال کیا فرمایا زکوۃ سے پہلے حضور ﷺ نے اس کا حکم دیا تھا جب زکوۃ مقرر ہو گی تو نہ حکم دیا اور نہ منع فرمایا اسی بنا پر ہم لوگ اب تک ادا کرتے ہیں۔ راویان حدیث اور تلامذہ خاص میں اصحاب ذیل کا نام لیا جا سکتا ہے۔

حضرت انس بن مالک، ثعلبہ بن ابی مالک، ابو میسرۃ، عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، ابو عمار غریب بن حمید ہمدانی، شعبی، عمرو بن شرحبیل وغیرہ۔

اخلاق و عادات:

گلستان سیرت نسیم اخلاق سے شگفتہ ہے خدمت رسول، زہد و اتقا، ادب نبوت جود و سخا رائے و تدبیر شجاعت و بسالت ہر دلعزیزی اور بے تعصبی جیسی صفات سے متصف ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دین و دنیا کی سعادت ہے تمام صحابہ اس شرف عظیم کے لیے جد وجہد کرتے تھے، لیکن این سعادت بزور بازو نیست

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا، مسند ابن حنبل میں ہے

ان اباہ دفعه الى النبي صلى الله عليه وسلم يخدمه

"یعنی ان کے باپ حضرت سعدؓ نے ان کو حضورﷺ کے حوالہ کیا کہ ان سے کام لیا کریں"

زہد کا یہ عالم تھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے بعد بالکل عزلت نشین ہو گئے تھے اکثر عبادت کیا کرتے تھے۔

فرائض سے گزر کر نوافل تک نہایت پابندی سے ادا کرتے تھے یوم عاشورہ کا روزہ نفل ہے اور رمضان کے روزوں سے قبل تمام صحابہ رکھتے تھے روزہ رمضان فرض ہونے کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی، تاہم حضرت قیسؓ ہمیشہ عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔ حامل رسالت کے ادب و احترام کا یہ حال تھا کہ ایک بار حضرت حضرت سعد بن عبادہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے واپسی کے وقت حضرت سعد نے اپنا گدھا منگوایا اور اس پر چادر بچھوائی اور قیسؓ سے کہا کہ آپ کے ساتھ جاؤ قیسؓ ساتھ چلے تو حضورﷺ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ ان کو تامل ہوا تو ارشاد ہوا کہ سوار ہو یا واپس جاؤ حضرت قیسؓ حضورﷺ کے برابر بیٹھنا خلاف ادب سمجھتے تھے اس لیے واپس آئے۔

جود و فیاضی و کرم ان کی زندگی کا روشن تر وصف ہے اسماء الرجال کے مصنفین لکھتے ہیں

كان من كرام اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم واسخيائهم

یعنی وہ صحابہ میں نہایت کریم اور سخی تھے۔

سخاوت ایک حد تک تو فطری تھی، یعنی طبعاً فیاض پیدا ہوئے تھے لیکن اس میں ملک کی آب و ہوا والدین کے طرز بود و باش اور خاندان کی قدیم خصوصیات کو بڑی حد تک دخل تھا، جیش الخبط کے معرکے میں جب مدینہ آکر اپنے والد سے

لوگوں کی فاقہ مستی کا حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اونٹ ذبح کراتے جواب دیا کہ میں نے ایسا ہی کیا دوسرے فاقہ کا حال کہا تو بولے پھر ذبح کراتے عرض کیا یہی کیا تھا اسی طرح تیسری بار کی بھوک اور اس کی شدت کا حال سنا تو فرمایا کہ پھر ذبح کراتے بولے کہ مجھے روک دیا گیا۔

اس غزوہ میں حضرت ابو بکر و عمر نے جو جملہ ان کے متعلق استعمال کیا تھا، اس کی خبر سعد بن عبادہؓ کو پہنچ گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیچھے آکر کھڑے ہوئے اور کہا کہ ابن ابو قحافہؓ اور ابن خطابؓ کی طرف سے کوئی جواب دے وہ میرے بیٹے کو بخیل کیوں بنانا چاہتے ہیں۔ جس شخص کا باپ اتنا دریا دل ہو اس کی فیاضی کی کیا انتہاء ہو سکتی ہے مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں

واما جوده فله فيه اخبار كثيرة لا نطول بذكرها

یعنی ان کی سخاوت کے قصے کثرت سے مشہور ہیں ہم ان کا ذکر طوالت کے خوف سے نقل نہیں کرتے۔

کثیر بن صلت امیر معاویہؓ کے قرض دار تھے انہوں نے مروان کو لکھا کہ کثیر کا مکان تم خرید لو اگر نہ دیں تو روپیوں کا مطالبہ کرنا روپیہ دیں تو خیر ورنہ مکان فروخت کر ڈالنا مروان نے کثیر کو بلا کر اس واقعہ سے آگاہ کیا اور ۳ دن تک مہلت دی، کثیر کو مکان بیچنا منظور نہ تھا روپیوں کی فکر کی، لیکن ۳۰ ہزار کی کمی تھی سخت پریشان تھے کہ کہاں سے پوری ہو! اتنے میں قیس کا خیال آیا ان کے مکان پر پہنچے اور ۳۰ ہزار قرض مانگا انہوں نے فوراً دے دیا چنانچہ مروان کے پاس روپے لے کر آئے اس کو رحم آ گیا اور مکان اور روپے دونوں ان

کے حوالے کر دیے وہاں سے اٹھ کر قیسؓ کے پاس پہنچے اور ۳۰ ہزار کی رقم واپس کی انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ جو چیز ہم دے دیتے ہیں اس کو پھر واپس نہیں لیتے۔

ایک ضعیفہ اپنی مفلوک الحالی اور فقر کی شکایت لے کر آئی اور کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں (یعنی اناج نہیں جس کی وجہ سے چوہے آئیں) فرمایا سوال نہایت عمدہ ہے اچھا! جاؤ اب تمہارے گھر میں چوہے ہی چوہے نظر آئیں گئے چنانچہ اس کا گھر غلہ اور روغن اور دوسری کھانے کی چیزوں سے بھر وادیا۔

آبائی جائیداد میں نہایت استغنا اور سیر چشمی ظاہر کی، حضرت سعدؓ شام روانہ ہوتے وقت اپنی تمام جائیداد اولاد پر تقسیم کر گئے تھے ایک لڑکا ان کی وفات کے بعد پیدا ہوا اس کا حصہ انہوں نے نہیں لگایا تھا، حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے قیسؓ کو مشورہ دیا کہ اس تقسیم کو فسخ کر کے از سر نو حصے لگائیں، انہوں نے کہا کہ میرے باپ جس طرح حصے لگا گئے ہیں

بدستور قائم رہیں گئے باقی میرا حصہ موجود ہے وہ میں اس کو دیئے دیتا ہوں رائے وتدبیر میں تمام عرب میں انتخاب تھے۔

مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں

كانوا يعبدون دهاة العرب حين ثارت الفتنة خمسة رهط يقال لهم ذواراى العرب وميكيدتهم معاوية وعمرو بن العاص وقيس بن سعد والمغيرة بن شعبه وعبد الله بن بديل بن ورقاء

یعنی ”ایام فتنہ میں عرب میں چال اور حکمت عملی والے پانچ شخص تھے معاویہ،

عمرو بن العاصؓ، قیسؓ، مغیرہؓ، عبداللہ ابن بدیلؓ‘‘

کہتے ہیں:

لولا الاسلام المکرت مکرا لا تطیقه العرب

یعنی ’’اگر اسلام نہ ہوتا تو میں ایسا مکر کرتا جس سے تمام عرب عاجز آجاتا‘‘

اپنی قوم میں نہایت ہر دلعزیز اور تمام انصار پر حاوی تھے۔

حبیب بن مسلمہؓ فتنہ اولیٰ (قتل حضرت عثمانؓ) کے زمانہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آئے اور کہا کہ اسی گھوڑے پر سوار ہو جائیے اور خود زین سے ہٹ گئے قیسؓ نے اس بنا پر آگے بیٹھنے سے انکار کیا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ آگے خود جانور کے مالک کو بیٹھنا چاہئے حبیبؓ نے کہا یہ میں بھی جانتا ہوں، لیکن آپ کے پیچھے بیٹھنے میں مجھ کو اطمینان نہیں نہایت درجہ بے تعصب تھے قادسیہ میں سہل بن حنیفؓ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ گزرا تو جیسا کہ مسلمانوں کا عام قاعدہ تھا کھڑے ہو گئے لوگوں نے کہا آپ ناحق کھڑے ہوئے وہ ایک ذمی کا جنازہ تھا حضرت قیس نے فرمایا کہ حضور ﷺ بھی ایک یہودی کے جنازہ کے لیے اٹھے تھے جب واقعہ معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا کیا مضائقہ ہے آخر وہ بھی تو ایک جان ہے۔ شجاعت وبسالت کا تذکرہ غزوات میں آچکا ہے۔

حضرت قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

قرظہ نام، ابو عمرو کنیت، قبیلہ حارث بن خزرج سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے۔ قرظہ بن کعب بن کعب بن ثعلبہ بن عمرو بن کعب بن الاطنابہ بعض لوگوں نے اس طرح لکھا ہے قرظہ بن عمرو بن کعب بن عمرو بن عائذ بن زید مناۃ بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث بن الخزرج

ماں کا نام خلیدہ بنت ثابت بن سنان تھا۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات اور عام حالات:

غزوہ احد، غزوہ خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی عہد صدیقی مدینہ میں گزرا۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ کوفہ آئے اور یہیں مقیم ہو گئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانہ امارت میں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کے ایک دوست کو جو ابن النواحہ کے نام سے مشہور تھا کوفہ میں قتل کیا۔ ۲۳ھ (عہد فاروقی) میں رے کی مہم سر کی جناب علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے لیے روانہ ہوئے تو ان کو کوفہ میں اپنا جانشین بنایا اور جب صفین کے لیے نکلے تو ان کو ہمراہ لے گئے اور ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ کو جانشینی کے لیے کوفہ میں چھوڑا۔

اس زمانہ میں ان کے علاقہ کا ایک واقعہ تاریخوں میں مذکور ہے ذمیوں کی ایک نہر خشک ہو کر مٹ رہی تھی اور ذمی پانی نہ ہونے کی وجہ سے اس مقام کو چھوڑ دینا چاہتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد بھیجا اور حالات گوش گزار کیئے آپ نے قرظہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جو بجنسہ تاریخ یعقوبی میں درج ہے ہم اس کے بعض فقرے اس مقام پر نقل کرتے ہیں:

فانظر انت وهم ثم اعمر واصلح النهر فلعمري لان يعمروا احب الينا من ان يخرجوا وان يعجزوا أو يقصروا في واجب من صلاح البلاد" تم اور وہ (ذمی) مل کر اس معاملہ پر غور کر وان کے آباد رہنے کی فکر رکھو اور نہر درست کر و اور خدا کی قسم میں ان کا آباد رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں ان کا عاجز آ کر بھاگ جانا یا زمین اور آبادی کی سعی فلاح میں ناکام رہنا مجھے منظور نہیں"

وفات:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا۔ حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اہل کوفہ کو ان کی وفات کا سخت صدمہ ہوا چنانچہ بزم افسوس قائم ہوئی اور ہر طرف کہرام مچ گیا۔ کوفہ میں یہ بالکل نئی بات تھی، ابو حاتم رازی، ابن سعد، ابن حبان اور قاضی ابن عبد البر کا یہی خیال ہے۔ لیکن صحیح مسلم میں اس کے خلاف روایت آئی ہے اس بناء پر بعض لوگوں نے کہا کہ ان کی وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی بجائے عہد معاویہ میں ہوئی صحیح مسلم میں ہے کہ قرظہ بن کعب پر کوفہ میں نوحہ کیا گیا تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس پر نوحہ کیا جائے اس کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا

اس روایت میں چند باتیں قابل لحاظ ہیں:

۱) مغیرہ بن شعبہ کے کوفہ میں موجود ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امیر معاویہ کا عہد خلافت تھا اور مغیرہ کوفہ کے والی تھے کیونکہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی باہمی جنگ میں مغیرہ طائف میں گوشہ نشین تھے حضرت علیؓ کے انتقال کے بعد کوفہ آئے اور امام حسنؓ سے صلح ہو جانے کے بعد امیر معاویہؓ نے ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔

۲) صحیح مسلم کی ایک روایت میں تصریح ہے کہ مغیرہ اس زمانہ میں امیر کوفہ تھے۔

۳) ترمذی میں ہے کہ مغیرہ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور رونے کی ممانعت پر حدیث پڑھی۔

۴) صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے کہ مغیرہ نے بحالت امارت حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا۔

۵) مغیرہ رضی اللہ عنہ کی امارت کوفہ ۵۰ھ میں تھی۔

ان تمام روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ کے عہد میں ان کا انتقال ہوا یہی وجہ ہے کہ ابن سعد نے طبقات الکوفین میں پہلی روایت کو لیا ہے دوسری جگہ اس سے ذرا ہٹ کر لکھتے ہیں:

مات بالكوفة والمغيرة وال

فضل وکمال:

فضلائے صحابہ میں تھے حضرت عمرؓ نے عمار بن یاسرؓ والی کوفہ کے ہمراہ انصار کے

دس بزرگوں کو تعلیم فقہ کے لیے بھیجا تھا، حضرت قرظہؓ بھی انہی میں تھے۔
حضور ﷺ اور حضرت عمرؓ سے چند روایتیں کیں عامر بن سعد بجلیؓ اور امام شعبی ان کے مسند فیض کے حاشیہ نشین ہیں۔

اخلاق:

مقدس اور عالی مرتبہ ہونے کے باوجود زندہ دل تھے ان کے ہاں شادی کی تقریب تھی، لڑکیاں گا رہی تھیں، اور یہ ابو مسعودؓ اور ثابت بن زیدؓ کے ساتھ بیٹھے گانا سن رہے تھے عامر بن سعدؓ نے کہا آپ لوگ صحابی ہو کر گانا سنتے ہیں، فرمایا حضور ﷺ نے ہم کو شادی میں گانے اور موت میں نوحہ کے بغیر رونے کی اجازت دے دی ہے۔

حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

قطبہ نام، ابوزید کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

اسلام:

عقبہ اولیٰ میں مسلمان ہوئے اور عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔

غزوات:

بدر احد اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے غزوہ بدر میں نہایت پامردی اور جانبازی سے لڑے مسلمانوں اور کفار کی صفوں کے درمیان ایک پتھر پھینکا اور کہا کہ جب تک یہ نہ بھاگے گا میں بھی نہ بھاگوں گا۔ غزوہ احد میں ۹ زخم کھائے اور فتح مکہ میں بنو سلمہ کی بھاگوں
حاصل کیا۔

وفات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

اخلاق:

سنت نبوی پر چلنے کی سخت کوشش کرتے تھے زمانہ جاہلیت میں انصار احرام باندھ کر دروازوں سے گھر کے اندر نہ آتے تھے قریش میں بھی یہی دستور تھا، لیکن چند

قبائل مستثنیٰ تھے ایک روز احرام کی حالت میں حضور ﷺ کسی باغ میں داخل ہوئے صحابہ بھی ساتھ تھے قطبہ بھی دروازے سے اندر چلے گئے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ یہ فاجر آدمی ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم کو یہ فاجر کہتے ہیں جب احرام باندھے تھے تو پھر اندر کیوں آئے؟ جواب دیا آپ کے ساتھ چلا آیا فرمایا میں تو احمسی ہوں، عرض کی دینی دینک جو آپ کا دین ہے وہی میرا بھی ہے کلام مجید نے اس خیال کی تائید کی اور یہ آیت اتری

وليس البر بان تاتوا البيوت من ظهورها "یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے آتے ہو"

اس آیت کے بموجب انصار کی ایک قدیم رسم جو بالکل حماقت پر مبنی تھی، متروک ہوگئی، لیکن جس شخص نے سب سے پہلے اس کو ترک کیا وہ حضرت قطبہؓ تھے اور اس لیے من سن سنۃ حسنۃ الخ کے وہ مصداق کہے جا سکتے ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

کعب نام، ابو عبد اللہ کنیت، بنو سلمہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے کعب بن مالک بن ابي کعب عمرو بن قیس بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد ابن سار دہ بن یزید بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام لیلی بنت زید بن ثعلبہ تھا اور بنو سلمہ سے تھیں۔ جاہلیت میں ابو بشیر کنیت کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر ابو عبد اللہ کر دی مالک کے یہی چشم وچراغ تھے۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں ۷۰ آدمیوں کے ساتھ مکہ آکر بیعت کی۔

غزوات:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور انصار و مہاجرین میں برادری قائم کی تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو کہ عشرہ مبشرہ میں تھے ان کا بھائی بنایا۔ غزوہ بدر میں جلدی کی وجہ سے نہ جا سکے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ رہ گئے تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو کچھ نہ کہا۔

اس غزوہ سے محروم رہنے کا ان کو کچھ افسوس بھی نہ تھا، خود فرماتے تھے کہ لیلۃ العقبہ کے مقابلہ میں جو اسلام کی آئندہ کامیابیوں کا دیباچہ تھی، میں بدر کو ترجیح نہیں دیتا گو لوگوں میں بدر کا زیادہ چرچا ہے۔

غزوہ احد میں اپنے مہاجر بھائی کی طرح داد شجاعت دی حضور ﷺ کی زرہ پہن کر میدان میں آئے حضور ﷺ ان کی زرہ زیب تن کیے تھے اس لڑائی میں زخم کھائے۔ حضور ﷺ کے متعلق خبر اڑ گئی تھی کہ شہید ہو گئے صحابہ کو سخت تشویش پیدا ہو گئی سب سے پہلے انہوں نے پہچانا اور باآواز بلند پکار اٹھے کہ رسول اللہ یہ ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا خاموش رہو۔

احد کے بعد جو غزوات پیش آئے ان میں انہوں نے نہایت مستعدی سے شرکت کی یہ عجیب بات ہے کہ عہد نبوت کے پہلے غزوہ کی طرح پچھلے غزوہ کی شرکت کے شرف سے بھی محروم رہے غزوہ تبوک حضور ﷺ کا اخیر غزوہ ہے اور غزوہ عسرت بھی کہلاتا ہے حضور ﷺ کی یہ عادت تھی کہ کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو صاف صاف نہ بتاتے لیکن اس دفعہ خلاف معمول ظاہر کر دیا تھا کہ مسلمان اس طویل اور مشکل سفر کے لیے تیار ہو جائیں، خود حضرت کعب نے اس کے لیے دو اونٹ مہیا کیے تھے ان کا بیان ہے کہ میں کسی غزوہ میں اتنا قوی، تیار اور خوشحال نہ تھا جتنا اس دفعہ تھا۔

اہتمام کی اصل وجہ یہ تھی کہ رومیوں سے مقابلہ تھا جو ساز و سامان تعداد جمعیت و کثرت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی قوت شمار ہوتے تھے حضور ﷺ نے مسلمانوں کی بہت بڑی جمعیت فراہم کی اور شدید گرمی کے زمانہ میں تیاری کا حکم دے دیا۔ حضرت کعبؓ روزانہ تہیہ کرتے لیکن کوئی فیصلہ نہ کر پاتے اسی آج کل میں وقت گزر گیا اور حضور ﷺ صحابہ کو لے کر تبوک روانہ ہو گئے۔ یہاں ابھی تک سامان بھی درست نہ ہوا تھا دل میں کہتے تھے کہ میں جا سکتا ہوں لیکن

پھر نیت بدل جاتی اور رک جاتے اسی طرح روزانہ سفر کا ارادہ کرتے اور فسخ کرتے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبوک پہنچنے کی خبر آگئی۔

شہر میں نکلتے تو منافقین اور ضعفاء کے علاوہ کوئی نظر نہ آتا سخت شرمندگی ہوتی کہ قوی اور صحیح و سالم ہونے کے باوجود کیوں پیچھے رہ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے رہ جانے کا کوئی خیال بھی نہ تھا نہ فوج کا کوئی رجسٹر تھا، جس میں غیر حاضر رہنے والوں کا پتہ چلتا اس بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہونے کا صرف ایک ذریعہ تھا اور وہ وحی الہی تھی۔

تبوک پہنچ کر ان کے متعلق دریافت کیا تو بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنے کپڑے دیکھنے سے کب فرصت تھی جو یہاں آتے حضرت معاذؓ نے کہا یہ غلط ہے ہم نے ان میں کوئی بری بات نہیں پائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ غزوہ ختم ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی کی خبر ان کو ملی تو ان کے دل میں مختلف خیالات موجزن ہوئے گھر کے لوگوں سے مشورہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی سے بچنے کی کیا تدبیر ہے کبھی یہ خیال آتا کہ باتیں بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصہ سے نجات حاصل کریں، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے قریب پہنچے تو تمام وسوسے دور ہو گئے اور انہوں نے تہیہ کر لیا کہ چاہے کچھ ہو سچ سچ سارا ماجرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کر دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ۸۰ سے اوپر آدمیوں کی ایک جماعت معذرت کے لیے حاضر ہوئی اور قسم کھا کر ایک ایک نے اپنا عذر بیان کیا آپ نے سب کا عذر قبول کیا بیعت لی اور سب کے لیے استغفار کیا اس کے بعد حضرت کعبؓ سامنے آئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا آؤ وہ

سامنے آکر بیٹھے تو پوچھا غزوہ میں کیوں نہ گئے؟ عرض کی حضور سے کیا چھپاؤں کوئی بنیادی حاکم ہوتا تو سو طرح کی باتیں بنا کر اس کو راضی کر لیتا، کیونکہ میں مقرر اور بحث کرنے والا واقع ہوا ہوں، لیکن آپ کے سامنے سچ بولوں گا شاید خدا معاف کر دے جھوٹ بولنے سے اس وقت آپ خوش تو ہو جائیں گے لیکن پھر خدا آپ کو میری طرف سے ناراض کر دے گا اور مجھے یہ گوارا نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا، میں نہایت قوی با سر و سامان اور مالدار تھا لیکن بد قسمتی کہ نہ جا سکا حضور ﷺ نے فرمایا انہوں نے سچی بات کہی اچھا جاؤ تمہارے لیے خدا جو فیصلہ کرے۔

یہ وہاں سے اٹھے تو بنو سلمہ کے کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے پہلے تم نے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا تھا اور تعجب ہے کہ اس کے لیے تم کوئی عذر بھی پیش نہ کر سکتے کیا اچھا ہوتا اگر اور لوگوں کی طرح تم نے بھی کوئی عذر کر دیا ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے استغفار کیا تھا، تمہارا گناہ بھی معاف ہو جاتا یہ سن کر پھر ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا کر اگلے بیان کی تردید کر دیں، پھر کچھ سوچ کر پوچھا کہ میرے جیسے کچھ اور لوگ بھی ہیں؟ معلوم ہوا ہاں دو آدمی اور ہیں، مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ، دونوں بزرگ نہایت صالح اور غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تھے ان کے نام سن کر تسکین ہوئی اور جھوٹ کے ارادہ سے باز رہے۔

حضور ﷺ نے ان تینوں سے مسلمانوں کو بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی تھی، ۵۰ دن تک یہی حالت رہی، لوگ ان کو گھور گھور کر دیکھتے تھے لیکن بولتے نہ تھے مرارہؓ اور ہلالؓ تو گھر میں بیٹھ گئے تھے اور رات دن رویا کرتے تھے کعب

جوان آدمی تھے گھر میں کہاں بیٹھ سکتے تھے پانچوں وقت مسجد میں نماز کے لیے آتے اور بازاروں میں پھرا کرتے لیکن کوئی مسلمان بات تک کا روادار نہ ہوتا۔

مسجد میں آتے اور رسول اللہ ﷺ کو نماز کے بعد سلام کرتے حضور ﷺ مصلے پر بیٹھے رہتے یہ دیکھتے کہ جواب میں لب مبارک ہلے یا نہیں، پھر قریب ہی نماز پڑھتے اور گوشہ چشم سے حضور ﷺ کی طرف تاکتے، حضور ﷺ ان کو دیکھتے رہتے جب نماز سے فارغ ہو کر آپ کی طرف متوجہ ہوتے تو آپ منہ پھیر لیتے تھے۔

ان کے ساتھ یہی برتاؤ ان کے گھر والوں کا بھی تھا، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ عم زاد بھائی تھے ایک مرتبہ ان کے مکان کی دیوار پر چڑھے اور سلام کیا انہوں نے جواب تک نہ دیا انہوں نے تین مرتبہ قسم دے کر پوچھا تم یہ جانتے ہو کہ میں اللہ اور رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہوں انہوں نے اخیر مرتبہ جواب دیا کہ خدا اور رسول کو خبر ہو گی اس جواب سے ان کو سخت مایوسی ہوئی اور دل میں کہا کہ اب میرے ایمان کی بھی کوئی گواہی دینے والا نہیں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور بازار کی طرف نکل گئے وہاں ایک نبطی جو شام کا باشندہ تھا ان کو ڈھونڈ رہا تھا، مسلمانوں نے اشارہ کیا کہ دیکھو وہ آرہے ہیں، وہ بادشاہ غسان کا ان کے پاس ایک خط لایا تھا، کھول کر پڑھا تو یہ تحریر تھا کہ تمہارے صاحب حضور ﷺ نے تم پر بڑی زیادتی کی لیکن خدا نے تم کو کسی ذلیل گھر میں پیدا نہیں کیا ہے تم میرے پاس آجاؤ، مضمون پڑھ کر کہا یہ بھی ایک آزمائش ہے اور خط کو تنور میں ڈال دیا۔ چالیس دن گزر گئے تو حضور ﷺ کا آدمی پہنچا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ پوچھا طلاق دے دوں؟ بولا نہیں صرف

الگ رہو۔اپنی بیوی سے جا کر کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤاور جب تک میری نسبت خدا کوئی فیصلہ نہ کر دے وہیں رہو ہلال ؓ اور مرارہ ؓ کو بھی یہی حکم ہوا تھا، لیکن ہلال ؓ بہت بوڑھے تھے ان کی بیوی بارگاہ رسالت میں گئیں اور خدمت کی اجازت لے آئیں، بولے میں نہ جاؤں گا معلوم نہیں آپ کیا فرمائیں۔

پچاسویں دن فجر کی نماز پڑھ کر چھت پر بیٹھے ہوئے تھے اور دل میں کہہ رہے تھے کہ اب تو زندگی سے بیزار ہوں زمین و آسمان مجھ پر تنگ ہیں کہ اتنے میں پہاڑ پر سے آواز آئی کہ اے کعب بشارت ہو سمجھ گئے کہ اللہ نے توبہ قبول کر لی، فوراً سجدہ میں گرے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور اپنی مغفرت چاہی دو آدمیوں نے جس میں ایک گھوڑے پر سوار تھا آکر خوشخبری سنائی انہوں نے اپنے کپڑے اتار کر دونوں کو دے دیئے مزید کپڑے موجود نہ تھے اس لیے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلے۔راستہ میں لوگ جوق در جوق چلے آرہے تھے سب نے مبارک باد دی مسجد میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کے درمیان بیٹھے تھے حضرت طلحہ ؓ نے دوڑ کر مصافحہ کیا لیکن وہ لوگ بیٹھے رہے حضور ﷺ کو سلام کیا چہرہ مبارک مسرت سے چاند کی طرح چمک رہا تھا، فرمایا تم کو بشارت ہو جب سے تم پیدا ہوئے آج سے بہتر کوئی دن نہ گزرا ہوگا پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ نے معاف کیا؟ فرمایا میں نے نہیں خدا نے معاف کیا جوش مسرت میں عرض کیا کہ اپنا مال صدقہ کرتا ہوں۔فرمایا کہ کچھ صدقہ کرو انہوں نے خیبر کا حصہ صدقہ کر دیا اس کے بعد کہا کہ خدا نے مجھ کو صرف سچ کی وجہ سے نجات دی اب یہ عہد کرتا ہوں کہ ہمیشہ سچ بولوں گا۔

سچ بولنے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو جس ابتلا کا سامنا ہوا اس کی نظیر سے تاریخ اسلام خالی ہے ایسے بڑے بڑے مصائب پر بھی ان کا قدم جادہ استقلال سے نہ ہٹا۔ قرآن مجید کی یہ آیتیں ان کے متعلق نازل ہوئیں

وَعَلَى الثَّلَٰثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوْا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسَهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ)(سورہ توبہ: رکوع نمبر ا)

یعنی خدا نے ان تین آدمیوں کی توبہ قبول کی جو پیچھے چھوڑ گئے تھے یہاں تک کہ جب ان پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ ہو گئی اور خود اپنی زندگی سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ صرف خدا ہی سے پناہ لینا چاہیے تو خدا ان کی طرف رجوع ہوا تا کہ وہ اس کی طرف رجوع ہوں، بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

عہد نبوی کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے روح فرسا واقعہ میں انہوں نے مرثیہ لکھا، حضرت علی اور امیر معاویہ کی لڑائیوں میں وہ دونوں سے الگ رہے۔

وفات:

امیر معاویہ رض کے عہد میں وفات پائی سنہ میں اختلاف ہے، بعض کا خیال ہے کہ ۵۰ھ تھا۔ عمر ۷۷ سال تھی۔

اولاد:

عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمن، معبد، محمد قصر کعب کے ارکانِ خمسہ تھے ان میں

سے اول الذکر کو یہ شرف حاصل تھا کہ جب ان کے والد نابینا ہو گئے تو یہ ان کے قائد اور راہنما بنتے تھے

فضل وکمال:

حدیث کی کتابوں میں ۸۰ روایتیں ہیں اور خود حضورﷺ اور اسید بن حضیرؓ سے روایت کی راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ، امام باقرؒ، عمرو بن حکم بن ثوبانؓ، علی بن ابی طلحہؓ، عمر بن کثیر بن افلحؓ، عمر بن حکم بن رافعؓ جیسے اکابر شامل ہیں۔

مشہور شاعر تھے طبیعت اچھی پائی تھی، اور اشعار میں جدت تھی،

جاہلیت میں شاعری کے انتساب سے مشہور تھے ایک مرتبہ حضورﷺ سے دریافت کیا کہ شعر کہنا کیسا ہے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، مسلمان اس کی وجہ سے تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے

جب یہ شعر کہا

زعمت سخينة ان ستغلب ربها فليغلبن مغالب الغلاب

سخینہ کا گمان ہے کہ اس کا معبود اس کو غالب کرے گا بہتر ہے وہ تمام غالب ہونے والوں کے غالب (خدا) پر غلبہ حاصل کریں

تو حضورﷺ نے فرمایا کہ اس سے تم نے خدا کو مشکور بنایا۔

ان کی شاعری کا اصل موضوع کفار کو لڑائی سے ڈرانا اور مسلمانوں کا ان کے قلوب میں سکہ جمانا تھا در بار رسالت میں تین شاعر تھے اور تینوں کے موضوع جداگانہ تھے انہی میں سے ایک حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے کلام کے اثر کا

اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف دو بیت کہے اور تمام قبیلہ دوس مسلمان ہو گیا وہ شعر یہ تھے

قضينا من تهامة كل وتر وخير ثم اغمدنا ايسونا

تہامہ اور خیبر سے ہم نے کینہ کو دور کر کے تلواریں نیام میں کر لیں

یخرها ولو نطقت لقالت قواطعهن دوسا او ثقيفا

اب ہم پھر ان کو اٹھاتے ہیں اور اگر بول سکیں تو کہیں کہ اب دوس یا ثقیف کا نمبر ہے دوسیوں نے سنا تو کہا کہ مسلمان ہو جانا بہتر ہے ورنہ ثقیف کی طرح ہمارا بھی حشر ہو گا۔

اخلاق:

صدق وراستی ان کا خاص وصف تھا اور اس کو انہوں نے جس طرح نباہا اس سے زیادہ ہونا ناممکن ہے دعا قبول ہونے کے بعد کبھی جھوٹ نہ بولے خود فرماتے ہیں

والله ما تعمدت كذبة ومنذ قلت ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم الى يومى هذا واني لا رجوان يحفظني الله فيما بقى

غزوہ تبوک سے پہلے کی زندگی نہایت پاک اور صاف گزری تھی، چنانچہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو بنو سلمہ نے برجستہ کہا

والله ما علمناک کنت اذنبت ذنبا قبل هذا

یعنی خدا کی قسم تم نے اس سے پہلے تو کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔

حضرت کلثوم بن الھدم رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

کلثوم نام، صاحب رحل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لقب سلسلہ نسب یہ ہے کلثوم بن الھدم بن امراء القیس بن حارث بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عروف ابن مالک بن اوس۔

ضعیفی کا عالم تھا کہ اسلام کی صدا کانوں میں پہنچی اور انہوں نے اس کو لبیک کہا۔

ہجرت:

تھوڑے دنوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی، ابتداءً قبیلہ عمرو بن عوف میں نزول ہوا اور حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا گھر پہنچے حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ نے اپنے نوکر کو آواز دی یا نجیح عرب شگون اور فال کے عادی ہوتے تھے ارشاد ہوا انجحت یا ابابکر! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں چار روز مقیم رہے اس کے بعد حضرت ابوایوب انصاری کے مسکن کو نوازا۔

وفات:

مسجد نبوی اور ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیر شروع تھی اور بدر کو بہت کم عرصہ باقی تھا کہ پیغام اجل آپہنچا اس بناپر حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔

ہجرت کے بعد صحابہ میں یہ پہلی موت تھی، اس کے چند دنوں کے بعد اسلام کے پرجوش داعی حضرت ابوامامہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

معاذ نام، ابو عبد الرحمن کنیت، امام الفقہاء کنز العلماء اور عالم ربانی القاب، قبیلہ خزرج کے خاندان ادی بن سعد سے تھے نسب نامہ یہ ہے معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج اکبر۔

سعد کے دو بیٹے تھے سلمہ اور ادی سلمہ کی نسل سے بنو سلمہ ہیں، جن میں حضرت ابو قتادہؓ، جابر بن عبد اللہؓ، کعب بن مالکؓ، عبد اللہ بن عمرو بن حرامؓ مشہور صحابہ گزرے ہیں ان لوگوں کے ماسوا اور بھی بہت سے بزرگوں کو اس خاندان سے انتساب تھا لیکن سلمہؓ کے دوسرے بھائی ادی کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت صرف ایک فرزند تھا جس کی وفات پر خاندان ادی کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔

امام سمعانی نے کتاب الانساب میں حسین بن محمد بن طاہر کو اسی ادی کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، تمام موثق روایتوں سے ثابت ہے کہ اسلام کے زمانہ میں اس خاندان میں صرف دو شخص باقی تھے ایک حضرت معاذؓ اور دوسرے ان کے صاحبزادے عبد الرحمنؓ۔ بنو ادی کے مکانات ان کے بنو اعمام (بنو سلمہ) کے پڑوس میں واقع تھے مسجد قبلتین جہاں تحویل قبلہ ہوا تھا، یہیں واقع تھی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا گھر بھی یہیں تھا۔

اسلام:

طبیعت فطرۃً اثر پذیر واقع ہوئی تھی چنانچہ نبوت کے بارہویں سال جب مدینہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو حضرت معاذ نے اس کے قبول کرنے میں ذرہ بھی پس و پیش نہ کیا، حضرت مصعب بن عمیر داعی اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدق دل سے توحید کا اقرار کیا اس وقت ان کا سن ۱۸ سال کا تھا۔

حج کا موسم قریب آیا تو حضرت مصعب مکہ روانہ ہوئے اہل مدینہ کی ایک جماعت جس میں مسلم اور مشرک دونوں شامل تھے ان کے ہمراہ ہوئی، حضرت معاذ بھی ساتھ تھے۔ مکہ پہنچ کر عقبہ میں وہ نورانی منظر سامنے آیا جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا تھا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ رات کے وقت تشریف لائے اور اس جماعت سے بیعت لی۔

یہ جماعت مکہ سے مدینہ واپس ہوئی تو آفتاب اسلام کی روشنی گھر گھر پھیل گئی۔

یثرب تمام مطلع انوار ہو گیا

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کمسن تھے مگر جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ بنو سلمہ کے بت توڑے جانے لگے تو بت شکنوں کی جماعت میں وہ سب کے پیش پیش تھے بت کا کسی کے گھر میں موجود ہوتا اب ان کے لیے سخت تکلیف دہ تھا! بنو سلمہ کے اکثر گھر ایمان کی روشنی سے منور ہو چکے تھے لیکن اب بھی کچھ لوگ ایسے باقی تھے جن کا نفس آبائی مذہب چھوڑنے سے انکار کرتا تھا، عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں تھے جو اپنے قبیلہ کے سردار اور نہایت معزز شخص تھے انہوں نے لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا، جس کا نام مناۃ تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے

نوجوان رات کو ان کے گھر پہنچے وہ بے خبر سو رہے تھے ان لوگوں نے بت کو اٹھا کر محلہ کے ایک گڑھے میں پھینک دیا کہ آنے جانے والے اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں صبح کو بت کی تلاش کے لیے نکلے تو اپنے معبود کو ایک گڑھے میں اوندھا پڑا دیکھ کر عمرو کا غیض و غضب اختیار سے باہر ہو گیا، بہر حال اس کو اٹھا کر گھر لائے نہلایا، خوشبو لگائی اور اس کی اصل جگہ پر رکھ دیا اور نہایت طیش میں کہا کہ جس شخص نے یہ حرکت کی ہے اگر مجھے اس کا نام معلوم ہو جائے تو بری طرح خبر لوں لیکن جب پھر یہی واقعہ کئی مرتبہ لگاتار پیش آیا تو کفر سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔اس کی تفصیل ان کے حالات میں گزر چکی ہے۔

تعلیم و تربیت:

حضرت معاذؓ ابتداءً ہی نہایت ہونہار تھے اور حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے اور چند ہی دنوں میں فیض نبوت کے اثر سے اسلام کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ بن گئے اور ان کا شمار صحابہ کے برگزیدہ افراد میں ہونے لگا۔

حضور ﷺ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ بسا اوقات ان کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھاتے اور اسرار و حکم کی تلقین کرتے تھے ایک مرتبہ وہ حضور ﷺ کے ردیف تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یا معاذ بن جبل! انہوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ وسعدیک آپ نے پھر ان کا نام پکارا انہوں نے پھر اسی ادب اور محبت بھرے الفاظ سے جواب دیا اسی طرح تین مرتبہ آپ نے ان کا نام لیا اور وہ اسی

طرح لبیک کہتے رہے پھر ارشاد فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے کلمہ توحید پڑھ لے اس پر دوزخ حرام ہو جاتی ہے حضرت معاذ نے کہا یارسول اللہ کیا لوگوں کو یہ بشارت سنادوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں ورنہ لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں گے

حضرت معاذؓ پر شفقت نبوی کا یہ حال تھا کہ وہ خود کوئی سوال نہ کرتے تھے۔ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوڑے یا عصا سے ان کی پشت پر آہستہ سے ٹھوکر دی اور فرمایا جانتے ہو بندوں پر خدا کا کیا حق ہے؟ عرض کی، اللہ اور رسول کو زیادہ معلوم ہے فرمایا" یہ کہ بندے اس کی عبادت کریں اور شرک سے اجتناب کریں"
تھوڑی دور چل کر پھر پوچھا کہ خدا پر بندوں کا کیا حق ہے؟ پھر عرض کی کہ خدا اور رسول کو معلوم ہے آپ نے فرمایا یہ کہ وہ ان کو جنت میں داخل کرے۔ حضرت معاذ ہمیشہ شفقت نبوی سے سرفراز رہتے تھے ان کو اٹھتے بیٹھتے حامل نبوت سے تعلیم ملتی تھی، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دروازہ پر کھڑا دیکھا تو ایک چیز کی تعلیم دی ایک اور مرتبہ لطف و کرم سے فرمایا کہ، میں تمہیں جنت کا ایک دروازہ بتاؤں؟

عرض کی ارشاد ہو، فرمایا لا حول ولا قوة الا بالله پڑھ لیا کرو۔ تعلیم زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی تھی، مذہبی اخلاقی، علمی، عملی ہر قسم کی تعلیم سے وہ بہرہ ور ہوئے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے ایک روز صبح کے وقت جب لشکر اسلام منزل مقصود کی طرف روانہ ہو رہا تھا، حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھے پوچھا ایسا عمل بتایئے جو مجھ کو جنت میں داخل کرے

اور دوزخ سے بچائے، فرمایا: تم نے بہت بڑی بات پوچھی، لیکن جس کو خدا توفیق دے اس پر آسان بھی ہے۔ شرک نہ کرو عبادت کرو نماز پڑھو زکوۃ دو رمضان میں روزہ رکھو حج کرو، پھر فرمایا خیر کے کچھ دروازے ہیں میں تم کو بتاتا ہوں' روزہ جو ڈھال کا حکم رکھتا ہے صدقہ جو آتش معصیت کو پانی کی طرح بجھا دیتا ہے اور نماز جو رات کے حصوں میں پڑھی جاتی ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی

تتجافی جنوبھم عن المضاجع (یعلمون تک)

پھر ارشاد ہوا کہ ان تمام باتوں کی بیخ و بن صرف ایک چیز ہے زبان اس کو روکو حضور ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا حضرت معاذؓ نے سوال کیا کہ کیا جو کچھ ہم بولتے ہیں اس پر مواخذہ ہوگا، حضور ﷺ نے فرمایا ثکلتك امك یا معاذ ! بہت سے لوگ صرف اس کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے دس باتوں کی وصیت کی تھی، شرک نہ کرنا، خواہ تم کو کوئی اس کے عوض قتل کر دے یا جلا دے والدین کو تکلیف نہ پہنچانا خواہ تم کو وہ تمہارے بال بچوں اور مال سے علیحدہ کر دیں، فرض نماز قصداً کبھی ترک نہ کرنا کیونکہ جو شخص قصداً نماز چھوڑتا ہے خدا اس کی ذمہ داری سے بری ہو جاتا ہے شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام فواحش کی بنیاد ہے معصیت میں مبتلا نہ ہونا کیونکہ مبتلائے معصیت پر خدا کا غصہ حلال ہو جاتا ہے لڑائی سے نہ بھاگنا اگر چہ تمام لشکر خاک و خون میں لوٹ چکا ہو موت عام ہو (بیماری آئے) تو ثابت قدم رہنا اپنی اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ان کو ہمیشہ ادب دینا اور خدا سے خوف دلانا۔

رسول اللہ ﷺ نے پانچ چیزوں کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تاکید کی تھی اور فرمایا تھا

کہ جوان کو عمل میں لائے خدا اس کا ضامن ہوتا ہے مریض کی عیادت، جنازہ کے ساتھ جانا، غزوہ کے لیے نکلنا، حاکم کی توقیر کے لیے جانا، گھر میں بیٹھ رہنا جس میں وہ تمام لوگوں سے محفوظ ہو جائے اور دنیا اس سے سلامت رہے۔

اخلاقی تعلیم ان الفاظ میں دی معاذ! ہر برائی کے پیچھے نیکی کر لیا کرو کیونکہ نیکی اس کو مٹا دے گی اور لوگوں کے سامنے اچھے اخلاق ظاہر کرو

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اتق دعوة المظلوم فان ليس بينها وبين الله حجاب یعنی مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہو کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں (بخاری) یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تو فرمایا" معاذ! خبردار عیش و تنعیم سے علیحدہ رہنا کیونکہ خدا کے بندے عیش پرست اور تنعیم پسند نہیں ہوتے۔

اور اجتماعی زندگی کی تلقین اس طرح کی، انسان کا بھیڑیا شیطان ہے جس طرح بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو ریوڑ سے دور ہوتی ہے اسی طرح شیطان اس انسان پر قابو پالیتا ہے جو جماعت سے الگ ہوتا ہے خبردار! خبردار!! متفرق نہ ہونا بلکہ جماعت کے ساتھ رہنا اشاعت اسلام کے متعلق فرمایا معاذ! اگر تم ایک مشرک کو بھی مسلمان کر لو تو تمہارے لیے دنیا کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔

غرض یہ پاکیزہ خیالات اور اعلیٰ تعلیمات جس بزرگ کے رگ وپے میں سرایت کر گئی تھیں وہ جماعت انصار کا وہ نوجوان تھا جس کو حضرت ابن مسعودؓ فرد نہیں بلکہ ایک امت کہا کرتے تھے۔

غزوات اور عام حالات:

حضور ﷺ نے مدینہ تشریف لا کر مواخات کی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا مہاجری

بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود کو تجویز فرمایا۔

۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس میں شریک تھے اور اس وقت ان کا سن ۲۱ سال کا تھا' بدر کے علاوہ تمام غزوات میں حضرت معاذؓ نے شرف شرکت حاصل کیا۔

ان فضائل کے ماسوا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن حفظ کیا تھا۔

امامت مسجد:

بنو سلمہ نے اپنے محلہ میں ایک مسجد بنائی تھی، جس کے امام حضرت معاذؓ تھے ایک دن عشا کی نماز میں انہوں نے سورہ بقرہ پڑھی پیچھے صفوں میں ایک شخص تھا جو دن بھر کھیت میں کام کرنے کی وجہ سے بالکل تھکا ہوا تھا، حضرت معاذؓ کی نماز ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ نیت توڑ کر چل دیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو کہا کہ وہ منافق ہے اس کو یہ نہایت ناگوار گزرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر شکایت کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا افتان انت ؟ کیا لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرو گے ؟ اس کے بعد فرمایا کہ چھوٹی سورتیں پڑھا کرو کیونکہ تمہارے پیچھے صفوں میں بوڑھے ضعیف اور ارباب حاجت سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، تم کو ان سب کا خیال کرنا چاہیے۔

امارت یمن اور اشاعت اسلام:

۹ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے تشریف لائے تھے کہ رمضان میں ملوک حمیر (یمن) کا قاصد اہل یمن کے قبول اسلام کی خبر لے کر مدینہ پہنچا اب

حضور ﷺ نے یمن کی امارت کے لیے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تجویز فرمایا۔
اس سے پہلے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی جائیداد قرض میں بک چکی تھی، حضرت معاذؓ بہت فیاض تھے اور خوب خرچ کرتے تھے اور لازماً اس کا بار جائیداد پر پڑ رہا تھا، قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا تو کچھ دنوں گھر میں چھپ رہے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا معاذ کو بلوایئے آپ نے آدمی بھیج کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلوایا قرض خواہوں نے شور مچایا کہ ہمارا ابھی فیصلہ ہونا چاہیے لیکن جائیداد سے قرض بہت زیادہ تھا اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنا حصہ نہ لے گا اس پر خدا رحم کرے گا چنانچہ کچھ لوگوں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا لیکن کچھ بضد رہے حضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی کل جائیداد ان لوگوں پر تقسیم کردی لیکن قرض اب بھی ادا نہ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ نہیں مل سکتا اسی کو لے جاؤ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اب بالکل مفلس تھے حضور ﷺ کو ان کا بہت خیال تھا، فرمایا کہ گھبرانا نہیں خدا اس کی جلد تلافی کر دے گا۔
فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ نے ان کو امارت یمن کے لیے منتخب فرمایا اگرچہ ان کی قابلیت پر آپ کو ہر طرح کا اطمینان تھا تاہم امتحان لے لینا مناسب تھا پوچھا فیصلہ کس طرح کروگے؟ حضرت معاذ نے کہا قرآن مجید سے فیصلہ کروں گا فرمایا ''اگر اس میں نہ ملے کہا کہ سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا فرمایا اور اس میں بھی نہ ہو کہا میں خود اجتہاد کروں گا، حضور ﷺ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے رسول کو اس چیز کی توفیق دی جس کو اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

امتحان ہو چکا تو اہل یمن کو ایک فرمان لکھوایا، جس میں حضرت معاذؓ کے رتبہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ تھا۔

اني بعثت لكم خير اهلي

میں اپنے لوگوں میں سے بہترین کو تمہارے لیے بھیجتا ہوں۔ اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ معاذ بن جبلؓ اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور صدقہ اور جزیہ کی رقمیں وصول کرکے ان کے پاس جمع کرنا، اور معاذ بن جبلؓ کو سب پر امیر بناتا ہوں ان کو راضی رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے ناخوش ہو جائیں۔

یہ تمام مراحل طے ہو گئے تو حضرت معاذؓ نے یمن کے سفر کی تیاری کی اور سوار ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور لوگ بھی ساتھ ساتھ تھے روانگی کا وقت آیا تو کچھ دور تک خود سرور عالم ساتھ چلے حضرت معاذ بن جبلؓ اونٹ پر سوار تھے اور شہنشاہ مدینہ اونٹ کے ساتھ پاپیادہ چل رہے تھے اور باہم گفتگو کا سلسلہ جاری تھا، جس کے ایک ایک فقرہ سے شفقت و محبت کا اظہار ہو رہا تھا، فرمایا'' معاذ! تم پر قرض بہت ہے اگر کوئی ہدیہ لائے تو قبول کر لینا، میں تم کو اس کی اجازت دیتا ہوں، وداع کا وقت آیا تو حضرت سرور کائنات نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا شاید اب تم سے ملاقات نہ ہو اب مدینہ واپس آؤ گے تو میری بجائے میری قبر ملے گی یہ سننا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ابل پڑیں اور زار و قطار رونے لگے حضور ﷺ نے فرمایا نہ رو، رونا شیطانی حرکت ہے رخصت ہونے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا حفظك الله من بين يديك ومن خلفك وعن يمينك وعن شمالك ومن فوقك ومن تحتك ودراء عنك وشرور الانس والجن، یعنی جاؤ، خدا تم کو ہر قسم کے آفات سے محفوظ رکھے

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف نہایت حسرت سے دیکھا اور کہا میں متقیوں کو اچھا سمجھتا ہوں، خواہ کوئی ہوں (یہ غالباً خلفاء کی طرف اشارہ تھا)

رسول اللہ سے رخصت ہو کر یمن روانہ ہو گئے جب یمن پہنچے تو صبح ہو رہی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی دنیاوی فرمانروا کا نائب نہ تھا، ظاہری شان و شوکت سے اس کا جلوس بالکل خالی تھا، خدم و حشم، نقیب و چاؤش، خیل و سپاہ میں سے ایک چیز بھی اس کے ساتھ نہ تھی، تاہم اسلام و ایمان کا نور چہرہ مبارک پر چمک رہا تھا اور زبان ولب نعرہ تکبیر بلند کر رہے تھے، جس کو ہوا کی موجیں اڑا اڑا کر اہل یمن کے کانوں تک پہنچا رہی تھیں، غرض اس شان و شوکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رسول (قاصد) پہنچا تو قصر کفر کی بنیادیں ہل گئیں اور کفرستان یمن نعرہ توحید سے گونج اٹھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک یمن کے امیر ہی نہ تھے بلکہ معاملات مذہبی کے انچارج تھے ایک طرف اگر وہ صوبہ یمن کے والی و گورنر تھے تو دوسری طرف دین اسلام کے مبلغ و معلم بھی، اس لیے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عدالت و قضا کے فرائض کے علاوہ مذہبی خدمات بھی انجام دیتے تھے مثلاً لوگوں کو قرآن پڑھانا اور اسلام کے احکام کی تعلیم و تلقین کرنا۔

قبیلہ خولان کی ایک عورت ان کے پاس آئی، اس کے ۱۲ بیٹے تھے جن میں سے سب سے چھوٹا بھی بے ڈاڑھی مونچھ کے نہ تھا، شوہر کو گھر میں تنہا چھوڑ کر ان سب کو اپنے ساتھ لائی، ضعف کا یہ حال تھا کہ دو بیٹے اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے آکر پوچھا آپ کو یہاں کس نے بھیجا؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے اس نے کہا تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرستادہ ہیں؟ میں

آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں کیا آپ بتائیں گے؟ حضرت معاذؓ نے کہا ہاں جو چاہے پوچھو اس نے کہا یہ بتائیے کہ شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے حضرت معاذ نے کہا حتی الامکان خدا سے ڈرے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اس نے کہا آپ کو خدا کی قسم! ٹھیک بتائیے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اتنے پر تم راضی نہیں، وہ بولی کہ لڑکوں کا باپ بہت بوڑھا ہے میں اس کا حق کس طرح ادا کروں؟ حضرت معاذؓ نے کہا " جب یہ بات ہے تو تم ان کے حق سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتیں اگر جذام نے ان کا گوشت پھاڑ دیا ہو اور اس میں سے خون اور پیپ بہہ رہا ہو اور تم اپنا منہ اس میں لگادو تب بھی حق ادا نہ ہو گا۔

یمن کا ملک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ حصوں پر تقسیم کر دیا تھا، صنعا، کندہ، حضرموت، جند، زبید (رمعہ عدن اور ساحل تک اس میں شامل تھا) یمن کا صدر مقام جند تھا اور حضرت معاذؓ یہیں رہتے تھے باقی حصوں میں حسب ذیل حضرات حاکم تھے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ	صنعا
حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ	کندہ
حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ	حضرموت
حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ	زبید اور ساحل

یہ چاروں بزرگ اپنے اپنے علاقوں سے صدقہ اور جزیہ وغیرہ کی رقمیں وصول کر کے حضرت معاذؓ کے پاس بھیج دیتے تھے خزانہ حضرت معاذؓ کے پاس تھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنے ماتحت عمال کے علاقوں میں دورہ کرتے تھے ان کے فیصلوں کی دیکھ بھال کرتے تھے اور ضرورت کے وقت خود مقدمہ کی سماعت کرتے تھے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے علاقہ میں جا کر ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا دورہ میں خیموں میں قیام فرماتے تھے چنانچہ یہاں بھی آپ کے لیے خیمہ ہی نصب کیا گیا اور آپ اس میں تشریف فرما ہوئے اور اس کے قریب ہی حضرت ابو موسیٰ بھی ایک خیمہ میں مقیم ہوئے،

حضرت معاذؓ صدقات کی تحصیل اس فرمان کے مطابق کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو لکھوا کر عطا فرمایا تھا یہ فرمان تاریخ کی کتابوں میں بتمامہا مذکور ہے اس میں غنیمت، خمس، صدقات، جزیہ اور بہت سے مذہبی احکام کی تفصیل ہے حضرت معاذؓ نے ہمیشہ اس پر عمل کیا۔ ایک مرتبہ گایوں کا ایک ریوڑ ایک شخص لے کر آیا گائیں تعداد میں ۳۰ سے کم تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا کہ ۳۰ پر ایک بچہ لینا اس لیے حضرت معاذؓ نے کہا کہ میں تاوقتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ نہ لوں اس پر کچھ نہ لوں گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق مجھ سے کچھ نہیں فرمایا اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ عہد نبوت کے عمال دنیاوی حکومتوں کے امراء و عمال کی طرح جبار اور ظالم نہیں ہوتے تھے راعی اور رعایا کے جو تعلقات اسلام نے بیان کیے ہیں، ان کی ہمیشہ نگہداشت کرتے تھے اور راعی پر شریعت کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں، وہ ان پر نہایت شدت سے عمل درآمد کرتے تھے۔

فیصلوں میں بھی اس کی رعایت رکھی جاتی تھی کہ رعایا کی حق تلفی نہ ہو عمال کی

عدالتوں میں حق و صداقت کو غلبہ ہوتا تھا، ایک یہودی مر گیا، ورثاء میں صرف ایک بھائی تھا۔

جو مسلمان ہو چکا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ آیا تو انہوں نے بھائی کو ترکہ دلوایا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حکومت یمن میں ۲ برس رہی ۹ ہجری میں وہ عامل بنا کر یمن بھیجے گئے تھے اور ۱۱ ہجری میں خود ہی اپنی مرضی سے واپس آ گئے۔

حضرت معاذؓ نے یمن میں بیت المال کے روپیہ سے تجارت کی تھی اس سے جو منافع حاصل ہوا تھا اس سے اپنا قرض پورا کیا ہے۔ اس کے ماسوا ہدیہ کی رقم بھی رسول اللہ کے حکم سے قبول کی چنانچہ جب یمن سے روانہ ہوئے تو ۳۰ راس ان کے ساتھ تھیں، یہ سب گو ایک طرح سے خود امیر وقت کے اشارہ کے مطابق ہوا تھا، لیکن چونکہ کوئی تصریحی حکم نہ تھا اس لیے بیت المال کے سرمایہ سے اتنا فائدہ اٹھانا بھی کھٹکتا تھا۔

یمن سے واپسی:

گورنری کی میعاد ختم کر کے مدینہ منورہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مال و متاع کے ساتھ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ ان کے گزراوقات کے بقدر علیحدہ کر کے سارا سامان ان سے وصول کر لیا جائے حضرت ابو بکرؓ نے کہا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاکم بنا کر بھیجا تھا اگر ان کی مرضی ہو گی اور میرے

پاس لائیں گے تو لے لوں گا ورنہ ایک پیسہ نہ لوں گا حضرت ابو بکرؓ سے یہ صاف جواب ملا تو حضرت عمرؓ خود حضرت معاذؓ کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا خیال ظاہر کیا انہوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ نے صرف اس لیے بھیجا تھا کہ وہاں رہ کر اپنے نقصان کو پورا کر لوں میں کچھ بھی نہ دوں گا حضرت عمرؓ خاموش ہو کر واپس چلے آئے تاہم وہ اپنے خیال پر قائم تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے گو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انکار کر دیا، لیکن تائید غیبی نے حضرت عمرؓ کی موافقت کی حضرت معاذؓ نے خواب میں دیکھا کہ وہ پانی میں غرق ہو رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے آ کر نکالا اور اس مصیبت سے نجات دی سو کے اٹھے تو سیدھے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور خواب بیان کر کے کہا جو آپ نے کہا تھا مجھے منظور ہے وہاں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور خواب کا پورا واقعہ سنا کر قسم کھائی کہ جو کچھ ہے سب لا کر دوں گا حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں تم سے کچھ نہ لوں گا میں نے تم کو ہبہ کر دیا حضرت عمرؓ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا اب اپنے پاس رکھو اب تمہیں اجازت مل گئی ہے۔

شام کی روانگی:

یہ مراحل طے ہو گئے تو حضرت معاذؓ نے شام کا قصد کیا اور اپنے اہل و عیال کو لے کر وہیں سکونت پذیر ہو گئے حضرت ابو بکر نے انتقال کیا تو حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے۔ فتوحات اسلامی کا سیلاب بلاد شام سے گزر رہا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی فوج میں شامل تھے اور میدانوں میں داد شجاعت دیتے تھے۔

سفارت:

رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کی خوبی دیکھئے کہ صحابہ میں بیک وقت مختلف کاموں اور گوناگوں فرائض کے انجام دینے کی قابلیت پیدا ہو گئی تھی، یہی حضرت معاذؓ مفتی شرع بھی تھے مجلس ملکی کے ممبر بھی، جامع حمص میں قرآن و حدیث کے معلم بھی تھے اور صوبہ یمن کے کہ رسول اللہ کے عہد میں سلطنت کا سب سے بڑا صوبہ تھا حاکم وقت بھی، اسلام کے سفیر بھی تھے اور میدان جنگ میں غازی و شجاع و مجاہد بھی۔

سفارت کا منصب سپرد ہوا تو نہایت خوش اسلوبی سے متعلقہ فرائض انجام دیئے شام کے ایک شہر فحل میں ۱۴ ہجری میں معرکہ کی تیاریاں ہوئیں، تو رومی صلح پر آمادہ ہوئے اور حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار لشکر اسلام کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ کسی شخص کو سفیر بنا کر ہمارے پاس بھیجئے حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت معاذؓ کو تجویز کیا حضرت معاذ رومی لشکر میں پہنچے تو وہاں نہایت ساز و سامان سے دربار آراستہ کیا گیا تھا ایک خیمہ نصب تھا۔ جس میں دیبائے زریں کا فرش بچھا ہوا تھا معاذ نے یہ تکلفات دیکھے تو باہر کھڑے ہو گئے ایک عیسائی نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ گھوڑا میں تھام لیتا ہوں آپ اندر تشریف لے جائیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جن کی بزرگی اور تقدس کا عیسائیوں تک میں چرچا تھا فرمایا کہ میں اس فرش پر جو غریبوں کا حق چھین کر تیار کیا گیا ہے، بیٹھنا پسند نہیں کرتا، یہ کہہ کر زمین پر بیٹھ گئے عیسائیوں نے افسوس کیا کہ ہم آپ کی عزت کرنا چاہتے تھے، لیکن آپ کو خود اس کا خیال نہیں، یہ سننا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا گھٹنوں کے بل

کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جس کو تم عزت سمجھتے ہو اس کی مجھے حاجت نہیں، اگر زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے تو مجھ سے بڑھ کر خدا کا کون غلام ہو سکتا ہے، رومی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس آزادی اور بے پروائی پر سخت متحیر تھے یہاں تک کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں میں تم سے بھی بڑھ کر کوئی ہے انہوں نے کہا "معاذ اللہ یہی بہت ہے کہ میں سب سے بدتر ہوں" رومی خاموش ہو گئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر انتظار کر کے ترجمان سے فرمایا کہ رومیوں سے کہو اگر وہ کوئی معاملہ کی گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ٹھہروں، ورنہ جاتا ہوں رومیوں نے کہا ہمارا آپ سے یہ سوال ہے کہ ہمارے ملک پر کیوں حملہ کیا گیا؟ حبشہ کا ملک عرب سے قریب ہے فارس کا بادشاہ فوت ہو چکا ہے اور سلطنت کی باگ ایک عورت کے ہاتھ میں ہے ان ملکوں کو چھوڑ کر تم نے ہماری ہی طرف کیوں رخ کیا حالانکہ ہمارا بادشاہ تاجداران روئے زمین کا شہنشاہ ہے اور تعداد میں ہم آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں، حضرت معاذؓ نے کہا ہمیں تم سے کچھ کہنا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمان ہو جاؤ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھو شراب چھوڑ دو سور کا گوشت چھوڑ دو اگر تم ایسا کرو گے تو ہم تمہارے بھائی ہیں اور اگر اسلام منظور نہیں تو جزیہ دو اور اس سے بھی انکار ہے تو اعلان جنگ کرتا ہوں اگر تم آسمان کے ستاروں اور روئے زمین کے ذروں کے برابر ہو تو ہم کو قلت و کثرت کی قطعی پرواہ نہیں۔ اور ہاں تم کو اس پر ناز ہے کہ تمہارا شہنشاہ تمہاری جان اور مال کا مالک ہے لیکن ہم نے جس کو بادشاہ بنایا ہے وہ اپنے آپ کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا اگر وہ زنا کا مرتکب ہو تو اسے درے لگائے جائیں اور چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں، وہ پردے میں نہیں

بیٹھتا اپنے کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا، مال و دولت میں بھی اس کو ہم پر کوئی ترجیح نہیں، رومیوں نے ان باتوں کو بڑے غور سے سنا اور اسلام کی تعلیم پر پیروان دین حنیف کے طور وطریق پر نہایت حیرت زدہ ہوئے حضرت معاذؓ سے کہا ''ہم آپ کو بلقاء کا ضلع اور دون کا وہ حصہ جو آپ کے متصل ہے دیتے ہیں اب آپ لوگ اس ملک کو چھوڑ کر فارس جایئے'' چونکہ یہ کوئی خرید و فروخت کا معاملہ نہ تھا، حضرت معاذ نے اس کا جواب نفی میں دیا اور اٹھ کر وہاں سے چلے آئے۔

فوجی خدمات:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اگرچہ اپنے عہد کے تمام غزوات میں بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہوئے تاہم دو موقعوں پر ان کو نہایت ممتاز فوجی عہدے سپرد ہوئے ایک مرتبہ سفارت سے واپس آئے تو لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں، اس موقع پر ان کو جو امتیار حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کو میمنہ کا افسر بنایا۔

جنگ یرموک میں بھی جو ۱۵ ہجری میں ہوئی تھی اور نہایت معرکہ کی تھی حضرت معاذ کو میمنہ کے ایک حصہ کا افسر بنایا گیا عیسائیوں کا حملہ اس زور وشور کا تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہو گیا تھا، حضرت معاذؓ نے یہ حالت دیکھی تو نہایت استقلال اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا، گھوڑے سے کود پڑے اور کہا میں پیدل لڑوں گا اگر کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکے تو گھوڑا حاضر ہے ان کے بیٹے بھی میدان میں موجود تھے بولے یہ حق میں ادا کروں گا کیونکہ میں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں، غرض دونوں باپ بیٹے رومی فوج کو چیر کر اندر گھس گئے اور اس دلیری سے لڑے کہ مسلمانوں کے اکھڑے

ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔

مجلس شوری کی رکنیت:

مجلس شوری کی باضابطہ شکل اگرچہ عہد فاروقی میں عالم وجود میں آئی لیکن اس کا خاکہ عہد صدیقی میں تیار ہو چکا تھا چنانچہ ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ جن لوگوں سے سلطنت کے مہمات امور میں مشورہ لیتے تھے ان میں حضرت معاذؓ کا نام بھی داخل تھا، حضرت ابو بکر کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں شوری کا باقاعدہ انعقاد کیا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں بھی اس کے رکن تھے

افواج شام کی سپہ سالاری:

عہد فاروقی میں ملک شام کی تمام فوج حضرت ابو عبیدہ کے ماتحت تھی ۱۸ ہجری میں نہایت زور و شور سے شام میں طاعون نمودار ہوا جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے حضرت ابو عبیدہؓ نے اسی میں وفات پائی انتقال کے قریب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنایا اور چونکہ نماز کا وقت آچکا تھا، حکم دیا کہ وہی نماز پڑھائیں ادھر نماز ختم ہوئی ادھر انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کچھ دنوں سپہ سالاری کے منصب پر فائز رہے۔

وفات:

وبا اسی طرح زوروں پر تھی اور لوگ سخت پریشان تھے حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا کہ یہاں سے لوٹ چلو یہ بیماری نہیں بلکہ آگ ہے حضرت معاذؓ نے سنا تو نہایت برہم ہوئے کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا جس میں عمرو رضی اللہ عنہ کو سخت سست کہا

اس کے بعد فرمایا کہ یہ وبا بلا نہیں خدا کی رحمت ہے نبی کی دعوت ہے اور صالحین کے اٹھنے کی ساعت ہے میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا کہ مسلمان شام میں ہجرت اختیار کریں گے شام اسلام کے علم کے نیچے آجائے گا پھر ایک بیماری پیدا ہو گی جو پھوڑے کی طرح جسم کو زخمی کرے گی جو اس میں مرے گا شہید ہو گا اور اس کے اعمال پاک ہو جائیں گئے الہی ! اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو یہ رحمت میرے گھر بھیج اور مجھ کو اس میں کافی حصہ دے تقریر ختم کر کے اپنے بیٹے کے پاس آئے جن کا نام عبد الرحمن ؓ تھا دعا قبول ہو چکی تھی دیکھا تو بیٹا اس بیماری میں مبتلا تھا باپ کو دیکھ کر کہا، الحق من ربك فلا تكونن من الممترين، موت جو حق ہے، خدا کی طرف سے ہے، شک کرنے والوں میں نہ ہو جایئے، حضرت معاذ نے جواب دیا ستجدني ان شاء الله من الصابرين

تو مجھے صابروں میں پائے گا حضرت عبد الرحمن نے انتقال کیا بیٹے کے فوت ہونے سے پہلے دو بیویاں اس بیماری میں مر چکی تھیں، اب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تنہا رہ گئے تھے ساعت مقررہ آئی تو خدا کا بندہ خاص بھی دائرہ رحمت میں شامل ہوا دائیں ہاتھ کی کلمہ والی انگلی میں پھوڑا نکلا حضرت معاذ ؓ نہایت خوش تھے فرماتے تھے کہ تمام دنیا کی دولت اس کے سامنے ہیچ ہے تکلیف اس قدر تھی کہ بے ہوش ہو جاتے تھے بایں ہمہ جب ہوش آتا تو کہتے "خدایا مجھ کو اپنے غم میں غمگین کر کیونکہ میں تجھ سے نہایت محبت رکھتا ہوں اور اس کو تو خوب جانتا ہے پھر بے ہوش ہو جاتے جب افاقہ ہوتا تو پھر یہی فرماتے۔ وفات کی رات بھی عجیب رات تھی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نہایت بے چین تھے بار بار پوچھتے تھے دیکھو

صبح ہوئی''لوگ کہتے کہ ابھی نہیں جب صبح ہوئی اور خبر کی گئی تو فرمایا اس رات سے خدا کی پناہ جس کی صبح جہنم میں داخل کرتی ہو مرحبا اے موت! مرحبا! تو اس دوست کے پاس آئی جو فاقہ کی حالت میں ہے الٰہی میں تجھ سے جس قدر خوف کرتا تھا، تجھ کو معلوم ہے آج میں تجھ سے بڑی امیدیں رکھتا ہوں۔ میں نے کبھی دنیا اور درازی عمر کو اس لیے پسند نہیں کیا کہ درخت بونے اور نہر کھودنے میں وقت صرف کرتا، بلکہ اس لیے چاہتا تھا کہ فضائح و فواحش سے دور رہوں، کرم وجود کو فروغ دوں اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس بیٹھوں

وفات کا وقت قریب پہنچا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ گریہ و بکا میں مشغول تھے۔

لوگوں نے تسلی دی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں، اس کے ماسوا فضائل و مناقب میں ممتاز ہیں آپ کو رونے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے نہ موت کی گھبراہٹ ہے اور نہ دنیا چھوڑنے کا غم مجھے عذاب و ثواب کا خیال ہے اسی حالت میں روح مطہر جسم سے پرواز کر گئی اور خالق کون و مکاں کا پیارا اپنے محبوب آقا کے جوار رحمت میں پہنچ گیا۔

وفات کے وقت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف ۳۶ سال کی تھی اور ۱۸ ہجری تھا وفات بھی نہایت مبارک خطہ میں واقع ہوئی بیت المقدس اور دمشق کے درمیان غور نامی ایک صوبہ تھا جس میں بیسان ایک مشہور شہر تھا جو نہر اردن کے قریب واقع تھا اس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی شہر کے مشرقی طرف وہ مقدس مقام واقع تھا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے دفن کے لیے وہی مقام تجویز ہوا اور نعش مبارک وہیں سپرد خاک کی گئی۔

حلیہ:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ تھا رنگ سفید، چہرہ روشن، قد دراز، آنکھیں سرمگیں اور بڑی بڑی ابرو پیوستہ، بال سخت گھونگریالے آگے کے دانت صاف اور چمک دار بات کرنے میں دانت کی چمک ظاہر ہو جاتی تھی، جس کو ان کا ایک عقیدت مند نور اور موتی سے تعبیر کرتا ہے۔ آواز بہت پیاری اور گفتگو نہایت شیریں تھی، حسن ظاہر کے لحاظ سے وہ تمام صحابہ میں ممتاز تھے۔

اولاد:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا سن ہی کیا تھا وفات کے وقت وہ شباب کی دوسری منزل پر تھے تاہم صاحب اولاد تھے اگرچہ بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لم یولد له قط یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سرے سے اولاد ہی نہیں ہوئی، لیکن مستند ذرائع سے ان کے ایک بیٹے کا پتہ چلتا ہے جن کا نام عبد الرحمن تھا صاحب استیعاب کا بیان ہے کہ یہ حضرت معاذ کے ساتھ یرموک میں شریک تھے اور ۱۸ ہجری میں طاعون عمواس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پہلے وفات پائی۔ ازواج کی تفصیل اگرچہ نامعلوم ہے لیکن اتنا پتہ چلتا ہے کہ طاعون عمواس میں ان کی دو بیویوں نے وفات پائی۔

علم وفضل:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جن علوم میں کمال تھا وہ قرآن حدیث اور فقہ ہیں، قرآن دانی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود حامل قرآن نے ان کی مدح فرمائی ہے چنانچہ ایک حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے

مروی ہے ہمارے اس قول کی تصدیق کرتی ہے اس حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ میں چار بزرگوں سے قرآن پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اس میں سے ایک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اگرچہ صحابہ کو روایت حدیث کی بہت کم

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اگرچہ صحابہ کو روایت حدیث کی بہت کم ضرورت پڑتی تھی کہ خود حامل نبوت سامنے تھا، تاہم اس زمانہ میں بھی متعدد صحابہ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں، چنانچہ حضرت انسؓ کا واقعہ اسد الغابہ میں مذکور ہے لیکن چونکہ احادیث کی روایت میں بہت محتاط تھے اور نیز اس لیے بھی کہ حضور ﷺ کے اخیر زمانہ سے لے کر اپنی وفات تک بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے کے لیے برابر مدینہ سے باہر رہے اس لیے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ ،حدیث او چنداں باقی نماند، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو تعلیم و روایت حدیث کے لیے شام بھیجا تھا اور وہیں ان کا ۱۸ ھ میں عین عالم شباب میں انتقال ہو گیا۔

تاہم روایت حدیث کا سلسلہ زندگی کی اخیر سانس تک جاری تھا، عمواس کے طاعون میں جب انگلی کی سوزش ان کو بستر مرگ پر تڑپا رہی تھی زبان مبارک اس فرض کی ادائیگی میں مصروف تھی۔

چنانچہ وفات کے وقت حضرت جابر بن عبداللہؓ اور کچھ لوگ پاس بیٹھے تھے

وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا "پردہ اٹھاؤ میں حدیث بیان کروں گا جس کو اب تک میں نے اس لیے مخفی رکھا تھا کہ لوگ تکیہ کر بیٹھیں گے اس کے بعد ایک حدیث بیان کی۔

حضرت معاذؓ کی روایتیں اگرچہ اور صحابہ سے کم ہیں تاہم ان کا شمار راویان حدیث کے تیسرے طبقہ میں ہے ان کی احادیث کی مجموعی تعداد ۱۵۷ ہے جس میں دو حدیثوں پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

تلامذہ حدیث کی تعداد کثیر تھی، اکابر صحابہ کا ایک بڑا طبقہ ان سے حدیث کی روایت کرتا ہے حضرت عمر، ابو قتادہ انصاری، ابو موسیٰ اشعری، جابر بن عبداللہ، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن عاص، انس بن مالک، ابوامامہ باہلی، ابولیلی انصاری، ابوالطفیل رضی اللہ عنہم۔

تلامذہ خاص میں حسب ذیل حضرات شامل ہیں ابن عدی، ابن ابی اوفی اشعری، عبدالرحمن بن سمرہ، جابر بن انس، ابوثعلبہ خشنی، جابر بن سمرہ السوائی، مالک بن یخامر، عبدالرحمن ابن غنم، ابو مسلم خولانی، عبداللہ سنابحی، ابو وائل، مسروقؒ، جنادہ بن ابی امیہ، ابوادریس خولانیؒ، جبیر بن نفیر، اسلم مولی حضرت عمر، اسود بن ہلال، اسود بن یزید وغیرہم۔

فقہ:

خود عہد نبوی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا شمار اکابر فقہاء میں تھا اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے فقیہ ہونے کی شہادت دی اور فرمایا

اعلمهم بالحلال والحرام معاذ ابن جبل

ہمارے صحابہ میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر ان کے متعلق کہالو لا معاذ لهلك عمر یعنی ''اگر معاذ نہ ہوں تو عمر ہلاک ہو جائے ''اس سے حضرت معاذؓ کے رتبہ اجتہاد و درجہ استنباط پر کافی روشنی پڑتی ہے حضرت عمرؓ نے اس کے علاوہ اور بھی متعدد مرتبہ حضرت معاذؓ کے فقیہ ہونے کا اعلان کیا چنانچہ جب جابیہ میں خطبہ دیا تو فرمایا

من اراد الفقه فليات معاذا

یعنی جس نے فقہ سیکھنا ہو وہ معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس جائے۔

طلب علم اور شوق تحصیل:

ان اوراق کو پڑھ کر آپ کو تعجب ہو گا کہ ان کو یہ فضل و کمال کا منصب کیسے ہاتھ آیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو ان کا فطری شوق اور طبعی ذکاوت و ذہانت جس کا ہر موقع پر اظہار ہوتا تھا، دوسرے خود معلم نبوت کا ایسے جوہر قابل اور مستند طالب علم کی طرف جوش التفات و عنایت خاص۔ حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر مجلس تعلیم و تربیت کی ایک درسگاہ ہوتی تھی اس لیے ان کو اکثر اوقات اس سے استفادہ کا موقع حاصل ہوتا تھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بسا اوقات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تنہا ہوتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے اوقات خاص میں ان کو مختلف مسائل کی تعلیم کیا کرتے تھے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو کوئی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت

ہوتی تو حضور ﷺ تشریف نہ رکھتے تو وہ آپ کی تلاش میں دور تک نکل جاتے چنانچہ ایک مرتبہ کاشانہ نبوی پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کہیں تشریف لے گئے ہیں تلاش کے لیے نکلے تو راستہ میں لوگوں سے پوچھتے جاتے تھے کہ حضور ﷺ کس طرف تشریف لے گئے ہیں آخر ایک جگہ آپ کو پالیا حضور ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے وہ بھی پیچھے کھڑے ہو گئے اور نماز کی نیت باندھ لی اس دن آپ نے دیر تک نماز ادا فرمائی، فارغ ہوئے تو معاذؓ نے پوچھا حضور نے بڑی لمبی نماز پڑھی؟ فرمایا"یہ ترغیب و ترہیب کی نماز تھی۔ میں نے خدا سے تین باتوں کی درخواست کی تھی، جس میں دو کے متعلق رضامندی ظاہر ہوئی اور ایک کی نسبت روک دیا گیا میں نے یہ چاہا تھا کہ میری امت غرق ہونے سے محفوظ رہے تو یہ درخواست منظور کر لی گئی ایک یہ خواہش کی تھی کہ غیر مسلم دشمن اسلام پر غالب نہ آسکے تو وہ بھی پوری کی گئی ایک تمنا تھی کہ مسلمانوں میں تفریق نہ پڑنے پائے تو اس کو مسترد کر دیا گیا"

غزوہ تبوک سے مراجعت کے وقت رسول اللہ ﷺ کو تنہا اور خالی پا کر حضرت معاذؓ نے پوچھا کہ مجھ کو وہ عمل بتائیے جو میرے دخول جنت کا سبب بنے حضور ﷺ اس سوال سے نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا بخ لقد سالت عن عظیم یعنی تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں اور لوگ خلل انداز نہ ہوں کیونکہ شمع نبوت کے گرد ہر وقت پروانوں کا ہجوم رہتا تھا چنانچہ اسی روایت میں حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ فرما ہی رہے تھے کہ کچھ لوگ آتے دکھائی دیئے مجھ کو ڈر لگا کہ رسول اللہ

ﷺ کی توجہ میری طرف سے منعطف نہ ہو جائے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ فلاں بات جو آپ نے فرمائی تھی، اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

چنانچہ حضور ﷺ نے اس کو بیان فرمایا

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ایسے موقع کی ہر وقت تلاش رہتی تھی موقع ملنے پر حضور ﷺ سے فوراً سوال کرتے تھے لیکن پاس نبوت ضروری تھا، رسول اللہ ﷺ کا مزاج پہچان کر سوال کی جرأت کرتے تھے غزوہ تبوک سے قبل لوگ طلوع آفتاب کے وقت سواریوں پر سو رہے تھے اور اونٹ ادھر ادھر راستہ میں چر رہے تھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے حضور ﷺ بھی مصروف خواب تھے اور ناقہ مبارک چرنے اور کھانے میں مشغول، حضرت معاذؓ کے اونٹ نے ٹھوکر کھائی انہوں نے اس کی مہار کھینچی تو اور متوحش ہوا اس کے بدکنے سے رسول اللہ ﷺ کا اونٹ بھی بدکا حضور ﷺ خواب سے بیدار ہوئے۔ مڑ کر پیچھے دیکھا تو معاذ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی قریب نہ تھا آپ نے پکارا معاذ! انہوں نے کہا حضور آپ نے فرمایا میرے قریب آجاؤ حضرت معاذؓ اس قدر قریب آگئے کہ حضور ﷺ اور حضرت معاذؓ کے اونٹ بالکل برابر ہو گئے حضور ﷺ نے فرمایا دیکھو لوگ کس قدر دور ہیں حضرت معاذؓ نے کہا سب لوگ سو رہے ہیں اور جانور چر رہے ہیں آپ نے فرمایا میں بھی سو رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ التفات دیکھا تو کہا یا رسول اللہ! آپ اجازت دیں تو ایسے امر کی نسبت سوال کروں جس نے مجھ کو غمگین، مریض اور سقیم بنا دیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو چاہو پوچھ سکتے ہو

ایک اور سفر میں حضور ﷺ نے ان کو تین دفعہ پکارا اور ہر دفعہ انہوں نے ادب سے جواب دیا چنانچہ تیسری دفعہ ان کو پکارا تو فرمایا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا قائل جنت میں داخل ہوگا اگرچہ وہ گنہگار ہو حضرت معاذؓ نے اس کا اعلان کرنا چاہا تو فرمایا ایسا نہ کرو لوگ عمل چھوڑ بیٹھیں گے۔

طبیعت تلاش اور کرید کی عادی تھی، ایک شخص نے حضور ﷺ سے ایک خاص مسئلہ دریافت کیا تھا آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا ایک ظاہر بین کے لیے وہ جواب بالکل کافی تھا، لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، پوچھا یا رسول اللہ یہ حکم اس شخص کے لیے خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے ہے آپ نے فرمایا نہیں عام ہے۔

منصب تعلیم:

تحصیل علم میں جدوجہد اور مسائل میں غور و خوض کا مرحلہ دشوار گزار طے ہوا تو منزل مقصود سامنے تھی، یعنی یہ کہ فیض تربیت سے وہ فقیہ امام مجتہد اور معلم سب بن گئے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک ہی میں حضرت معاذؓ مسند ارشاد پر متمکن ہو چکے تھے ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو حضور ﷺ ان کو مکہ میں چھوڑ گئے کہ یہیں رہ کر لوگوں کو فقہ و سنت کی تعلیم دیں۔

۹ ہجری میں والی یمن بنا کر بھیجا تو فصل قضایا کے علاوہ اہل یمن کی تعلیم بھی انہی کے ذمہ کی حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں بھی منصب افتا پر سر فراز تھے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اہل شام کو تعلیم کی ضرورت تھی یزید بن ابی سفیان والی شام نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ کچھ لوگوں کو اس غرض کے لیے یہاں بھیجے

حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ وغیرہ کو بلایا اور شام جانے کی ہدایت کی حضرت معاذؓ نے فلسطین میں سکونت اختیار کی اور تعلیم میں مشغول ہوئے۔ تمام ملک شام میں صرف دو صحابی تھے جن کی ذات علوم و فنون کا مرکز بنی ہوئی تھی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی سکونت اگرچہ علاقہ فلسطین میں محدود تھی لیکن اشاعت علوم کا دائرہ غیر محدود تھا، فلسطین سے متجاوز ہو کر دمشق اور حمص تک میں ان کے حلقہ درس قائم تھے اور خود حضرت معاذؓ نے ان مقامات میں جا کر درس دیا تھا طریقہ یہ تھا کہ مجلس میں چند صحابہ کسی مسئلہ پر مباحثہ کرتے، حضرت معاذؓ خاموش بیٹھے رہتے جب معاملہ طے نہ ہوتا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ کرتے تھے۔

ابوادریس خولانی ایک مرتبہ جامع دمشق میں گئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان بیٹھا ہے اور اس کے گرد لوگ جمع ہیں، جس کسی چیز میں اختلاف ہوتا ہے تو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور وہ ان کو تسلی بخش جواب دیتا ہے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں۔

ابو مسلم خولانی جامع حمص میں آئے تو دیکھا کہ ایک حلقہ قائم ہے جس میں ۳۲ صحابہ بیٹھے ہیں اور سب سن کہولت کو پہنچ چکے ہیں، ان میں ایک نوجوان بھی ہے جب کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہوتا ہے تو نوجوان سے فیصلہ کراتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ نوجوان معاذ بن جبلؓ ہیں۔

غرض حضرت معاذؓ کے درس وافادہ کا سلسلہ حمص تک وسیع تھا شہروں کی جامع مسجد میں درس گاہ کا کام دیتی تھیں، وہ مختلف شہروں میں دورہ کرتے تھے اور

جہاں جاتے تھے، فیض و برکت کا سرچشمہ جاری ہو جاتا تھا۔

حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں صرف تین عالم ہیں، جن میں ایک شام میں اقامت پذیر ہے یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ لوگوں سے پوچھتے تھے کہ جانتے ہو عقلاء کون ہیں؟ لوگ لا علمی ظاہر کرتے تو فرماتے معاذ بن جبلؓ اور ابو درداءؓ۔ عقلاء سے مقصود ظاہر ہے کہ علمائے شریعت ہیں۔

مجتہد کے لیے سب سے زیادہ ضروری اصابت رائے ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس درجہ صائب الرائے تھے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض موقعوں پر ان کی رائے کو پسند فرمایا۔

یمن روانہ کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ مقدمہ آئے گا تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا ''کتاب اللہ سے آپ نے فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو عرض کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو عرض کی کہ ''اجتہاد کروں گا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ ان کے سینہ پر اپنا دست مقدس پھیرا اور فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے تم کو اس بات کی توفیق دی جس کو میں پسند کرتا ہوں حضرت معاذؓ کے جواب سے گویا اصول فقہ کا یہ پہلا اصول مرتب ہوا کہ احکام اسلامی کے یہ تین بہ ترتیب ماخذ میں اول کتاب الہی پھر حدیث نبوی اور اس کے بعد قیاس۔

شروع زمانہ میں جو لوگ دیر میں پہنچتے اور کچھ رکعتیں چھوٹ جاتیں تو وہ نمازیوں سے اشارہ سے پوچھ لیتے کہ کتنی رکعتیں ہوئیں اور وہ اشارہ سے جواب دے دیتے اس طرح لوگ فوت شدہ رکعتیں پوری کر کے صف نماز میں مل جاتے تھے

ایک دن جماعت ہو رہی تھی، اور لوگ قعدہ میں تھے کہ حضرت معاذؓ آئے اور دستور کے خلاف قبل اس کے کہ رکعتیں پوری کرتے جماعت کے ساتھ قعدہ میں شریک ہو گئے حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو حضرت معاذؓ نے اٹھ کر بقیہ رکعتیں پوری کیں حضور ﷺ نے دیکھا تو فرمایاقد سن لکم فھکذا فاصنعوا یعنی معاذؓ نے تمہارے لیے ایک طریقہ نکالا ہے تم بھی ایسا ہی کیا کرو کہ حضرت معاذؓ کے لیے کتنی قابل فخر بات ہے کہ ان کی سنت تمام مسلمانوں کے لیے واجب العمل قرار پائی اور آج تک اس پر عمل درآمد ہے اور دنیا کے سارے مسلمان اس کے مطابق اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرتے ہیں۔

نماز اور روزہ کے تین دور انہوں نے جس طرح سے قائم کیے تھے وہ بھی ان کے تفقہ پر شاہد عادل ہے اس بناء پر ان کے اجتہادات جہاں دوسرے صحابہ سے مختلف تھے وہاں صحت اور یقین بھی انہی کو حاصل تھا۔

جماع کی ایک صورت خاص میں صحابہ کرام میں اختلاف تھا حضرت عمرؓ بھی نہایت متردد تھے مگر عام صحابہ کی تردید نہ کر سکتے تھے لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے اختلاف تھا آخر حضرت عائشہؓ نے حضرت معاذؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور اس پر حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک اور پیچیدہ صورت پیدا ہوئی، ایک حاملہ عورت کا شوہر دو برس سے غائب تھا لوگوں کو شبہ ہوا حضرت عمرؓ سے ذکر کیا، حضرت عمرؓ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا حضرت معاذ موجود تھے بولے کہ عورت کے رجم کا آپ کو بے شک حق ہے لیکن بچہ کے رجم کرنے کے کیا معنی ہیں، حضرت عمرؓ نے اس وقت چھوڑ دیا اور فرمایا وضع حمل کے بعد سنگسار کیا جائے لڑکا پیدا ہوا تو

خوبی قسمت سے اپنے باپ کے بالکل مشابہ نکلا باپ نے دیکھا تو قسم کھا کر کہا کہ یہ تو میرا بیٹا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو فرمایا کہ معاذؓ کا مثل عورتیں نہ پیدا کریں گی اگر معاذ رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

☆ قدرت نے جس فیاضی سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو کمالات عطا فرمائے تھے اس کا اعتراف طبقہ صحابہ میں ہر چھوٹے بڑے کو تھا، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے عجزت النساء ان یلدن مثل معاذ یعنی معاذ جیسا شخص پیدا کرنے سے عورتیں عاجز ہیں

وہ خلافت کے مستحق تھے:

حضرت عمرؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد کس کو خلیفہ بنایا جائے، حضرت عمرؓ نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس کا ایک فقرہ یہ تھا کہ اگر معاذ بن جبلؓ زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ بناتا خدا پوچھتا تو کہتا کہ اس شخص کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے یاتی معاذ بین العلماء برتوہ.

اخلاق وعادات:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب و محامد کا ایک ایک باب پڑھ چکے اس سے ان کی اخلاقی خصوصیات معلوم ہوں گی ایک مسلمان کا سب سے بڑا وصف خالق کائنات کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور اس کی اطاعت وعبادت ہے چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ دوسرے تربیت یافتگان نبوت کی طرح پچھلی رات سے اٹھ کر اس کاروبار میں مصروف ہو جاتے تھے یہ اسی عشق الہی و محبت خداوندی کا اثر تھا کہ جب

عمواس میں طاعون کی وبا پھیلی اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آبادی چھوڑ کر میدان میں نکل جانے کی صلاح دی تو ان کو اس تجویز سے سخت تکلیف ہوئی اور فرمایا کہ یہ تو رحمت الٰہی ہے اے خدا! اپنی اس رحمت کو تو میرے گھر بھیج۔

حب رسول:

حب الٰہی کے بعد حب رسول کا درجہ ہے سن چکے ہو کہ وہ جب کبھی آپ کو نہ پاتے تو کس طرح بے تابانہ آپ کی تلاش میں نکل جاتے حضور کا قاعدہ تھا کہ سفر میں آپ جب کہیں اترتے تھے تو مہاجرین کو اپنے قریب اتارتے تھے چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں تشریف لے گئے صحابہ بھی ہمراہ تھے ایک جگہ ان کے ساتھ منزل کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے مجمع سے جن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے اٹھ کر کہیں چلے گئے معاذ رضی اللہ عنہ کو بڑی پریشانی ہوئی شام تک انتظار کرتے رہے جب آپ نہ آئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لے کر آپ کی تلاش میں نکل گئے راستہ میں آواز معلوم ہوئی دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ معاذ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حضور نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا آج آپ ہم میں تشریف نہ رکھتے تھے ہم کو خوف ہوا کہ خدانخواستہ کوئی ضرر نہ پہنچا ہو اس لیے اس وقت آپ کو ڈھونڈنے نکلے ہیں۔

ادب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے حد ادب کرتے تھے ایک بار یمن سے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ یمن میں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں، کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

کہ اگر میں کسی انسان کے لیے سجدہ جائز کرتا تو عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

جناب رسالت پناہ ﷺ بھی اس محبت و جانثاری کی بناء پر ان سے نہایت محبت کرتے تھے ایک بار حضرت معاذؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے حضور ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ مجھ کو تم سے بہت محبت ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں بھی آپ کو نہایت محبوب رکھتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا میں ایک وصیت کرتا ہوں، اس کو کبھی ترک نہ کرنا، یہ کہہ کر ایک دعا بتائی جو حضرت معاذ ہر نماز کے بعد ہمیشہ پڑھتے رہے

رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا اس قدر خیال تھا کہ اپنے تلمیذ خاص صنابحی کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی، صنابحی پر یہ اثر تھا کہ انہوں نے اپنے شاگرد ابو عبد الرحمن حبلی کو اور حبلی نے عقبہ بن مسلم تجیبی کو اس کے پڑھنے کی وصیت کی تھی

مذکورہ بالا واقعات تمام تر عہد نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس عہد میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی محبت کا جو حال تھا وہ اوپر گزر چکا لیکن رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کی کیا کیفیت تھی اس کا بیان اب سننا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا اضطرار و اضطراب قابل دید تھا، یمن سے واپس ہو کر آئے تو مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کے جمال جہاں آرا سے محروم ہو چکا تھا اس لیے انہوں نے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر شام میں سکونت اختیار کی۔

شام میں محبوب کا فراق چین نہ لینے دیتا تھا، ۱۶ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت

المقدس تشریف لے گئے، حضرت بلال ؓ بھی وہیں موجود تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے درخواست کی آج اذان دیجیے، حضرت بلال ؓ نے کہا میں تو ارادہ کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا، لیکن آج آپ کا ارشاد بجالاتا ہوں اذان دینی شروع کی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد مبارک یاد آ گیا اور ان پر رقت طاری ہو گئی اور حضرت معاذ بن جبل ؓ تو روتے روتے بے تاب ہو گئے۔

امر بالمعروف:

حضرت معاذ ؓ نے امر بالمعروف میں کبھی لومہ لائم کی پرواہ نہ کی شام گئے تو دیکھا کہ شامی وتر نہیں پڑھتے امیر معاویہ حاکم شام تھے ان سے پوچھا کہ ان کے وتر نہ پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ امیر معاویہ کو معلوم نہ تھا پوچھا کیا وتر واجب ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہاہاں!

جود:

نہایت فیاض تھے چنانچہ اسی سخاوت کی بدولت ان کی تمام جائیداد بک گئی تھی اسلام کو ان کی سخاوت سے بڑا فائدہ پہنچا۔

صدق:

راست گفتاری ان کی مسلم تھی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی صداقت کی تصدیق فرمائی تھی، حضرت انس ؓ سے حضرت معاذ ؓ نے ایک حدیث بیان کی حضرت انس ؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر پوچھا کہ آپ نے معاذ ؓ سے یہ فرمایا

حضرت انسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے جا کر پوچھا کہ آپ نے معاذؓ سے یہ فرمایا تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایاصدق معاذ!صدق معاذ! صدق معاذ!

کینہ وحسد سے مبرا تھے اقران اور ہمعصر اکثر حسد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں چند باکمال ایک زمانہ میں موجود ہوں تو کبھی ایک دوسرے کو اچھا نہ کہے گا، لیکن رسول اللہ ﷺ کی تعلیم نے صحابہ کو اس قسم کے رکیک و باطل خیالات سے پاک کر دیا تھا، وہ ہمعصروں اور ہمسروں کی قابلیت کا اعتراف کرتے تھے اور وقت پر اس کو ظاہر بھی کر دیتے تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو تمام لوگ رو رہے تھے کہ علم اٹھایا جارہا ہے حضرت معاذؓ سے کہا فرمایئے آپ کے بعد کس سے پڑھیں؟ انہوں نے کہا؟ ذرا مجھے اٹھا کے بٹھا دو بیٹھ گئے تو فرمایا سنو علم وایمان اٹھ نہیں سکتے وہ بدستور رہیں گئے جو جستجو کرے گا پائے گا(تین مرتبہ فرمایا) علم چار آدمیوں سے سیکھو یعنی ابو درداء، سلمان فارسیؓ، ابن مسعودؓ، عبداللہ ابن سلامؓ سے۔

حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

مسلمہ نام، ابو سعید اور ابو معن کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے مسلمہ بن مخلد بن الصامت بن نیار بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن الخزرج ابن ساعدہ بن کعب بن الخزرج الاکبر۔

ا ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت دس سال کے تھے صغر سنی کی وجہ سے کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فتح میں دیر لگی تو مدینہ سے چار ہزار آدمی بطور کمک روانہ کیے گئے ان پر چار شخص افسر تھے جو فن سپہ گری میں تمام عرب میں انتخاب تھے یعنی زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ان افسروں میں ہر شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے اس بنا پر فوج ۴ ہزار نہیں بلکہ ۸ ہزار ہے

مصر فتح ہوا تو مسلمہ رضی اللہ عنہ نے وہیں اقامت اختیار کی پھر مدینہ آئے اور صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک ہوئے یہ عجیب بات ہے کہ انصار کا ہر فرد جناب علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، لیکن یہ بزرگ اور نعمان بن بشیر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے۔

جنگ صفین کے بعد جس میں جنگ کا نتیجہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خاطر خواہ نکلا ۳۸ھ

میں محمد بن ابی بکر قتل ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں مسلمہؓ کا بھی حصہ تھااور عجب نہیں کہ یہ صحیح ہو۔ محمد بن ابی بکرؓ جب حاکم ہو کر مصر گئے تو قیسؓ نے ان کو سمجھا دیا تھا کہ مسلمہؓ معاویہ بن خدیجؓ وغیرہ کے ساتھ عفو ودر گزر کا برتاؤ کرنا، لیکن انہوں نے اس کے بالکل خلاف کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر میں ایک شورش نمودار ہوئی جو محمد بن ابی بکر کے قتل پر ختم ہوئی۔

محمد بن ابی بکرؓ کے قتل کے بعد امیر معاویہؓ نے عمرو بن العاصؓ کو مصر کا والی بنایا ان کے بعد اور لوگ بھی ان کی طرف سے والی ہو کر آئے جن میں سب سے اخیر والی اور سب سے پہلے نائب السلطنت مسلمہ بن مخلد تھے۔

امارت مصر وافریقہ:

حضرت مسلمہؓ، امیر معاویہؓ کے پاس شام میں تھے کہ امیر معاویہؓ نے عقبہ بن عامر جہنیؓ کے بجائے ان کو مصر کا حاکم مقرر کیا اور تاکید کی کہ عقبہؓ سے امارت مخفی رکھی جائے دوسری طرف عقبہؓ کے نام فرمان بھیجا کہ آپ امیر البحر ہیں جزیرہ روڈس پر حملہ کیجئے چنانچہ مسلمہؓ مصر پہنچے اور عقبہؓ کے ساتھ اسکندریہ روانہ ہوئے ادھر عقبہؓ کے جہاز نے جزیرہ روڈس پر حملہ کے لیے لنگر اٹھایا اور ادھر مسلمہؓ تخت امارت پر متمکن ہو گئے عقبہؓ کو خبر ہوئی تو بڑا افسوس کیا یہ ۲۰ ربیع الاول ۳۸ھ کا واقعہ ہے۔

مصر اور افریقہ اب تک دو جداگانہ صوبے تھے اور ان پر دو والی حکومت کرتے تھے حضرت مسلمہؓ دونوں صوبوں کے امیر بنائے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ محکمہ مذہبی و خراج بھی انہی کی نگرانی واہتمام میں دے دیا گیا۔ حضرت مسلمہؓ نے

نظام حکومت از سر نو ترتیب دیا سائب بن ہشام بن کنانہ عامری کو پولیس کا افسر اعلیٰ بنایا وہ ۴۹ھ تک اس منصب پر فائز رہے اس کے بعد عابس بن سعد مرادی کو کہ ان سے زیادہ انتظامی قابلیت رکھتے تھے اس عہدہ پر مامور کیا۔ معاویہ بن خدیجؓ کو مغرب کی سرحد پر غزوہ کے لیے مامور کیا اور بحری و بری لڑائیوں کے لیے بعض مقامات پر لشکر بھیجے۔ حضرت مسلمہؓ نے اپنے فرائض منصبی نہایت بیدار مغزی، ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دیئے ایک بحری لڑائی کے لیے آدمی کثرت سے بھرتی کیے تو فوج میں عام ناراضگی پھیل گئی، اس موقع پر حضرت مسلمہؓ نے فوجی جوش کم کرنے کے لیے ایک خطبہ دیا جو بجنسہ درج ذیل ہے

یا اھل مصر ! ما نقم منی واللہ لقد زرت فی مدد کم وعدد کم وقویتکم علی عدوکم والذي نفسي بیدہ لا یاتینکم زمان الا الآخر فالآخر شرفمن استطاع منکم ان یتخد نفقا في الارض فلیفعل

لوگو! تم کو مجھ سے ناخوش نہ ہونا چاہیے میں نے تمہاری تعداد اور کمک میں اضافہ کر کے دشمنوں کے مقابلہ میں تم کو مضبوط بنایا ہے خدا کی قسم! (مجھ کو غنیمت سمجھو آئندہ زمانہ میں سخت و جابر عمال آئیں گے اس وقت کے لیے البتہ تم کو زمین میں کوئی سوراخ تلاش کر لینا چاہیے۔

۵۳ھ میں لشکر برنس پر چڑھ آیا تو حضرت مسلمہ نے فوج بھیج کر اس کا سخت مقابلہ کیا اگرچہ اس میں مسلمان کثرت سے کام آئے تاہم فیصلہ مسلمانوں کے موافق ہوا اس میں جو مسلمان شہید ہوئے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں دروان (عمرو بن عاص کے غلام) عائذ بن ثعلبہ بلوی ابو رقیہ عمرو بن قیس لخمی وغیرہ۔ غالباً اس سنہ میں حضرت مسلمہؓ نے عابس بن سعید کو پولیس کے محکمہ

سے ہٹا کر امیر البحر بنایا اور انہی کی ماتحتی میں اسطاذنہ (غالباً قسطنطنیہ کی تصحیف ہے کیونکہ اس قدر ثابت ہے کہ مسلمہ کے عہد میں مصر سے قسطنطنیہ پر ایک حملہ ہوا تھا) پر لشکر کشی کے لیے ایک مہم بھیجی، مہم سے واپس ہونے تک سائب بن ہشام عابس ؓ کی بجائے پولیس کے افسر رہے ۵۷ھ میں جب وہ روم سے واپس آئے تو اپنے سابق منصب پر بحال ہو گئے۔ ۶۰ھ میں حضرت مسلمہ ؓ کسی ضرورت سے اسکندریہ گئے تو فسطاط میں عابس بن سعید ؓ کو اپنا جانشین بنایا۔ اسی سنہ میں رجب کے مہینہ میں امیر معاویہ ؓ نے انتقال کیا اور یزید ان کا جانشین ہوا مسلمہ ؓ اسکندریہ میں تھے یزید کی خلافت کی خبر ملی تو عابس ؓ کو خط لکھا کہ رعایا سے یزید کی بیعت لے لو چنانچہ تمام لشکر نے بیعت کی، لیکن عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ منکر تھے عابس ؓ نے آگ منگوا کر دھمکی دی کہ انکار کرو گے تو اس میں جھونک دوں گا حضرت عبداللہ ؓ نے یہ دیکھ کر جبراً و قہراً بیعت کی اور دنیا میں آگ کے عذاب سے محفوظ رہے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت مسلمہ ؓ اسکندریہ سے واپس آئے اب عابس ؓ کو پولیس کے محکمہ کے ساتھ قضا کا محکمہ بھی سپرد کیا۔ یہ اوائل ۶۱ھ کا واقعہ ہے۔

محکمہ مذہبی کا انتظام:

مسلمہ ؓ نے محکمہ مذہبی کے افسر اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے بہت سی مذہبی خدمات بھی انجام دیں

۵۳ھ میں جامع مسجد کی توسیع کی، اور حضرت عمرو بن العاص ؓ نے جو جامع مسجد تعمیر کی تھی اس کو منہدم کیا۔ مسجدوں میں روشنی کے منارے بنوائے اور خولان

اور نجیب وغیرہ کے ذمہ روشنی کا جو انتظام تھا اس کو موقوف کر دیا، مسجدوں میں یہ حکم بھیجا کہ رات کے وقت سب جگہ ایک اذان ہو فجر کے وقت یہ انتظام کیا کہ پہلے جامع مسجد میں کوئی مؤذن اذان پکاریں جب وہاں اذان ختم ہو تو فسطاط کی ہر ہر مسجد میں اذان کہی جائے چونکہ یہ طریقہ نہایت پسندیدہ مستحسن اور اسلام کی شان وشوکت کو دوبالا کرتا تھا نہایت مقبول ہوا اور مسودہ کے زمانہ تک متواتر رائج رہا ان لوگوں کے زمانہ میں کسی وجہ سے یہ رسم موقوف ہوگئی اور پھر افسوس کہ کبھی زندہ نہ ہو سکی۔

وفات:

۲۵ رجب ۶۲ ھ میں حضرت مسلمہ نے انتقال فرمایا ۶۲ سال کا سن تھا ۱۵ برس چار ماہ حکومت کی، وفات کے وقت کاروبار حکومت عابس بن سعید کے سپرد کیا۔

اولاد:

کوئی صلبی یادگار نہیں چھوڑی۔

فضل وکمال:

حضرت مسلمہؓ حافظ قرآن تھے اور وہ ایسا صحیح یاد تھا کہ لوگ تعجب کرتے تھے حضرت مجاہد تفسیر قرأت کے امام ہیں اور اپنے زمانہ میں اس فن میں بے نظیر تسلیم کیے جاتے تھے ان کا بیان ہے کہ میں دنیا میں اپنے کو قرآن کا سب سے بڑا حافظ سمجھتا تھا لیکن مسلمہؓ کے پیچھے ایک روز نماز فجر پڑھی تو یہ خیال غلط ثابت ہوا انہوں نے سورہ بقرہ پڑھی تھی اتنی بڑی سورت میں کہیں واؤ اور الف کی بھی غلطی نہیں کی۔ حدیث میں بھی مرجعیت عامہ حاصل تھی اور خود صحابہ حدیث

سننے کے لیے ان کے پاس مصر جاتے تھے حضرت ابوایوب انصاریؓ صرف ایک حدیث سننے کے لیے مصر گئے تھے عقبہ بن عامر جہنیؓ بھی اسی غرض سے گئے تھے اور حدیث سنی تھی ۔ تلامذہ خاص اور راویان حدیث میں حسب ذیل حضرات ہیں، اسلم ابو عمران ، شیبان بن امیہ ، عبد الرحمن بن شماسہ ، علی بن رباح، مجمع بن کعب، مجاہد بن جبر ، ہشام بن ابی رقیہ رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

محمد نام،ابو عبدالرحمن کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن مسلمہ بن سلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمروابن مالک بن اوس۔

بعثت نبوی سے ۲۲ سال قبل پیدا ہوئے، محمد نام رکھا گیا، سن شعور کو پہنچ کر عبد الاشہل کے حلیف بن گئے۔

اسلام:

سعد بن معاذؓ سے قبل حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

غزوات اور دیگر حالات:

امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ سے کہ عشرہ مبشرہ میں تھے رشتہ اخوت قائم ہوا غزوہ بدر میں شریک تھے اور غزوہ قینقاع میں یہود کا مال انہی نے وصول کیا تھا۔ کعب بن اشرف یہودی مدینہ میں ایک شاعر تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرنا اور مسلمانوں کے خلاف آتش غیظ و غضب مشتعل کرنا اس کا کام تھا، بدر میں مسلمانوں کو فتح اور قریش کو ہزیمت ہوئی تو بولا کہ اب زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے اچھا ہے اسی جوش میں مکہ پہنچا اور اشعار کے ذریعہ سے تمام قریش میں انتقام کی آگ بھڑکا دی مدینہ واپس آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی فکر پیدا ہوئی فرمایا: اللھم اکفني ابن الاشرف بما شئت في اعلانه المرو قوله الاشعار پھر مسلمانوں

کے بھرے مجمع میں فرمایامن للکعب بن الاشرف فانه قد اذی الله و رسوله کعب کے لیے کون ہے؟ اس نے خدا اور رسول کو بہت اذیت پہنچائی محمد بن مسلمہ ؓ نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ کی مرضی ہے کہ وہ قتل کر دیا جائے فرمایا ہاں! عرض کی تو اس کام کے لیے میں حاضر ہوں، لیکن کچھ کروں تو کوئی مضائقہ تو نہ ہو گا ارشاد ہوا نہیں بارگاہ رسالت سے اٹھ کر کعب کے پاس آئے اور کہا کہ اس شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے اب صدقہ مانگتا ہے ہم تمہارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ایک یا دو وسق چھوہارے اور کھانا ہم کو پیشگی دے دو کیا کہیں اس سے بیعت کر چکے ہیں اب چھوڑتے بھی نہیں بنتا، تاہم انجام کا انتظار ہے کعب نے کہا مجھے منظور ہے لیکن کوئی چیز گروی رکھ دو ساتھیوں نے کہا کیا رہن رکھیں؟ بولا عورتیں کہا نہیں، تم خوبصورت آدمی ہو بولا تو بچے کہا یہ بھی ٹھیک نہیں لوگ انگلیاں اٹھائیں گے کہ ایک دو وسق کے لیے اولاد رہن رکھ دی یہ بڑے شرم کی بات ہے کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہتھیار گروی رکھ دیں اس نے کہا اچھا میرے پاس پھر آنا۔

رات کے وقت محمد ابن مسلمہ ؓ، ابو نائلہ ؓ کو جو کہ کعب کے رضاعی بھائی تھے اور مسلمان ہو چکے تھے لے کر پہنچے کعب نے قلعہ میں بلایا اور ملنے کے لیے گھر سے نکل رہا تھا کہ بیوی نے کہا ایسے وقت کہاں جاتے ہو؟ جواب دیا کہ میرے دو بھائی ملنے آئے ہیں ان سے ملنے جا رہا ہوں، بولی کہ ان کی آواز سے تو خون ٹپکتا ہے کہا خیر اگر یہی ہے جب بھی مجھے جانا چاہیے کیونکہ شریف آدمی رات کو بھی نیزہ کی دعوت قبول کرتا ہے غرض نہایت عمدہ عطر لگا کر اور چادر اوڑھ کر گھر سے نکلا محمد بن مسلمہ ؓ نے پہلے سے ساتھیوں کو کہہ رکھا تھا کہ میں اس پر قابو پانے کی

کوشش کروں گا، جس وقت اشارہ کروں فوراً قتل کر دینا۔ چنانچہ اس سے کہا نہایت عمدہ خوشبو ہے کیا میں تمہارا سر سونگھ سکتا ہوں؟ اس نے اجازت دی تو انہوں نے سر سے پکڑ کر سونگھا اور کہا ان لوگوں کو بھی اجازت دو سب اٹھے اور سر سونگھا اتنی دیر میں وہ بخوبی قبضہ میں آگیا تھا ساتھیوں سے کہا لو اس کو قتل کرو اتنی دیر میں تلواریں برس پڑیں لیکن جان پھر بھی باقی رہ گئی خدا کا دشمن اتنی زور سے چلایا کہ تمام یہود نے آواز سن لی اور ہر قلعہ پر روشنی ہو گئی، محمد بن مسلمہؓ نے جرأت کر کے میخ دستی پیٹ میں بھونک دی جو ناف کے نیچے اتر گئی اور وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

ان لوگوں نے اس کا سر کاٹ کر ساتھ لے لیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے، بقیع پہنچ کر تکبیر کہی حضور ﷺ نے اس وقت تک آرام نہ فرمایا تھا، برابر نماز پڑھ رہے تھے تکبیر کی آواز گوش مبارک تک پہنچی سمجھے کہ مقصد میں کامیابی ہوئی سامنے آئے تو فرمایا کہ کامیاب پھرے ہیں لوگوں نے کعب کا سر سامنے رکھ دیا تو نہایت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

غزوہ احد میں لشکر اسلام کی حفاظت پر متعین تھے پچاس آدمیوں کے ساتھ تمام رات گشت لگایا تھا۔ واقعہ نضیر میں کہ ۴ ہجری میں پیش آیا تھا حضور ﷺ نے ان کو بنو نضیر کے پاس بھیجا کہ یہ اعلان کر دو کہ ہمارے شہر سے نکل کر کسی اور جگہ چلے جاؤ تم لوگوں نے حضور ﷺ سے جو فریب اور دغا کی ہے وہ ہم کو خوب معلوم ہے تم کو دس روز کی مہلت ہے اس کے بعد اگر یہاں دیکھے گئے تو قتل کر دیے جاؤ گے بنو نضیر نے عبداللہ بن ابی کے گمراہ کرنے سے اس حکم کی پرواہ نہ کی اور مقابلہ پر تیار ہو گئے حضور ﷺ نے مجبور ہو کر محاصرہ کر لیا اور شکست دی،

محمد بن مسلمہؓ کے ذمہ ان کے جلاوطن کرنے کا معاملہ سپرد ہوا جس کو انہوں نے بخوبی انجام دیا۔

غزوہ خندق کے بعد ۵ ہجری میں غزوہ قریظہ ہوا ۱۵ روز کے محاصرہ کے بعد یہود بنی قریظہ نے زچ ہو کر ہتھیار ڈال دیے اور حضور ﷺ کے حکم پر راضی ہو گئے، محمد بن مسلمہؓ نے عورتوں اور بچوں کو جدا کر کے باغیوں کے ہاتھ باندھ دیئے اور ایک طرف لا کر کھڑا کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ۳۰ سواروں کے ساتھ حضور ﷺ نے بکرات روانہ کیا جو مدینہ سے ۷ دن کی مسافت پر واقع تھا، مقصود قرطاء پر غارت گری تھی، محمد بن مسلمہؓ رات کو چلتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے، گاؤں پہنچ کر اچانک ان کو جالیا کچھ قتل ہوئے، باقی فرار ہو گئے بہت سے اونٹ اور بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

اونٹ ۱۵۰، بکریاں ۳۰۰۰۔

۱۹ روز کے بعد مدینہ واپس آئے۔

ربیع الثانی ٦ ہجری میں ۱۰ آدمیوں کے ساتھ ذی القصہ بھیجے گئے یہ مقام مدینہ سے ۲۴ میل پر ہے اور ربذہ کی سڑک پر واقع ہے رات کو وہاں پہنچے تو قبیلہ والوں نے ۱۰۰ آدمی جمع کر کے تیر اندازی کی پھر نیزے لے کر ٹوٹ پڑے محمد بن مسلمہ کے علاوہ ادھر کے سب آدمی مارے گئے گو محمد بن مسلمہؓ شہید نہیں ہوئے لیکن ان کے ٹخنے پر چوٹ آگئی تھی، جس سے ہلنا بھی مشکل تھا، ان لوگوں نے سب کے کپڑے اتار لیے اور برہنہ چھوڑ کر چلے گئے اتفاق سے ایک مسلمان

ادھر سے گزر رہا تھا، محمد بن مسلمہ کو اس حال میں دیکھا تو اٹھا کر مدینہ لایا حضور ﷺ نے اس کے انتقام کے لیے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔

۷ھ میں عمرۃ القضاء ہوا حضور ﷺ نے ذوالحلیفہ پہنچ کر گھوڑے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے اور فرمایا کہ تم آگے بڑھو یہ ظہران پہنچے تو قریش سے ملاقات ہوئی پوچھا کیا ماجرا ہے؟ کہا حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور انشاء اللہ کل یہاں پہنچ جائیں گے

غزوہ تبوک میں کہ ۹ ہجری میں واقع ہوا تھا حضور ﷺ نے مدینہ میں ان کو کاروبار خلافت سپرد کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قبیلہ جہینہ کے صدقات وہی وصول کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گورنروں اور عاملوں کی نگرانی کا ایک عہدہ قائم کیا تھا دربار خلافت میں وقتاً فوقتاً عمال کی جو شکایتیں موصول ہوتیں ان کی تحقیق و تفتیش کے لیے حضرت عمر نے انہی کو انتخاب کیا صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

وهو كان صاحب العمال ايام عمر كان عمر اذا شكى اليه عاملا ارسل محمد ايكشف الحال وهو الذي ارسله عمر الى عماله لياخذ شطر اموالهم

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عمال کے نگران تھے جب کسی عامل کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی جاتی تو تحقیق حال کے لیے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھیجے جاتے انہی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمال کے پاس بھیجا تھا کہ ان کے مال کا چوتھائی حصہ وصول کریں۔

۲۱ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو کوفہ کے گورنر اور عشرہ مبشرہ میں تھے ان کی نسبت لوگوں نے جا کر حضرت عمر سے شکایت کی حضرت محمد بن مسلمہؓ تحقیقات کے لیے کوفہ بھیجے گئے انہوں نے کوفہ کی ایک مسجد میں جا کر لوگوں کا اظہار لیا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو ساتھ لے کر مدینہ آئے یہاں حضرت عمرؓ نے خود ان کا اظہار لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے محل بنایا ہے اور اس میں ڈیوڑھی رکھی ہے فرمایا کہ اب کسی مظلوم اور فریادی کی آواز ان تک نہیں پہنچے گی، محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا کہ جا کر ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں، انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی، حضرت سعدؓ باہر نکلے اور پوچھا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا، تو خاموش ہو گئے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بازار میں پھر رہے تھے ایک شخص نے آواز دی، عمر! کیا چند شرطیں تم کو خدا سے نجات دلا دیں گی؟ تمہارا عامل عیاض بن غنم جو مصر کا حاکم ہے باریک کپڑے پہنتا ہے اور دروازہ پر دربان مقرر کر رکھا، حضرت عمر نے محمد بن مسلمہؓ کو بلا کر مصر بھیجا کہ وہ جس حال میں ہوں ان کو بلوا لاؤ محمد بن مسلمہؓ نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازہ پر دربان تھا، اندر گئے تو عیاض ایک باریک کرتہ پہنے تھے کہا چلو امیر المومنین نے طلب کیا ہے درخواست کی کہ قبا تو پہن لوں جواب ملا نہیں، اسی وضع سے چلو غرض اسی حالت میں مدینہ آئے حضرت عمرؓ نے وہ کرتہ اتروا کر بالوں کا کرتہ پہنایا اور بکریوں کا ریوڑ منگوا کر حکم دیا کہ جنگل میں لے جا کر چراؤ۔

اور حضرت عمرو بن العاصؓ کے متعلق معلوم ہوا کہ ان کے مال و دولت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے محمد بن مسلمہ کو ان کے نام فرمان دے کر روانہ کیا جس میں لکھا

تھا کہ سارا مال ان کے سامنے رکھ دیا جائے یہ جس قدر مناسب سمجھیں گے لے لیں گے محمد بن مسلمہ ؓ مصر پہنچے تو عمروؓ نے ہدیہ بھیجا انہوں نے واپس کر دیا حضرت عمروؓ کو اس کا بڑا غم ہوا اور کہا کہ تم نے میرا ہدیہ واپس کر دیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمایا تھا جواب دیا کہ حضور ﷺ کے ہدیہ اور اس میں فرق ہے اس میں برائی پوشیدہ ہے عمروؓ نے کہا خدا اس دن کا برا کرے جب میں عمر بن الخطاب کا والی بنا میں نے عاص بن وائل (عمرو کے باپ کا نام ہے) کو دیکھا ہے وہ جب قیمتی قبا زیب تن کرتے تھے تو خطاب (حضرت عمرؓ کے باپ) لکڑیوں کا گٹھا گدھے پر لادے پھرتا تھا آج اس کا بیٹا مجھ پر حکومت جتا رہا ہے محمد بن مسلمہ نے کہا کہ آپ کے اور ان کے باپ دونوں جہنم کے ایندھن ہیں، لیکن عمر رضی اللہ عنہ آپ سے بہتر ہیں اس کے بعد کچھ سخت گفتگو ہوئی، عمروؓ نے کل مال سامنے لا کر رکھ دیا انہوں نے کسی قدر لے کر واپس کر دیا اور مدینہ چلے آئے محمد بن ربیعؓ نے صحابہ مصر کے حال میں اس واقعہ کو درج کیا ہے ایک حدیث بھی سنداً پیش کی ہے

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک مدینہ میں رہے پھر ربذہ کی سکونت اختیار کی۔

حضرت عثمان کے قتل کے اندوہناک واقعہ میں بالکل الگ تھے حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس کو فتنہ نے کچھ ضرر نہیں پہنچایا اور وہ محمد بن مسلمہؓ ہیں۔ چند آدمی ربذہ آئے دیکھا کہ ایک خیمہ نصب ہے اندر گئے تو محمد بن مسلمہؓ سے ملاقات ہوئی، عزلت نشینی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا جب تک معاملہ صاف نہ ہو جائے ہم کو دخل دینے کی ضرورت نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کو طلب فرمایا اور پوچھا میرے ساتھ کیوں نہ

شریک ہوئے، عرض کی آپ کے بھائی حضور ﷺ نے مجھے تلوار دی تھی اور فرمایا تھا کہ مشرکین سے لڑنا اور جب مسلمان سر گرم پیکار ہوں تو اسے احد پر مار کر پاش پاش کر دینا اور گھر میں بیٹھ رہنا چنانچہ میں نے یہی کیا۔

جمل اور صفین وغیرہ میں کسی فریق کے ساتھ نہ تھے اس زمانہ میں ایک لکڑی کی تلوار بنائی تھی اور کہتے تھے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہی حکم دیا ہے۔

وفات:

امیر معاویہؓ کے عہد ۴۶ھ میں وفات پائی صفر کا مہینہ تھا کہ ایک شامی جو صوبہ اردن کا رہنے والا تھا ان کی تلاش میں مدینہ آیا یہ مکان کے اندر تھے یہ بلا اجازت اندر چلا گیا اور ان کا کام تمام کر دیا قصور یہ تھا کہ انہوں نے امیر معاویہؓ کی طرف سے تلوار کیوں نہ اٹھائی۔

اس زمانہ میں مروان مدینہ منورہ کا امیر تھا اس نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ کے قبرستان میں دفن ہوئے وفات کے وقت سن مبارک ۷۷ سال کا تھا۔

اہل وعیال:

دس لڑکے اور چھ لڑکیاں یادگار چھوڑیں، مشہور لڑکوں کے نام حسب ذیل ہیں، جعفر، عبداللہ، سعد، عبدالرحمن، عمر (یہ سب صحابی تھے) محمود۔

حلیہ:

قد دراز، بدن دہرا، رنگ گندم گوں سر کے بال آگے سے اڑ گئے تھے۔

فضل وکمال:

فضلائے صحابیت میں تھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ برسوں رہے تھے

سینکڑوں حدیثیں سنی تھیں، لیکن صرف ۶ روایتیں حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں۔

راویوں میں مشاہیر تابعین ہیں، جن کے نام یہ ہیں

ذویب، مسور بن مخرمہ سہل بن ابی حثمہ، ابو بردہ بن ابی موسیٰ، عروہ، اعرج، قبیصہ ابن حصن۔

اخلاق:

اخلاق میں دو چیزیں نہایت نمایاں ہیں، حب رسول اور فتنہ سے کنارہ کشی اور دونوں کے مناظر آپ دیکھ چکے ہیں۔

حضرت معاذ بن عفرا رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

معاذ نام، سلسلہ نسب یہ ہے معاذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔ والدہ کا نام عفراء بنت خویلد بن ثعلبہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار تھا۔

اسلام:

بیعت عقبہ سے قبل مکہ جا کر مسلمان ہوئے ۵ آدمی اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے ان چھ آدمیوں کے ناموں میں اختلاف ہے، ہم نے موسیٰ بن عقبہ اور ابو الاسود کی روایت پر اعتبار کیا ہے جو بالترتیب زہری اور عروہ سے اس واقعہ کی روایت کرتے ہیں۔

مواخاۃ:

ہجرت کے بعد معمر بن حارث ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے تھے۔

غزوات:

بدر میں شریک تھے جب شیبہ عقبہ اور ولید بن عقبہ نے مبارز طلبی کی تو سب سے پہلے یہی تینوں بھائی (معاذ، معوذ، عوف) تیغ بکف میدان میں نکلے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو واپس بلا لیا اور حضرت حمزہؓ وغیرہ کو مقابلہ کے لیے بھیجا۔ لیکن ولولہ جہاد کب دب سکتا تھا حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ایک صف میں کھڑے تھے ان کے داہنے بائیں دونوں بھائی آ کر کھڑے ہو گئے وہ ان کو پہچانتے

نہ تھے اس بناء پر اپنے گرد دو نوجوانوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اتنے میں ایک نے آہستہ سے کہا چچا! ابو جہل کہاں ہے؟ انہوں نے کہا برادر زادے کیا کرو گے؟ کہا میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے اس بناء پر خدا سے عہد کر چکا ہوں کہ اس کو ضرور ماروں گا پھر اسی دھن میں اپنی جان بھی قربان کر دوں گا دوسرے نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نہایت متعجب ہوئے اور اشارہ سے بتایا کہ دیکھو ابو جہل وہ گشت لگا رہا ہے۔ اتنا سن کر وہ دونوں باز کی طرح جھپٹے اور ابو جہل کو قتل کر ڈالا پھر حضور ﷺ کو خوشخبری سنائی، پوچھا کس نے قتل کیا، دونوں نے جواب دیا ہم نے۔ فرمایا تلوار دکھاؤ چنانچہ دونوں کی تلواروں میں خون کا اثر موجود تھا۔

صحیح مسلم میں ان دونوں کا نام معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ مذکور ہے لیکن صحیح بخاری میں ابنائے عفراء ہے جس سے صرف معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی کا مارنا ثابت ہوتا ہے ابو جہل پر حملہ کرتے وقت ابن ماعض نے کہ قبیلہ زریق سے تھا ان پر حملہ کیا چنانچہ زخمی ہو کر مدینہ آئے تھے۔

وفات:

بعضوں کے نزدیک تو اسی زخم سے فوت ہو گئے بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وفات پائی اور ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ ۳۷ھ میں انتقال کیا اس زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔

اخلاق:

حب رسول کا بہترین ثبوت بدر میں ابو جہل کا قتل ہے اس میں انہوں نے جانبازی کی جو اعلیٰ مثال پیش کی وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت حیرت انگیز ہے، فرائض کی بجاآوری میں اہتمام تھا۔

حضور ﷺ کے ہمراہ حج کرنے کے علاوہ اور بھی حج کیے جن میں سے ایک کا تذکرہ سنن نسائی میں آیا ہے۔

حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

مجمع نام، قبیلہ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے مجمع بن جاریہ بن عامر بن مجمع بن عطاف بن ضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

ہجرت کے وقت کم سن تھے اور اسی زمانہ میں اسلام لائے۔

غزوات:

غزوہ حدیبیہ میں شرکت کی۔

وفات:

امیر معاویہؓ کے آخر زمانہ خلافت میں انتقال کیا۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی، یعقوب، یحییٰ، عبید اللہ بیوی کا نام سلمہ بنت ثابت ابن وحدانہ بن نعیم بن غنم بن ایاس تھا اور قبیلہ قضاعہ کے خاندان بلی سے تھیں۔

صاحب طبقات کا بیان ہے کہ ان کی نسل باقی نہیں رہی۔

فضل وکمال:

عہد رسالت میں جن صحابہ نے قرآن جمع کرنا شروع کر دیا تھا ان میں حضرت

مجمع بن جاریہ انصاری ؓ بھی تھے، لیکن ایک یا دو سورتیں باقی تھیں کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور وہ اس کام کو مکمل نہ کر سکے۔

مسند احمد بن حنبل میں ہے

کان احد القرآن الذین قرأ القراء

یعنی وہ ان قاریوں میں تھے جنہوں نے قرآن پڑھا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو قرآن کی تعلیم کے لیے کوفہ بھیجا حضرت عبداللہ ؓ بھی وہیں تھے انہوں نے بھی ان سے قرآن پڑھا تھا۔

حدیثیں بہت کم روایت کیں، صحیح ترمذی میں ۳ حدیثیں ہیں، جن میں بعض صحیح سند سے ثابت ہیں۔

راویوں میں یعقوب، عبدالرحمن بن یزید بن جاریہ اور عکرمہ بن سلمہ ہیں۔

اخلاق:

زہد و تقدس کی وجہ سے اپنی قوم کے امام تھے اور یہ منصب صغر سنی ہی میں حاصل ہو گیا تھا باپ نے مسجد ضرار بنائی تھی، معصوم بیٹا اس میں نماز پڑھتا تھا، لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اس سے حضور ﷺ اور اسلام کی بیخ کنی مقصود ہے حضور ﷺ نے اس مسجد کو جلوا دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے درخواست کی کہ مجمع کو امام بنایا جائے بولے یہ کبھی نہ ہوگا وہ مسجد ضرار میں منافقین کی امامت کرتا تھا، مجمع رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو قسم کھا کر کہا کہ مجھے منافقین سے کوئی سروکار نہ تھا جب ان کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو امامت کی اجازت دی۔

حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

محیصہ نام، ابو سعید کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے محیصہ بن مسعود بن کعب بن عامر بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو ابن مالک بن اوس۔

مسعود بن کعب کے دو بیٹے تھے حویصہ اور محیصہ، حویصہ بڑے تھے ان کا ذکر صحیحین میں موجود ہے محیصہ چھوٹے تھے لیکن ان سے زیادہ عقل مند ہوشیار اور وقت شناس تھے ہجرت سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس مقولہ کے مصداق بنے۔

''بزرگی بعقل ست نہ بصال''

[بزرگی عقل سے آتی ہے لمبی عمر سے نہیں]

غزوات:

احد خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی غزوہ احد سے قبل کعب بن اشرف یہودی کا قلع قمع ہو چکا تھا، چونکہ اس کو اور اس کی تمام جماعت کو اسلام سے خاص عداوت تھی حضور ﷺ نے عام حکم دے دیا کہ جس یہودی پر قابو پاؤ اسکو فوراً قتل کر دو ابن سبینہ ایک یہودی تاجر تھا حویصہ کے اور اس کے خاص تعلقات تھے محیصہ رضی اللہ عنہ نے اس کو موقع پا کر قتل کر دیا، چونکہ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے نہایت برہم ہوئے مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے خدا کے دشمن!

تیرے پیٹ میں بہت سی چربی اسی کے مال کی ہے محیصہؓ نے ان کے غصہ اور مار کا صرف ایک جواب دیا کہ ”جس شخص نے مجھ کو اس کے قتل کا حکم دیا اگر تمہارے قتل کا حکم دے تو تم کو بھی قتل کر دوں گا“۔ یہ سن کر سخت متعجب ہوئے اور حیرت سے پوچھا کیا واقعی اگر وہ میرے مارنے کا حکم دیں تو تم مجھ کو مار ڈالو گے؟ انہوں نے کہا ”خدا کی قسم! ضرور ماروں گا۔ حویصہ پر اب غصہ کی بجائے حقانیت طاری ہوئی بولے جس نے تجھ کو ایسا کر دیا وہ کوئی عجیب مذہب ہے اور پھر انہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے محیصہؓ نے اپنے بھائی کے اس مکالمہ کو نظم کر دیا، جس کو ہم بھی نقل کرتے ہیں:

يلوم ابن امي لو امرت بقتله　　لطبقت ذفراه بابيض قاضب

حسام كلون الملح اخلص عقله　　متى ما أصوبه فليس بكاذب

وما سرني اني قتلتك طالعا　　وان لنا ما بين بصرى ومارب

حضور ﷺ نے تاسیس حکومت کے بعد جب اشاعت اسلام کا محکمہ قائم کیا تو ان کو مبلغ بنا کر فدک روانہ فرمایا۔

وفات:

سنہ وفات معلوم نہیں، لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی، کیونکہ ان کے پوتے نے ان کو اچھی طرح دیکھا تھا اور حدیث سنی تھی اور یہ ثابت ہے کہ ان کے پوتے ۴۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

اولاد:

حدیثوں سے ایک لڑکے کا پتہ چلتا ہے لیکن نام میں اختلاف ہے مسند میں ساعدہ

اور سعد دو نام آئے ہیں، طبقات میں سعد لکھا ہے کتب رجال میں ہے کہ بعض لوگ ان کے صحابی ہونے کے قائل ہیں اصل نام میں حرام ہے۔

فضل وکمال:

عہد نبوت میں اشاعت اسلام جیسے اہم کام پر متعین ہونا ان کے فضل و کمال کی بیّن دلیل ہے اس کے علاوہ چند حدیثیں بھی روایت کی ہیں، جو محمد بن سہل بن ابی حثمہؓ اور حرام بن سعدؓ کے سلسلہ سے مروی ہیں۔

اخلاق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کو جو محبت تھی، اور اطاعت کا جو جذبہ وہ اپنے دل میں رکھتے تھے اس کی تفصیل اوپر گزر چکی، بارگاہ نبوی میں ان کو بڑا تقرب حاصل تھا انہوں نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مسئلہ دریافت فرمایا جواب خلاف مزاج ملا تو جب تک ان کو اطمینان نہ ہو گیا، اس کو بار بار پوچھتے رہے۔

حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

منذر نام، اعنق لیموت لقب، قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن کعب الکبیر

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں بیعت کی اور اپنے قبیلہ کے نقیب مقرر ہوئے حضرت سعد بن عبادہؓ بھی اس قبیلہ کے نقیب تھے۔

غزوات عام حالات اور وفات:

طلیب بن عمیرؓ سے مواخاۃ ہوئی، بدر اور احد میں شریک ہوئے موخر الذکر غزوہ میں میسرہ کے افسر تھے۔

غزوۂ احد کے ۴ ماہ بعد صفر کے مہینہ میں انصار کے ستر نوجوان جو قراء کے نام سے مشہور تھے اشاعت اسلام کی غرض سے نجد بھیجے گئے تھے حضرت منذرؓ اس جماعت کے امیر تھے بیر معونہ پہنچے تھے کہ رعل اور ذکوان کے سواروں نے گھیر لیا ان لوگوں نے ہر چند کہا کہ ہم کو تم سے کوئی سروکار نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام سے کسی طرف جا رہے ہیں لیکن ظالموں نے ایک نہ سنی اور سب کو قتل کر ڈالا۔ صرف منذر باقی رہ گئے ان سے کہا کہ درخواست کرو تو تم کو امان دی جائے، لیکن ان کی حمیت یہ بے غیرتی گوارا نہ کر سکتی تھی صاف انکار کر دیا اور

جس مقام پر حضرت حرام شہید ہوئے تھے وہیں پہنچ کر لڑے اور قتل ہوئے حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا اعنق لیموت یعنی انہوں نے دانستہ موت کی طرف سبقت کی اس وقت سے ان کا یہ لقب خاص و عام کے زبان زد ہو گیا۔ یہ اوائل ۴ ہجری کا واقعہ ہے۔

اولاد:

کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

فضل و کمال:

جاہلیت میں عربی لکھتے تھے۔ اسلام میں قرآن و حدیث کی جو واقفیت حاصل کی تھی اس کی بناء پر اشاعت اسلام کے لیے وہ منتخب ہوئے اور مبلغین کے امیر بنائے گئے۔

اخلاق:

زہد و تقویٰ عبادت و قیام لیل، یہ تمام قراء کا شیوہ تھا، حضرت منذر ؓ بھی انہی اوصاف سے متصف تھے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

نعمان نام، ابو عبد اللہ کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے نعمان ابن بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن خلاس بن زید بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن الخزرج الاکبر والدہ کا نام عمرہ بنت رواحہ تھا جن کا سلسلہ نسب مالک اغر پر حضرت نعمان کے آبا سے مل جاتا ہے۔ حضرت نعمانؓ کے والد بشیر بن سعدؓ بڑے رتبہ کے صحابی تھے عقبہ ثانیہ میں ۷۰ انصار کے ہمراہ مکہ جا کر بیعت کی تھی بدر احد اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے سقیفہ بنی ساعدہ میں سب سے پہلے انہی نے حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کی تھی، ۱۲ ہجری میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کو نکلے اور واپسی کے وقت عین التمر کے معرکہ میں شہید ہوئے۔ والدہ بھی جو حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ مشہور صحابی کی ہمشیرہ تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیعت کا شرف حاصل کر چکی تھیں۔

حضرت نعمانؓ ہجرت کے چودھویں مہینے ربیع الثانی ۲ ہجری میں اس مقدس گھر میں پیدا ہوئے، ہجرت کے بعد انصار میں یہ سب سے پہلے بچے تھے ان کی ولادت کے چھ ماہ بعد حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ اسلام کی تاریخ میں ۲ ہجری کو خاص اہمیت حاصل ہے آغاز سال ہی سے قریش اور دیگر ہمسایہ قبائل سے چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی تھی، جس کا نتیجہ چند ماہ بعد غزوہ بدر کی صورت میں

رونما ہوا اس سال جو لڑکے پیدا ہوئے سب میں اس انقلاب انگیز زمانہ کا اثر موجود تھا چنانچہ نعمانؓ جو بدر کے وقت ۳۔ ۴ مہینے کے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہ اسی سال پیدا ہوئے اپنے اپنے وقت میں بڑے بڑے انقلابات کے بانی ہوئے۔

عام حالات:

ماں باپ کو ان سے بڑی محبت تھی، باپ ان کو حضور ﷺ کے پاس لاتے اور دعا کراتے تھے ماں کو اس قدر محبت تھی کہ اپنی باقی اولاد کو محروم کر کے تمام جائیداد و املاک انہی کے نام منتقل کر دینا چاہتی تھیں ایک روز شوہر کو مجبور کر کے اس پر آمادہ کر لیا اور گواہی کے لیے رسول اللہ ﷺ کو منتخب کیا حضرت بشیرؓ ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے اور عرض کی کہ گواہ رہیں میں فلاں زمین اپنی اس لڑکے کو دیتا ہوں فرمایا اس کے دوسرے بھائیوں کو حصہ دیا ہے وہ بولے نہیں ارشاد ہوا تو پھر میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا یہ سن کر بشیرؓ اپنے ارادے سے باز آئے۔

چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو حضور ﷺ کے پاس پہنچے ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس طائف سے انگور آئے آپ نے ان کو دو خوشے عنایت کیے اور فرمایا کہ ایک تمہارا ہے اور ایک تمہاری والدہ کا نعمانؓ راستہ میں دونوں خوشے چٹ کر گئے اور ماں کو خبر تک نہ کی چند دنوں کے بعد حضور ﷺ نے پوچھا کہ اپنی ماں کو انگور دے دیئے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے ان کی گوشمالی کی اور کہا یا غدر! کیوں مکار۔

اس زمانہ میں نماز و غیرہ کی طرف توجہ کی، حضور ﷺ کے واقعات دیکھتے تو ان کو یاد رکھنے کی کوشش کرتے منبر کے قریب بیٹھ کر وعظ سنتے ایک مرتبہ انہوں نے دعوے سے کہا

کہ حضور ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق میں اکثر صحابہ سے زیادہ واقف ہوں، شب قدر کی راتوں میں حضور ﷺ کے ہمراہ جاگے تھے اور نمازیں پڑھی تھیں ربیع الاول ۱۱ھ میں حضور ﷺ نے انتقال فرمایا اس وقت حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا سن ۸ سال ۷ ماہ کا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں امیر معاویہؓ سے جنگ چھڑی تو نعمانؓ نے ان ہی کا ساتھ دیا اور یہ عجیب بات تھی کہ انصار میں یہی ایک دو صاحب امیر معاویہؓ کے طرفدار تھے چنانچہ نعمان کے متعلق صاف طور پر مذکور ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتے چنانچہ صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں

وکان هواه مع معاوية وميله اليه والى ابنه يزيد

یعنی وہ معاویہ اور یزید دونوں کی طرف مائل تھے۔

امیر معاویہؓ نے اس کے صلہ میں ان کو جلیل القدر عہدے دیئے، فضالہ بن عبیدؓ کے بعد دمشق کا قاضی مقرر کیا اور جب یمن پر تسلط ہوا تو عثمان ابن ابی العاص ثقفیؓ کے بعد وہاں کا والی بنایا اس بنا پر یمن کے (سلطنت بنی امیہ) تیسرے امیر تھے۔

۵۹ھ میں امیر معاویہؓ نے ان کو کوفہ کا حاکم بنایا اور تقریباً ۹ ماہ تک اس منصب پر مامور رہے امیر معاویہؓ کے بعد یزید تخت خلافت پر متمکن ہوا اس نے حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بیعت کے لیے

مجبور کیا حضرت امام حسینؓ نے بیعت سے صاف انکار کیا ادھر کوفہ سے شیعیان علی کے خطوط پہنچنے لگے جن میں ان کی خلافت تسلیم کرنے پر بڑی آمادگی کا اظہار تھا چنانچہ حضرت امام حسینؓ نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کو تفتیش حالات کے لیے کوفہ روانہ فرمایا، مسلم کوفہ پہنچے تو شہر کا بڑا حصہ ان کے ساتھ تھا ۱۲ ہزار آدمیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو یہ تمام خبریں پہنچ رہی تھیں، لیکن انہوں نے جگر گوشہ بتول کے معاملہ میں خاموشی ہی کو ترجیح دی۔ لیکن جب مختار ابن ابی عبید کے مکان پر شیعوں کا اجتماع ہوا اور نقض بیعت کی تیاریاں ہوئی تو نعمان نے منبر پر ایک پر زور خطبہ دیا جو درج ذیل ہے:

اما بعد فاتقو الله عباد الله ولا تسارعوا الالى الفتنة والفرقة فان فيها يهلك الرجال وتسفك الدماء وتغضب الأموال اني لم اقاتل من لم يقاتلني ولا اثب على من يثب على ولا اشاتمكم ولا اتحرش بكم ولا اخذ بالقذف ولا اتهمة ولا كنكم ان ابديتم صفحتكم لي ونكثتم بيعتكم و خالفتم امامكم فوالله الذى لا اله غيره لا ضربنكم بسيفي ما ثبت قائمه في يدى ولولم يكن لي منكم ناصر اما اني ارجوان يكون من يعرف الحق منكم اكثر ممن يرديه بالباطل

لوگو! خدا سے ڈرو اور فتنہ اور اختلاف پیدا کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ اس میں آدمی ضائع ہوتے ہیں خونریزیاں ہوتی ہیں اور مال غصب کیے جاتے ہیں جو شخص مجھ سے نہ لڑے گا میں بھی اس سے نہ لڑوں گا نہ تم کو برا کہوں گا نہ آپس میں جنگ وجدل برپا کروں گا، لیکن اگر تم نے علانیہ میری نافرمانی کی بیعت توڑی اور بادشاہ سے مخالفت شروع کی تو خدا کی قسم جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہے

گی تم کو ماروں گا خواہ تم میں سے ایک شخص بھی میری مدد نہ کرے ہاں مجھے امید ہے کہ تم میں باطل کے بہ نسبت حق کے پہچاننے والے زیادہ موجود ہیں۔

عبداللہ بن مسلم حلیف بنی امیہ بھی مجمع میں موجود تھا والی حکومت کا یہ تساہل دیکھ کر جوش میں اٹھا اور کہا کہ آپ کی رائے اس معاملہ میں نہایت کمزور ہے یہ نرمی کا وقت نہیں اس وقت آپ کو دشمن کے مقابلہ میں سخت ہونا چاہیے حضرت نعمانؓ نے فرمایا میں خدا کی معصیت میں قوی ہونے سے اس کی اطاعت میں کمزور ہونا زیادہ پسند کرتا ہوں اور جس پردہ کو خدا نے لٹکا دیا ہے میں اس کو چاک کرنا مناسب نہیں سمجھتا، عبداللہ نے وہاں سے واپس آکر یزید کو خط لکھا کہ مسلم نے کوفہ آکر تسلط کر لیا ہے اگر آپ کو یہاں حکومت کی ضرورت ہے تو کسی قوی شخص کو بھیجے کہ آپ کے احکام نافذ کر سکے نعمان بالکل بودے شخص ہیں یا عمداً کمزور بن رہے ہیں عبداللہؓ کے ساتھ عمارہ بن عقبہؓ، عمر بن سعد بن ابی وقاصؓ نے بھی اسی مضمون کے خطوط روانہ کیئے یزید نے نعمان کے بجائے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنایا اور وہ شام چلے گئے یہ سن ۶۰ھ کا واقعہ ہے۔اس کے بعد حمص کے امیر مقرر ہوئے اور یزید کی وفات تک اس عہدہ پر قائم رہے

۶۷ھ میں جب معاویہ بن یزید کا انتقال ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کی اہل شام کو دعوت دی اور ان کی طرف سے حمص کے حاکم مقرر ہوئے،

نعمان کی طرح اور لوگ بھی شام میں ابن زبیرؓ کی طرف دار ہو گئے تھے، مروان نے یہ دیکھ کر شام کا سفر کیا اور ایک لشکر فراہم کر کے ضحاک بن قیس کے مقابلہ کو بھیجا، ضحاک، ابن زبیرؓ کی طرف سے بعض اضلاع شام کے حاکم تھے نعمانؓ کو خبر ہوئی تو شرحبیل بن ذوالکلاعؓ کے ماتحت کچھ فوج ضحاک کی مدد کے لیے روانہ

کی مرج راہط ایک مقام پر لڑائی پیش آئی جس میں ضحاک کو شکست ہوئی، نعمانؓ کو معلوم ہوا تو خوف کی وجہ سے رات کو حمص سے کوچ کیا مروان نے خالد بن عدی الکلائی کو چند سوار دے کر تعاقب کے لیے بھیجا۔

وفات:

حمص کے نواح میں بیران ایک گاؤں ہے وہاں سامنا ہوا خالد نے نعمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے سر کاٹ لیا اور ان کے اہل و عیال کو گرفتار کر کے مروان کے پاس حاضر ہوا بیوی اپنے شوہر کے برے عبرت انجام کا تماشہ دیکھ چکی تھی، درخواست کی کہ ان کا سر میری گود میں دے دو کیونکہ میں اس کی سب سے زیادہ مستحق ہوں، لوگوں نے سر ان کی گود میں ڈال دیا یہ اوائل ۶۵ کا واقعہ ہے اس وقت حضرت نعمانؓ کی عمر ۶۴ سال کی تھی۔

اہل و عیال:

ان کی بیوی جن کا ابھی ذکر ہوا خاندان کلب سے تھیں ان کا عجیب قصہ مشہور ہے۔ وہ امیر معاویہؓ کے محل میں تھیں کہ انہوں نے ایک روز یزید کی ماں میسون سے کہا کہ تم اس عورت کو جا کر دیکھو میسون نے دیکھ کر بیان کیا کہ حسن و جمال کے لحاظ سے اپنا نظیر نہیں رکھتی، لیکن اس کی ناف کے نیچے ایک تل ہے اس لیے یہ اپنے شوہر کا سر اپنی گود میں لے گی چنانچہ حبیب بن مسلمہؓ نے ان سے نکاح کیا اور پھر طلاق دے دی، پھر حضرت نعمانؓ نے نکاح کیا اور قتل ہونے کے بعد جیسا کہ میسون نے پیشین گوئی کی تھی ان کا سر اپنی گود میں رکھا گیا۔

اولاد میں تین لڑکے مشہور ہیں اور وہ یہ ہیں محمد، بشیر، یزید۔

فضل و کمال:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو حدیث و فقہ سے کامل واقفیت تھی اور اگرچہ نظم و نسق ملک اقامت دین اور دوسری ذمہ داریوں اور مصروفیتوں میں ان علوم کی خدمت کا موقع نہ ملا تاہم دار الامارت فقہ و حدیث کا مخزن بن گیا تھا، ہزاروں مقدمات فیصلہ کے لیے پیش ہوتے تھے جن کا انہی علوم کی وساطت سے انکا فیصلہ کرتے تھے۔ حضرت نعمان اگرچہ عہد نبوت میں آٹھ سال کے تھے تاہم بہت سی حدیثیں یاد ہو گئی تھیں، بعد میں حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے اپنے ماموں ابن رواحہ سے بھی حدیث سنی تھی۔

اس معاملہ میں اگرچہ نہایت محتاط تھے تاہم ان کی سند سے ۱۲۴ روایتیں منقول ہیں فیصلے کے وقت حدیث کا حوالہ دیتے تھے ایک مرتبہ ایک مقدمہ پیش ہوا تو فرمایا کہ میں تیرا فیصلہ اسی طرح کروں گا، جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا فیصلہ کیا تھا۔ بعض وقت مسائل بھی بتلاتے تھے اور اس کا زیادہ تر خطبوں میں اتفاق ہوتا تھا

خطبے مذہبی اور سیاسی دونوں قسم کے ہوتے تھے اور نہایت فصیح و بلیغ ہوتے تھے طرز اور انداز تعبیر پر جو قدرت تھی، اس کو سماک بن حرب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے میں نے جن لوگوں کے خطبے سنے ان میں نعمان رضی اللہ عنہ کو سب سے بڑھ کر پایا خطبہ میں محل و مقام کے مناسب اعضاء کو حرکت دیتے تھے ایک مرتبہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو اس لفظ پر انگلی سے کانوں کی

طرف اشارہ کیا ہے۔

حضور ﷺ اور اپنے زمانہ کی معاشرت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا:

ما كان نبيكم يشبع منه الدقل وما ترضون دون الوان التمر والزبد

تم مختلف اقسام کے چھوہاروں اور مکھن پر بھی راضی نہیں حالانکہ پیغمبر صاحب ردی چھوہاروں سے بھی سیر نہ ہوئے۔

ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دیا اور اس میں جماعت کو رحمت اور تفریق کو عذاب بنا کر پیش کیا تو یہ اثر ہوا کہ ابوامامہ باہلیؓ اٹھے اور مجمع کو مخاطب کر کے کہا "علیکم بالسواد الاعظم (تم پر سواد اعظم کا اتباع فرض ہے ان مواقع پر جن لوگوں کو حدیثیں سننے کا اتفاق ہوا ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے لیکن وہ لوگ جو تلامذہ خاص کا درجہ رکھتے ہیں حسب ذیل ہیں شعبی، حمید بن عبدالرحمن، خیثمہ، سماک بن حرب، سالم بن ابی الجعد، ابواسحاق سبیعی، عبدالملک بن عمیر، یسیع کندی، حبیب بن سالم (نعمان کے میر منشی تھے) عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عروہ بن زبیر، ابو قلابہ الجرمی، ابوسلام الاسود، غیراز بن حریث، مفضل بن مھلب بن ابی صفرہ، ازہر بن عبداللہ حزاری رحمۃ اللہ علیہم۔

اخلاق:

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ شور و شر، فتنہ و فساد اور دیگر انقلابات میں گھرے رہنے کے باوجود جبر و ظلم روا نہیں رکھتے تھے وہ نہایت نرم دل اور رحیم تھے اور شورش کے مواقع پر سختی کے بجائے لطف و کرم سے کام لیتے تھے مورخ طبری لکھتے ہیں

كان حليماً ناسكا يحب العافية

وہ بردبار عابد اور عافیت پسند تھے۔

مسلم بن عقیلؓ کا واقعہ اور اس کے متعلق حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا خطبہ اوپر نقل ہو چکا قیس بن الہیثم کو ایک خط لکھا تو اس میں تحریر فرمایا تم نہایت بد بخت بھائی ہو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی تم نے نہ دیکھا نہ حدیث سنی آپ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب بہت سے تیرہ و تار فتنے اٹھیں گے جن میں آدمی صبح کو مسلمان ہو گا تو شام تک کافر ہو جائے گا اور لوگ دنیا کی تھوڑی منفعت کے لیے اپنا مذہب بیچ ڈالیں گے۔ لیکن یہ نرمی طبع، جبن و بزدلی کا نتیجہ نہ تھا وہ حلم و تحمل میں جس طرح یکتا تھے شجاعت و بسالت میں بھی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ سخاوت کا بھی یہی حال تھا، حمص کے والی ہوئے تو اعشی ہمدانی پہنچا اور کہا کہ میں نے یزید سے مدد کی درخواست کی لیکن اس نے نہ سنی اب تمہارے پاس آیا ہوں کہ کچھ قرابت کا پاس کرو اور میرا قرض ادا کرو نعمانؓ کے پاس کچھ نہ تھا، قسم کھا کر کہا میرے پاس کچھ نہیں، پھر کچھ سوچ کر کہا ہو نہہ اور منبر پر کھڑے ہو کر ۲۰ ہزار کے مجمع میں ایک خطبہ دیا جس کا مضمون حسب ذیل ہے

لوگو! اعشی ہمدانی تمہارے ابن عم ہیں، مسلمان اور عالی خاندان ہیں، ان کو روپیہ کی ضرورت ہے اور تمہارے پاس اسی غرض سے وارد ہوئے ہیں اب تمہاری کیا رائے ہے تمام مجمع نے یک زبان ہو کر کہا جو آپ کا حکم ہو فرمایا نہیں میں کچھ حکم نہیں دیتا کہا تو فی کس ایک دینار (۵ روپے) فرمایا" نہیں دو شخصوں میں ایک دینار سب نے منظور کیا تو کہا کہ سر دست میں ان کو بیت المال سے دیے دیتا ہوں جب تنخواہ کا روپیہ برآمد ہو گا تو وضع کر لیا جائے گا حضرت نعمانؓ نے ۱۰ ہزار دینار

(۵۰ہزار روپیہ) دیئے تو اعشی سراپا شکر و امتنان تھا چنانچہ حسب ذیل اشعار مدح میں کہے

فلم ار للحاجات عند انكماشها　　كنعمان اعنى ذالندى ابن بشير

حاجتوں کے پیش آنے کے وقت میں نے سخی نعمان بن بشیرؓ کی طرح کسی کو نہیں دیکھا

اذا قال اونى بالمقال ولم يكن　　كمدل الى الاقوال حيل غروى

جب وہ کچھ کہتے ہیں تو اپنے قول کو ایفا کرتے ہیں اس شخص کی طرح نہیں جو لوگوں کی طرف ڈوری لٹکاتے ہیں

متى اكفر النعمان لم اك شاكرا　　ولا خير فيمن لم يكن بشكور

جب میں نعمانؓ کا کفران کروں تو مجھ میں احسان مندی کا مادہ نہیں کہ جو شکر گزار نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

حضرت نعمان بن عجلان رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

نعمان نام، خاندان زریق سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے نعمان بن عجلان بن نعمان بن عامر بن زریق اپنی قوم کے سردار تھے،اور انصار کی عمومی سیادت کی وجہ سے گویاان کی زبان بن گئے تھے۔

حالات:

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بیمار ہوئے تو آپ خود عیادت کو تشریف لائے اور صحت کی دعافرمائی۔ جناب علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں بحرین کے عامل تھے، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح شاید وہ بھی خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے چنانچہ ان کے خاندان کا جو شخص بھی ان کے پاس پہنچتا اس کو انعام واکرام سے مالامال کر دیتے ایک شاعر نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے۔

وفات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

اہل وعیال:

اہل وعیال کی تفصیل معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ بیوی کا نام خولہ بنت قیس تھا جو انصار سے تھیں، پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ کو منسوب تھیں، ان کی شہادت کے بعد ان کے نکاح میں آئیں۔

فضل وکمال:

شاعر تھے اور شعر اچھے کہتے تھے عہد خلافت راشدہ اور انصار کے نمایاں کارناموں کو نظم کا جامہ پہنایا ہے جو کتابوں میں منقول ہے۔

حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

قبیلہ اوس کے خاندان واقف سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے ہلال بن امیہ ابن عامر بن قیس بن عبد الاعلم بن عامر بن کعب بن واقف (مالک) بن امر اء القیس بن مالک بن اوس۔

والدہ کا نام انیسہ تھا اور حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ جن کے مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد قیام کیا تھا ان کی یہ ہمشیرہ تھیں۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ کے بعد مسلمان ہوئے اور خاندان واقف کے بت توڑنے کی سعادت حاصل کی۔

غزوات اور عام حالات:

بدر اور احد میں شرکت کی فتح مکہ میں واقف کے علمدار تھے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوسکے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو خود ہی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا یوں ہی بیٹھا رہ گیا اور شریک نہ ہو سکا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لوگوں کو ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت فرمادی تو یہ گھر میں بیٹھ رہے اور شب و روز گریہ وزاری میں لگ گئے ۴۰ دن گزر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم پہنچا کہ اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ ان کی بیوی حاضر خدمت ہوئی اور عرض کی کہ ہلال رضی اللہ عنہ بہت بوڑھے ہیں اور ان کی خدمت کے لیے کوئی آدمی

نہیں کیا میں ان کی خدمت کر سکتی ہوں، فرمایا ہاں لیکن وہ تمہارے پاس نہ آنے پائیں، بولیں وہ تو حرکت کرنے کے بھی قابل نہیں۔ ۱۰ روز کے بعد جب ۵۰ دن پورے ہوئے تو توبہ قبول ہوئی یہ آیت اتری

وعلى الثلثة الذين خلفوا-------

غالباً اس واقعہ کے بعد ہی لعان کا واقعہ پیش آیا شریک بن سحماءؓ ایک شخص تھے ہلالؓ نے اپنی بیوی کو ان کے ساتھ متہم کیا اور جا کر حضور ﷺ سے بیان کیا ارشاد ہوا کہ دو صورتیں ہیں یا تو ثبوت پیش کرو یا اپنی پیٹھ پر درے کھاؤ ہلالؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس دوسرے کو دیکھے تو کیا اس کے لیے اس کا ثبوت بھی پہنچانا ضروری ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ثبوت پیش کرو ورنہ سزا ہو گی تو ہلال بولے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں سچا ہوں، اور امید ہے کہ خدا میری برأت میں قرآن نازل کرے گا جس سے میری پیٹھ حد سے بچ جائے گی۔ اس کے بعد یہ آیت لعان (والذین یرمون ازواجھم الخ) (سورہ نور) اتری

تو حضور ﷺ نے عورت کو بلا بھیجا اور ہلال رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور انہوں نے شہادت دی تو آپ نے فرمایا اللہ جانتا ہے کہ تم دنوں میں ایک یقیناً جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کر رہا ہے پھر عورت اٹھی اور اس نے شہادت دی پانچویں مرتبہ لوگوں نے اس کو روکا اور کہا کہ اس قسم کا نتیجہ قطعی بر آمد ہو گا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ عورت یہ سن کر ہچکچائی اور پیچھے ہٹ گئی اور ہم نے یہ سمجھا کہ وہ اعتراف کر لے گی، لیکن اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کو بھی رسوا نہیں کر سکتی اور اس نے اپنی شہادت پوری کر دی ارشاد ہوا خیال رکھنا اگر سرمگیں

چشم، پر گوشت سرین، اور موٹی پنڈلیوں والا لڑکا ہوا تو شریک کا سمجھا جائے گا چنانچہ شریک کا ہم صورت لڑکا پیدا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ اگر اللہ کا حکم نہ آیا ہوتا تو میرا اس کے ساتھ کچھ اور سلوک ہوتا۔

اوپر گزر چکا ہے کہ یہی عورت جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے شوہر کی خدمت گزاری کی اجازت لینے آئی تھی، تو آپ کے استفسار پر کہا تھا۔

واللہ ما به حركة الى شي

میرا شوہر کسی قسم کی حرکت کے قابل نہیں۔

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کا خیال بالکل صحیح تھا، چنانچہ ایسا ہی واقع بھی ہوا۔

وفات:

سنہ وفات صحیح طور پر متعین نہیں، لیکن ابن شاہین نے لعان کے قصہ کو جس سلسلہ سے روایت کیا ہے اس میں اخیر نام عکرمہ رض کا ہے جنہوں نے ہلال سے بلا واسطہ اس قصہ کو سنا تھا، اگر یہ صحیح ہے تو حضرت ہلال رض نے امیر معاویہ رض کے زمانہ میں وفات پائی۔

اخلاق:

صحیح بخاری میں کعب بن مالک رض سے روایت ہے کہ ہلال اور فلاں دونوں نہایت صالح تھے اور در حقیقت بنو سلمہ کے بت توڑنا تبوک میں اور لوگوں کے بر خلاف جھوٹ اور بہانہ سے گریز کرنا، اپنی بیوی کے واقعہ میں صاف گوئی سے

کام لینا ان کے جوش ایمان، زہد و تقویٰ اور راست بازی و صداقت کی نہایت روشن علامات ہیں۔

حلفائے انصار

یعنی

وہ لوگ جو قبائل انصار کے ہم معاہدہ تھے۔

حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

ہانی نام، ابو بردہ کنیت، قبیلہ بلی سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے۔ ہانی بن نیار ابن عمرو بن عبید بن کلاب بن دھمان بن غنم بن ذبیان بن ہمیم بن کاہل بن ذہل بن بلی۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے۔

غزوات:

بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی، غزوہ احد میں مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے جن میں ایک ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا تھا، فتح مکہ میں بنو حارثہ کا علم انہی کے پاس تھا۔ عہد نبوت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔

وفات:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۴۱ ہجری میں وفات پائی۔

اولاد:

کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

فضل وکمال:

البتہ معنوی اولاد بہت سی ہیں اور ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، براء بن عازب رضی اللہ عنہ (بھانجے تھے) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن جابر رضی اللہ عنہ، کعب بن عمیر بن عقبہ بن نیار رضی اللہ عنہ، نصر بن سیار، بشیر بن یسار۔

روایتوں کی تعداد ۲۰ ہے۔

حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

ثابت نام، ابوالدحداح کنیت، قبیلہ بلی کے خاندان انیف یا عجلان سے تھے اور عمرو بن عوف کے حلیف تھے سلسلہ نسب یہ ہے ثابت بن دحداح بن نعیم ابن غنم بن آپاس۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

غزوہ احد میں نمایاں شرکت کی جنگ کی شدت سے جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے تو انہوں نے آگے بڑھ کر انصار کو آواز دی ادھر! ادھر! ثابت بن دحداح ؓ میں ہوں! اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل ہوئے تو خدا موجود ہے تم کو اپنے دین کے لیے لڑنا چاہیے خدا فتح و نصرت عطا فرمائے گا انصار کے چند جانباز اس دعوت حق کے خیر مقدم کے لیے بڑھے قریش مکہ کی ایک زبردست جماعت جس میں خالد، عمرو ابن عاص، عکرمہ بن ابو جہل، ضرار بن خطاب اور دیگر روسائے قریش تھے، قریب کھڑی تھی انہوں نے گروہ انصار کے ان جانبازوں کے ساتھ اس جماعت پر حملہ کیا خالد نے بڑھ کر نیزہ مارا جس سے حضرت ابو دحداح رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے لوگ اٹھا کر گھر لائے اور علاج شروع کیا اس وقت تو خون بند ہو گیا اور وہ اچھے ہو گئے، لیکن غزوہ حدیبیہ کے بعد یکا یک

زخم پھر پھٹ گیا۔ اور اس کے صدمہ سے انہوں نے وفات پائی۔

وفات:

حضور ﷺ صحابہ کے ہمراہ جنازہ کی شرکت کے لیے تشریف لائے اور دفن کرنے کے بعد گھوڑا منگوا کر سوار ہوئے اس موقع پر آپ نے فرمایا جنت میں چھوہارے کی کتنی شاخیں ہیں جو ابن دحداح رضی اللہ عنہ کے واسطے لٹکائی گئی ہیں۔

اس کے بعد عاصم بن عدی کو طلب فرمایا اور پوچھا تم لوگوں سے ان کی قرابت تھی؟

بولے نہیں ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے۔ حضور ﷺ نے ترکہ ان کے حوالہ کیا۔

اہل وعیال:

کوئی اولاد نہ تھی بیوی کا نام دحداح تھا مسند کی ایک حدیث میں ان کا ذکر ہے۔

اخلاق:

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ جب یہ آیت من ذالذي يقرض الله قرضا حسنا فيضاعفه له نازل ہوئی تو حضور ﷺ سے کہا خدا ہم سے قرض مانگتا ہے؟ فرمایا ہاں حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ نے اپنا مال صدقہ کر دیا۔

ایک شخص اپنے باغ کی دیوار اٹھانا چاہتا تھا، بیچ میں دوسرے کا درخت پڑتا تھا حضور ﷺ سے کہا کہ وہ درخت مجھ کو دلوادیجیئے آپ نے درخت والے کو بلا کر فہمائش کی اس نے انکار کیا تو فرمایا اس کے عوض جنت میں ایک درخت لو وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا، حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ نے سنا تو اس کے پاس گئے اور کہا کہ

مجھ سے دیوار لے لو اور اپنا درخت میرے ہاتھ فروخت کر دو اس نے منظور کیا تو حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور اس واقعہ سے آگاہ کیا آپ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا ابو دحداحؓ کے لیے جنت میں کتنے درخت ہیں۔

حضرت ابو دحداح رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس سے اٹھ کر باغ میں آئے اور بیوی سے کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ میں نے یہ باغ جنت کے ایک درخت کے معاوضہ میں بیچ ڈالا، شوہر کی طرح بیوی بھی نہایت سعادت مند تھیں، خوشی سے اس واقعہ کو سنا اور بولیں کہ یہ نہایت نفع کا سودا ہے

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

حذیفہ نام، ابو عبد اللہ کنیت، صاحب السر لقب، قبیلہ غطفان کے خاندان عبس سے ہیں نسب نامہ یہ ہے حذیفہ بن حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فروہ ابن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان العبسی، والدہ کا نام رباب بنت کعب بن عدی بن عبد الاشہل تھا۔

حضرت حذیفہ ؓ کے والد اپنی قوم کے کسی شخص کو قتل کر کے مدینہ گئے تھے اور یہیں سکونت اختیار کر لی تھی، عبد الاشہل کے خاندان سے حلف کا تعلق ہوا، پھر بعد میں باہم قرابت بھی کر لی کہتے ہیں کہ اوس و خزرج کا تعلق چونکہ یمن سے تھا اس لیے ان کی قوم نیان کا نام یمان رکھ دیا عبد الاشبل میں جو نکاح کیا تھا اس سے حسب ذیل اولاد پیدا ہوئی حذیفہ، سعد، صفوان مدلج، لیلی یہ لوگ اولاد یمان کے نام سے مشہور ہوئے۔

اسلام:

والدین نے اسلام کا زمانہ پایا اور مشرف باسلام ہوئے بھائی بہنوں میں صرف حذیفہ ؓ اور صفوان ؓ کو یہ سعادت حاصل ہوئی اس وقت حضور ﷺ مکہ میں اقامت گزین تھے حضرت حذیفہ ؓ ہجرت کر کے مکہ پہنچے اور حضور ﷺ سے ہجرت اور نصرت کے متعلق رائے طلب کی تو آپ نے ہجرت کے بجائے نصرت کو ان کے لیے تجویز فرمایا

غزوات:

اگرچہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تاہم اپنے باپ کے ساتھ غزوہ کے ارادہ سے نکلے تھے لیکن راستہ میں کفار قریش نے روکا کہ محمد کے پاس جانے کی اجازت نہیں، بولے کہ محمد کے پاس نہیں بلکہ مدینہ جاتے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے اس شرط پر چھوڑا کہ لڑائی میں محمد ﷺ کی طرف سے شریک نہ ہوں انہوں نے خدمت اقدس میں پہنچ کر ساری داستان سنائی ارشاد ہوا کہ اپنے عہد پر قائم رہو اور گھر واپس جاؤ باقی فتح نصرت تو وہ خدا کے ہاتھ ہے ہم اس سے طلب بھی کریں گے

غزوہ احد میں شریک ہوئے والد بھی موجود تھے اور ثابت بن وقش ؓ کے ساتھ عورتوں کی حفاظت پر متعین تھے جب مشرکین نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی تو کسی شیطان نے آواز دی دیکھنا مسلمان پہنچ گئے چنانچہ مشرکین کا ایک دستہ پلٹ پڑا جس سے مسلمانوں کی ایک جماعت کی مڈبھیڑ ہو گئی، حضرت حذیفہ ؓ کے والد درمیان میں تھے یہ دیکھ کر کہ ان کی خیر نہیں حضرت حذیفہ ؓ نے آواز دی خدا کے بندو! یہ میرے باپ ہیں، لیکن نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سن سکتا تھا' ایک مسلمان نے نادانستہ قتل کر دیا، حضرت حذیفہ ؓ کو معلوم ہوا تو انتہائی حلم وعفو سے کام لے کر کہا یغفر اللہ لکم! خدا تم لوگوں کی مغفرت کرے کہ حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو اپنی جیب خاص سے حضرت حذیفہ ؓ کو دیت ادا کی اور اس فعل کو بہ نظر استحسان دیکھا۔ غزوہ خندق میں نمایاں حصہ لیا قریش مکہ جس سرو سامان سے اٹھے تھے اس کا یہ اثر تھا کہ مدینہ منورہ کی بنیادیں ہل گئی'

مدینہ کے چاروں طرف کوسوں تک آدمیوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے جناب باری میں دعا کی اور مدینہ کی حفاظت کے لیے خندق کھدوائی ایک رات عجیب واقعہ پیش آیا جو مسلمانوں کے حق میں تائید غیبی سے کم نہ تھا، قریش کا لشکر جنگل میں خیمہ زن تھا کہ یکایک نہایت تیز و تند ہوا چلی جس سے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں ہانڈیاں الٹ گئیں اور سردی نہایت تیزی سے چمک اٹھی ابوسفیان نے کہا اب خیر نہیں، یہاں سے فوراً کوچ کرنا چاہیے حضور ﷺ کو ان لوگوں کی بڑی فکر تھی، ارشاد ہوا کوئی مشرکین کی خبر لائے تو اس کو قیامت میں اپنی معیت کی بشارت سناتا ہوں سردی اور پھر ہوا کی شدت کوئی شخص حامی نہ بھرتا تھا آپ نے ۳ مرتبہ یہی جملہ دہرایا لیکن کسی طرف سے جواب میں کوئی صدا نہ اٹھی چوتھی بار آپ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا کہ تم جا کر خبر لاؤ چونکہ نام لے کر پکارا تھا اس لیے تعمیل ارشاد میں اب کیا چارہ تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر خدمت اقدس میں آئے ارشاد ہوا دیکھو مشرکین کو میری طرف سے خوف نہ دلانا یعنی موقع پا کر کسی پر حملہ نہ کر دینا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بہت تیز چلے مشرکین کے پڑاؤ پر پہنچے تو دیکھا کہ ابوسفیان پیٹھ سینک رہا ہے چاہا کہ تیر و کمان سے اس کا خاتمہ کر دیں، لیکن پھر حضور ﷺ کا قول یاد آیا اور اپنے ارادے سے باز آ گئے واپس ہوئے تو دیکھا حضور ﷺ اب تک نماز میں مصروف ہیں نماز سے فارغ ہوئے تو خبر سنی اس کے بعد آپ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کمبل اڑھایا اور وہ یہیں شب باش ہوئے صبح ہوئی تو فرمایا قم یا نومان! اے سونے والے اب اٹھ۔ خندق کے بعد دیگر غزوات اور واقعات میں بھی شرکت کی۔

عام حالات:

عہد نبوت کے بعد عراق کی سکونت اختیار کی اور کوفہ نصیبین اور مدائن میں اقامت گزین ہوئے، نصیبین میں کہ الجزیرہ کا ایک شہر تھا شادی بھی کی۔ عراق کے اضلاع فتح ہونے پر حضرت عمر نے وہاں بندوبست کا ارادہ کیا تو دو مہتمم مقرر کیے علاقہ فرات کے حضرت عثمان بن حنیف ؓ اور نواح دجلہ کے حضرت حذیفہ ؓ افسر مقرر ہوئے۔ نواح دجلہ کی رعایا نہایت بے ایمان اور شریر تھی اس نے اپنے مہتمم بندوبست حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس کام میں کوئی مدد نہ دی بلکہ الٹے مسخرہ پن کیا۔

بایں ہمہ حضرت حذیفہ ؓ نے بندوبست کیا اور تشخیص ایسی معقول کی کہ حکومت کی آمدنی بڑھ گئی چنانچہ جب حضرت عمر ؓ سے مدینہ میں ملاقات ہوئی اور انہوں نے کہا شاید زمین پر زیادہ بوجھ ڈالا گیا ہے تو حضرت حذیفہ ؓ نے جواب دیا "لقد ترکت فضلا

میں نے بہت زیادہ چھوڑ دیا ہے۔ ۱۸ھ میں نہاوند پر فوج کشی کی تیاریاں ہوئیں، اس وقت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم تھے حضرت عمر ؓ کا خط ملا کہ کوفہ کی فوج کو لے کر نکلو اور نعمان بن مقرن کے لشکر سے مل جاؤ حضرت نعمان ؓ نے نہاوند کے قریب پڑاؤ ڈالا اور فوج کی ترتیب قائم کی، حذیفہ رضی اللہ عنہ کو میمنہ سپرد کیا، لڑائی شروع ہوئی اور سخت کشت وخون کے بعد مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، اس میں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے شہادت حاصل کی، حضرت عمر ؓ نے سائب بن اقرع سے فرمایا تھا کہ نعمان ؓ شہید ہوں تو حذیفہ امیر ہوں گے نعمان ؓ نے بھی وفات

سے قبل ان کی امارت کی وصیت کی تھی، چنانچہ ان کی شہادت کے بعد جب لوگوں کو امیر کی تلاش ہوئی تو معقل نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تمہارے امیر یہ ہیں اور امید ہے کہ خدا ان کی آنکھیں فتح و ظفر کے ذریعہ سے ٹھنڈی کرے گا تمام لشکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے امارت پر بیعت کی اور وہ فوج لے کر نہاوند کی طرف بڑھے۔

نہاوند میں ایک آتش کدہ تھا اس کا بانی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے امان ملے تو ایک متاع بے بہا کا پتہ دوں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے امان دی اور اس نے کسریٰ کے نہایت بیش بہا جواہرات لا کر پیش کیئے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت تقسیم کر کے پانچواں حصہ مع جواہرات کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جواہرات دیکھ کر غصہ ہوئے اور ابن ملیکہ سے فرمایا کہ فوراً واپس لے جاؤ اور حذیفہ (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ ان کو بیچ کر فوج میں تقسیم کر دیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس وقت ماہ (نہاوند) میں مقیم تھے انہوں نے ۴ کروڑ درہم پر جواہرات فروخت کیے۔

اس موقع پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اہل شہر کے نام جو فرمان جاری کیا وہ بتمامہ درج کیا جاتا ہے

هذا ما اعطى حذيفة بن اليمان اهل ماه دينار اعطاهم الامان على انفسهم واموالهم وارضيهم لا يغيرون عن ملة ولا يحال بينهم وبين شرائعهم ولهم المنعة ما ادوا الجزية في كل سنة الى من وليهم من المسلمين على كل حاكم في ماله ونفسه على قدر طاقته وما ارشدوا ابن السبيل واصلحوا الطرق وقروا جنود المسلمين من مرهم فاوى اليهم يوماً وليلة ونصحوا

فان غشوا وبدلوا فذمتنا منهم برئية.

حذیفہ بن یمان نے اہل ماہ کو ان کے جان و مال اور جائیداد کے متعلق امان دی کہ ان کے مذہب سے بالکل تعرض نہ ہوگا اور نہ مذہب بدلنے پر مجبور کیے جائیں گے اور ان میں ہر بالغ شخص جب تک سالانہ جزیہ ادا کرے گا مسافروں کو راستہ بتائے گا راستوں کو درست رکھے گا اسلامی لشکر کی جو یہاں ٹھہرے گا ایک شبانہ روز ضیافت کرے گا اور سلطنت کا خیر خواہ رہے گا ان صورتوں میں ان کی جان و مال اور زمین محفوظ رہے گی اور اگر انہوں نے اس عہد میں خیانت کی اور ان کی روش میں تغیر واقع ہوا تو پھر مسلمان بری الذمہ ہیں۔

یہ عہد نامہ محرم ۱۹ھ میں لکھا گیا اور اس پر قعقاع، نعیم بن مقرن، سوید بن مقرن کی گواہی ثبت کی گئی آج مہذب ممالک میں اپنے دشمنوں کے ساتھ جو عہد نامے کیے جاتے ہیں، ان کا اس عہد نامہ سے مقابلہ کرو کیا اس عفو و ترحم اور اس در گزرو حلم و رواداری کے باوجود بھی مسلمان متعصب ظالم جابر اور سخت گیر کے القاب کے سزاوار ہو سکتے ہیں۔ نھاوند فتح کرنے کے بعد حضرت حذیفہ ؓ اپنے سابق عہدہ یعنی بندوبست کی افسری پر واپس آ گئے

۲۲ھ میں حسب روایت بلاذری حملہ آذربائیجان میں فوج کا علم ملا چنانچہ نہاوند سے چل کر اردبیل پہنچے جو آذربائیجان کا درالسلطنت تھا یہاں کے رئیس نے ماجردان، میمند، سراۃ، سبز، میانج وغیرہ سے ایک لشکر فراہم کر کے مقابلہ کیا اور شکست کھائی، پھر ۸ لاکھ درہم سالانہ پر صلح ہوئی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہاں سے موقان اور جیلانی کی طرف بڑھے اور فتح حاصل کی اسی اثناء میں دربار خلافت سے ان کی معزولی کا فرمان پہنچا اور عقبہ بن فرقد ان کی جگہ پر مقرر ہوئے۔

اس کے بعد غالباً مدائن کے والی بنائے گئے حضرت عمرؓ کا قاعدہ تھا کہ عاملوں کے فرمان تقرری میں اپنے احکام اور ان کے فرائض درج کرتے تھے لیکن حضرت حذیفہؓ کے نام جو فرمان تھا اس میں صرف یہ لکھا کہ تم لوگ ان کی اطاعت کرنا اور جو طلب کریں دے دینا، حضرت حذیفہؓ مدائن پہنچے تو معززین شہر نے استقبال کیا اور جب فرمان امارت پڑھا تو ہر طرف سے صدا بلند ہوئی کہ جو مانگنا ہو مانگئے ہم لوگ ہر طرح حاضر ہیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے قدم بقدم چلتے تھے فرمایا کہ مجھے صرف اپنے پیٹ کا کھانا اور گدھے کے چارہ کی ضرورت ہے جب تک یہاں رہوں گا تم سے اس کا طلب گار ہوں کچھ زمانہ کے بعد حضرت عمرؓ نے دارالخلافت میں طلب فرمایا اور خود راستہ میں کسی مقام پر چھپ رہے حذیفہؓ اپنی اسی شان سے نکلے تو حضرت عمرؓ سامنے آ کر لپٹ گئے اور فرمایا تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں، اس کے بعد اس عہدہ پر قائم رکھا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں حضرت علیؓ کے ابتدائے زمانہ خلافت تک اسی منصب پر فائز رہے۔ ۳۰ ہجری عہد عثمانؓ میں، سعید بن عاص کے ہمراہ کوفہ سے غزوہ خراسان کے لیے نکلے طمیسہ نام ایک بندرگاہ پر لڑائی ہوئی، یہاں سعید بن عاص نے صلوۃ الخوف پڑھائی تو ان سے پوچھا کہ اس کا طریقہ کیا ہے فتح حاصل کر کے رے کی مہم پر روانہ ہوئے پھر وہاں سے سلمان بن ربیعہؓ اور حبیب بن مسلمہؓ کے ہمراہ آرمینیہ کا رخ کیا اس وقت وہ کوفہ کی تمام افواج کے

افسر اعلیٰ تھے۔

۳۱ھ میں خاقان خزر سے ایک عظیم جنگ پیش آئی، جس میں سلمان اور ۴ ہزار مسلمانوں نے شہادت حاصل کی، حضرت حذیفہؓ سلمان کے بجائے لشکر کے امیر ہوئے لیکن پھر دوسری مہم میں چلے گئے اور مغیرہ بن شعبہ کا ان کی جگہ تقرر ہوا۔

حضرت حذیفہؓ نے باب پر تین مرتبہ حملہ کیا، تیسرا حملہ ۳۴ھ میں ہوا تھا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا، غزوہ ختم کر کے مدائن آئے اور زمام حکومت ہاتھ میں لی۔

وفات:

یہاں پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سنا اور اس کے ۴۰ روز کے بعد خود بھی وفات پائی یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے۔ وفات سے پہلے ان کی عجیب کیفیت تھی نہایت سراسیمہ، خوف زدہ اور شدید گریہ و بکا میں مصروف تھے لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو بولے کہ دنیا چھوڑنے کا غم نہیں، موت مجھ کو محبوب ہے لیکن اس لیے رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں کہ وہاں کیا پیش آئے گا اور میرا حشر کیا ہو گا۔ جس وقت انہوں نے آخری سانس لی تو فرمایا خدایا! اپنی ملاقات میرے لیے مبارک کرنا کیونکہ تو جانتا ہے کہ تجھے میں نہایت محبوب رکھتا ہوں

جنازہ کے ساتھ کثیر مجمع تھا، ایک شخص نے اشارہ کر کے کہا کہ میں نے ان سے سنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے کہ اس کے بیان کرنے میں ہم کو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر تم لوگ آمادہ قتال ہو تو میں اپنے گھر میں بیٹھ رہوں گا اس پر

بھی کوئی وہاں پہنچے گا تو کہوں گا کہ آ اور میرے اور اپنے گناہ اپنے سر لے۔

وفات کے وقت اپنے دو بیٹوں کو وصیت کی کہ علیؓ سے بیعت کرنا چنانچہ ان دونوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کی اور صفین میں قتل ہوئے حضرت حذیفہ نے خود بھی حضرت علی سے بیعت کی تھی۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی، ابو عبیدہ، بلال، صفوان سعید، صاحب طبقات کے زمانہ میں ان کی اولاد مدائن میں موجود تھی کے بیویاں غالباً دو تھیں۔

حلیہ:

صورت سے مجازی معلوم ہوتے تھے حلیہ یہ تھا قد متوسط، بدن اکہرا، آگے کے دانت خوبصورت، نظر اس قدر تیز تھی کہ صبح کے اندھیرے میں تیر کا نشانہ دیکھ لیتے تھے۔

فضل و کمال:

حضرت حذیفہؓ علمائے کبار میں تھے فقہ و حدیث کے علاوہ اسلام پر قیامت تک جو انقلابات ہونے والے ہیں ان کے بہت بڑے عالم تھے۔ منافقین اسلام کے متعلق جو واقفیت تھی اس کے لحاظ سے وہ حضورﷺ کے محرم راز تسلیم کیے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے تھے اور لوگ بھی تھے دجال کا ذکر آیا تو فرمایا کہ میں اس کے متعلق ان سے زیادہ معلومات رکھتا ہوں

حضور ﷺ نے ایک دن ایک خطبہ میں قیامت تک کے تمام واقعات صحابہ کے سامنے بیان فرمائے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو وہ خطبہ یاد تھا، بعض باتیں فراموش ہوگئی تھیں، لیکن جب کوئی واقعہ پیش آتا تو یاد آجاتی تھیں، بعینہ اس طرح کہ آدمی کسی شخص کو ایک مرتبہ دیکھتا ہے اور پھر اس کو بھول جاتا ہے لیکن پھر جب کبھی سامنا ہوتا ہے تو اس کی پہلی صورت آنکھوں میں پھر آجاتی ہے۔

ان کا خود بیان ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں تمام واقعات کی خبر دے دی تھی صرف ایک بات باقی رہ گئی تھی اور وہ یہ کہ مدینہ والوں کے مدینہ سے نکلنے کا کیا سبب ہوگا صحابہ عام طور پر حضور ﷺ سے فضائل اعمال نماز روزہ اور اسی قسم کی باتیں دریافت کرتے تھے لیکن حضرت حذیفہؓ حضور ﷺ سے یہ نہیں پوچھتے تھے ان کا قول ہے کہ:

كنت اساله عن الشر بخافة ان يدركني

میں حضرت سے برائیاں پوچھتا تھا کہ ان میں مبتلا نہ ہو جاؤں

صحابہ میں ان کا لقب ''محرم راز نبوت'' تھا حضرت ابو درداءؓ کہتے تھے

''اليس فيكم صاحب السر.'' کیا تم میں اسراء کا سب سے بڑا عالم موجود نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس بہت سے صحابہ جمع تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا فتنہ کے متعلق کسی کو کچھ معلوم ہے حضرت حذیفہؓ نے کہا "مال و دولت اہل وعیال اور ہمسایہ کے متعلق آدمی سے جو کچھ سرزد ہوتا ہے اس کا نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کفارہ ہو جاتا ہے حضرت عمرؓ نے کہا پوچھنے کا یہ مقصد نہیں، وہ فتنے بتاؤ جو سمندر کی طرح جوش ماریں گئے حذیفہؓ نے جواب

دیا کہ آپ کے اور ان کے درمیان ایک دروازہ حائل ہے اس لیے آپ کو تردد کی ضرورت نہیں فرمایا دروازکھولا جائے گا یا توڑا جائے گا' بولے توڑا جائے گا فرمایا تو پھر کبھی بند نہ ہو گا، کہا جی ہاں۔

حضرت حذیفہؓ نے جب ایک مجلس میں یہ حدیث بیان کی تو وہاں شقیق بھی تھے انہوں نے کہا کہ کیا عمر کو دروازہ کی خبر تھی؟ فرمایا ہاں جس طرح تم یہ جانتے ہو کہ دن کے بعد رات ہوتی ہے لوگوں نے پوچھا تو دروازہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ خود حضرت عمرؓ۔

حضرت حذیفہؓ سے اس قسم کی بہت سی روایتیں ثابت ہیں اور اس قسم کے اسرار ان کو بہت معلوم تھے جو زیادہ تر اسلام کی سیاست سے تعلق رکھتے تھے صحابہ میں حضرت حذیفہؓ کے علاوہ اور بھی ماہرین اسرار تھے جن کا وجود ہم کو حضرت حذیفہؓ ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے صحیح مسلم میں ان سے روایت ہے کہ میں اس وقت سے قیامت تک کے تمام فتنوں کو جانتا ہوں، لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے سوا اور کسی کو ان باتوں کی خبر نہ تھی حضور ﷺ نے ہم کو ایک مجلس میں ایک دن یہ باتیں بتلائیں تھیں اور چھوٹے بڑے تمام واقعات کی خبر دی تھی، چنانچہ ان میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں، حضرت حذیفہؓ اپنے علم سے وقتاً فوقتاً کام لیتے اور مسلمانوں کو ان کے مستقبل کی نسبت مطلع کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ عامر بن حنظلہؓ کے گھر میں خطبہ دیا تو فرمایا

ان هذا الحي من مضر لا تدع الله في الارض عبدا صالحا الا افتنته واهلكته حتى يدركها بجنود من عباده فبذلها حتى لا متنع ذنب تلقه

''قریش ایک زمانہ میں دنیا کے کسی نیک بندہ کو نہ چھوڑیں گے اور اس کو فتنہ سے آلودہ کر کے ہلاک کریں گے اس وقت خدا ان کو اپنے بندوں کی ایک فوج سے بالکل پامال کر دے گا''

لوگوں نے کہا آپ کیا کہتے ہیں، آپ خود بھی تو قریشی ہیں، فرمایا اس کو کیا کروں میں نے حضور ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضور ﷺ نے ہم سے دو باتیں بیان کی تھیں جن میں ایک کو میں دیکھ چکا دوسری کا انتظار ہے اس کے بعد خود کہتے ہیں کہ مجھ پر ایک وقت تھا کہ جس امیر سے بیعت کرتا اس کی نسبت مجھ کو کچھ تردد نہ ہوتا تھا اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسلام کے ذریعہ اور نصرانی ہوتا تو مسلمان عمال کے ذریعہ سے ہم پر حکومت کرتا تھا، لیکن اب میں بیعت میں تامل کرتا ہوں میری نگاہ میں اس کے اہل صرف چند اشخاص ہیں، میں انہی کے ہاتھ پر بیعت کر سکوں گا

حضرت حذیفہؓ نے اسلام کے مستقبل کی نسبت ایک پیشین گوئی فرمائی ہے جو آج ہماری حالت پر بالکل صادق آتی ہے اور وہ یہ ہے

لا تقوم الساعة حتى يسود كلى قبيلتهنا فقوها

قیامت اس وقت آئے گی جب قبیلوں کے سردار منافق ہو جائیں گے۔ حضرت حذیفہؓ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن کو صاحب خلاصہ نے ۱۰۰ سے اوپر شمار کیا ہے یہ ذخیرہ حضرت حذیفہؓ نے حضور ﷺ اور حضرت عمرؓ سے فراہم کیا تھا۔ ان کے راویان حدیث میں متعدد صحابہ ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں جابرؓ، جندب بن عبد اللہ بجلیؓ، عبد اللہ بن یزید خطمیؓ، ابو الطفیلؓ، تابعین میں کثیر جماعت ہے، بعض کے نام یہ ہیں، قیس بن ابی حازم، ابو وائل، زید بن وہب،

ربعی بن خراش، زر بن حبیش، ابوظبیان، حصین بن جندب، صلہ بن زفر، ابوادریس خولانی، عبداللہ بن عکیم، اسود بن یزید نخعی، عبدالرحمن بن یزید، عبد الرحمن ابن ابی لیلی، ہمام بن الحارث، یزید بن شریک التیمی رحمۃ اللہ علیہم۔

مہمات سلطنت کی وجہ سے اگرچہ بہت کم فرصت رہتی تھی، تاہم جب کبھی فرصت ملتی تو حدیث کا درس دیتے تھے کوفہ کی مسجد میں حلقہ قائم ہوتا اور حضرت حذیفہؓ حدیث بیان فرماتے۔

شاگردان کا نہایت ادب کرتے تھے اور ان سے ڈرتے تھے یشکری ایک مرتبہ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ تمام مجمع خاموش ہے اور ایک شخص کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے ان کے الفاظ یہ ہیں

کانما قطعت رؤوسھم گویا مجمع کے سر کاٹ لیے گئے ہیں۔

شاگردوں کے خوف کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب انہوں نے حضرت عمرؓ سے متعلق فتنہ والی حدیث بیان کی تو باوجود اس کے کہ پوری حدیث رموز واشارات کا مجموعہ تھی کسی کو پوچھنے کی ہمت نہ پڑی چنانچہ انہوں نے مسروق کو جو عبداللہ بن مسعودؓ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ اسکے پوچھنے پر آمادہ کیا اور انہوں نے پوچھا۔

ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ معراج کی حدیث بیان کر رہے تھے کہ زر بن حبیشؓ آئے حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے زر بولے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر گئے تھے اور نماز پڑھی تھی، فرمایا گنجے تیرا کیا نام ہے میں تجھے پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا، انہوں نے نام بتایا تو فرمایا کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی کہا قرآن سے فرمایا

آیت پیش کروانہوں نے وہ آیت پڑھی جس میں معراج کا تذکرہ ہے سبحن الذي أسری بعبدہ الخ (وہ پاک ذات ہے جواپنے بندہ کو شب کے وقت لے گیا) حضرت حذیفہ نے کہا اس میں نماز کا کہاں تذکرہ ہے زر نے لاجواب ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

روایت حدیث میں سخت محتاط تھے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں

وانا سالناہ لم یحدثنا ''ہم ان سے حدیث کی خواہش کرتے تو نہ بیان کرتے۔

اسی وجہ سے لوگ موقع کے منتظر رہتے تھے جب کوئی واقعہ پیش آتا اور وہ حدیث بیان کرتے تو تمام مجمع کو نہایت اہتمام سے خاموش کیا جاتا تھا دہقان کے واقعہ میں جب حدیث بیان کی تو لوگوں نے کہا اسکتوا اسکتوا چپ رہو چپ رہو۔

ایک مرتبہ وہ اور حضرت ابو مسعود ساتھ تھے ایک نے دوسرے سے حدیث کی درخواست کی تو ہر شخص دوسرے پر ٹالتا تھا کہ بل حدث انت تم ہی بیان کرو۔

اخلاق وعادات:

زہد کا یہ عالم تھا کہ مدائن کے زمانہ امارت میں بھی طرز معاشرت میں کوئی تغیر نہ پیدا ہوا، عجم کی آب و ہوا میں رہنے اور منصب امارت پر فائز ہونے کے باوجود کوئی ساز وسامان نہیں رکھتے تھے سواری کے لیے ہمیشہ گدھا استعمال کرتے تھے استغنا کا یہ عالم تھا کہ قوت لایموت سے زیادہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کچھ مال بھیجا تو سب اٹھا کر تقسیم کر دیا۔اس استغنا کے ساتھ عبادت اور ذکر الہی میں جو انہماک تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام رات نماز پڑھتے رہ گئے اور اف تک نہ کی

صبح کے وقت جب حضرت بلالؓ نے اذان پکاری تو اس وقت تک ان بزرگوں کی صرف دو رکعتیں ہوئی تھیں

امر بالمعروف کا یہ حال تھا کہ حضرت ابو موسی اشعریؓ نے کہ نہایت جلیل القدر صحابی تھے غایت احتیاط کی بناء پر شیشی میں پیشاب کرنا شروع کیا کہ چھینٹ نہ پڑنے پائے ان کو معلوم ہوا تو کہا کہ یہ شدت ٹھیک نہیں حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ایک کچرے کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا میں آپ کے ساتھ تھا ہٹنا چاہا تو ارشاد ہوا کہ قریب رہو چنانچہ میں بالکل آپ کی پشت کے قریب ہی کھڑا رہا۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے حذیفہ آئے اور فرمایا کہ یہ باتیں حضور ﷺ کے زمانہ میں نفاق میں شمار کی جاتی تھیں۔

ایک شخص مسجد میں نہایت عجلت سے نماز پڑھ رہا تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا تم کتنے زمانہ سے اس طرح نماز پڑھتے ہو؟ کہا ۴۰ برس سے فرمایا تمہاری ۴۰ سال کی نماز بالکل رائیگاں گئی اور اگر اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے تم مر گئے تو دین محمدی پر نہ مرو گے اس کے بعد اس کو نماز کا طریقہ بتلایا اور کہا کہ چھوٹی رکعت پڑھو، لیکن رکوع و سجود میں اعتدال کا خیال رکھو۔

حضرت عثمانؓ کے ایام محاصرہ میں ربعی زیارت کے لیے مدائن آئے تو پوچھا کہ عثمان پر خروج کن لوگوں نے کیا ربعی نے نام گنائے تو فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جس نے جماعت کو چھوڑا اور امارت کو ذلیل کیا وہ خدا کے نزدیک بالکل بے وقعت ہے۔

ایک شخص مجلس کے وسط میں بیٹھا تو فرمایا حضور ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے، عرب میں وفات کی خبر نہایت اہتمام سے مشتہر کی جاتی تھی حضور ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے حضرت حذیفہؓ اس پر اس شدت سے عامل تھے کہ جب کوئی مرتا تو اس کی خبر تک نہ کراتے کہ شاید اس میں بھی وہ صورت، پیدا ہو جائے۔

راستبازی خاص شعار تھی ان کے ایک شاگرد ربعی حدیث روایت کرتے تو کہتے

حدثني من لم يكذبني

مجھ سے اس نے حدیث بیان کی جو مجھ سے جھوٹ نہ بولتا تھا۔

لوگ سمجھ جاتے کہ حذیفہؓ مراد ہیں۔

ایک شخص حضرت عثمانؓ کو ان کی باتیں پہنچاتا تھا' سامنے سے نکلا تو لوگوں نے کہا کہ یہ امراء کے پاس تمام خبریں لے جاتا ہے فرمایا ایسا شخص جنت میں نہیں جا سکتا ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ کے کسی ایسے صحابی کا بتلایئے جو آپ سے رفتار و گفتار و مذاہب غرض ہر چیز میں مشابہ ہو فرمایا ایسے شخص ابن مسعودؓ ہیں، لیکن جب تک گھر کے باہر رہتے ہیں، باقی گھر میں کیا کرتے ہیں اس کی مجھے اطلاع نہیں۔

عفو و در گزر جس پیمانہ پر موجود تھا وہ بجائے خود ایک معجزہ ہے ان کے والد کو مسلمانوں نے غلطی سے قتل کر دیا انہوں نے غصہ کرنے اور ان سے انتقام لینے کے بجائے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی، عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ عفو و در گزر کی صفت حضرت حذیفہؓ میں اخیر وقت تک موجود تھی۔

اطاعت رسول ﷺ کا حال غزوہ خندق کے سلسلہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ صحابہ میں ایک شخص بھی مشرکین کے لشکر میں جانے کی ہمت نہ کرتا تھا، لیکن حضرت حذیفہؓ گئے اور حضور ﷺ سے جنت کی بشارت حاصل کی۔

ایک مرتبہ راستہ میں حضور ﷺ ملاقات ہوئی اور آپ ان کی طرف بڑھے تو بولے میں جنبی ہوں، فرمایا مومن نجس نہیں ہو سکتا۔

حضور ﷺ کے ساتھ کھانا کھانے کی سعادت حاصل ہوتی، تو پہلے خود نہ شروع کرتے بلکہ حضور ﷺ ابتداء فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تقرب و خصوصیت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان کے سینہ سے ٹیک لگائی۔ ایک مرتبہ ازار کی حد بتائی تو ان کی پنڈلی اپنی دست مقدس سے پکڑی، غزوہ خندق کی رات مشرکین کی خبر لائی تو اپنا کمبل اڑھایا اور سواری پر بٹھایا ایک رات اپنے حجرہ میں رکھا ان کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نماز کے لیے اٹھے تو لحاف کا ایک کنارہ خود اوڑھے تھے اور دوسرا حضرت عائشہ پر پڑا تھا اور وہ نسوانی مجبوری کی وجہ سے نماز کو نہ اٹھ سکیں۔

حضور ﷺ کی خدمت میں آتے تو بسا اوقات ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں آپ کے ساتھ پڑھتے اور اتنے عرصہ تک شرف صحبت سے مشرف رہتے۔

حضور ﷺ کی خدمت کرتے اور طہارت کے لیے پانی دیتے تھے ایک روز ان کی والدہ نے کہا کہ تم حضور ﷺ کی خدمت میں کب سے نہیں گئے انہوں نے مدت بیان کی تو بہت خفا ہوئیں اور سخت سست کہا بولے اچھا چھوڑیئے جاتا ہوں اور مغرب کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھتا ہوں اور اپنے اور آپ کے لیے

استغفار کراتا ہوں، چنانچہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نماز پڑھ کر آپ کے پیچھے ہو لیے آپ نے مڑ کر دیکھا تو یہ نظر آئے پوچھا کون حذیفہ! غفر اللہ لك ولامك. خدا تجھے اور تیری ماں دونوں کو بخشے۔

تمام لوگوں سے اچھی طرح ملتے، لیکن بیوی سے سخت گفتگو کرتے اس کا احساس ہوا تو حضور ﷺ سے عرض کی ارشاد ہوا کہ تم استغفار کرو،

غصہ کم آتا تھا، لیکن جب احکام شرع پامال ہوتے دیکھتے تو ان کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہتی تھی، مدائن میں کسی جگہ پانی مانگا ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں لا کر پیش کیا تو انہوں نے جھنجھلا کر پیالہ اس پر کھینچ مارا اور فرمایا کیا میں نے تم کو تنبیہ نہیں کر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی ہے

بغض و کینہ دیر تک قائم نہ رکھتے، جن لوگوں سے شکر رنجی ہو جاتی تھی۔ ان سے جلد صاف ہو جاتے تھے اصحاب عقبہ میں سے ایک صاحب سے کسی معاملہ میں بگاڑ ہو گیا تھا اور بول چال ترک ہو گئی تھی، لیکن حضرت حذیفہؓ نے خود ہی چھیڑ کر گفتگو کی اور بالآخران کو بھی اپنا طرز عمل بدلنا پڑا استغناء کے واقعات اوپر مذکور ہو چکے ہیں طبعاً بڑے فیاض اور سیر چشم تھے کوئی کھانے کے وقت پہنچ جاتا تو اس کو اپنے ساتھ شریک کر لیتے مذکورہ بالا محاسن و مکارم کی بناء پر حضرت عمرؓ ان کا بڑا احترام کرتے تھے جس جنازہ پر وہ نماز پڑھتے تھے خود بھی پڑھتے اور جس پر وہ نماز نہ پڑھتے حضرت عمرؓ بھی نہ پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنی اپنی تمنائیں پیش کیجئے سب نے کہا کہ زور جواہر سے بھرا ہوا ایک گھر ملتا اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے، حضرت عمر نے کہا کہ میری تمنا تو یہ

ہے کہ مجھ کو ابو عبیدہؓ، معاذ بن جبلؓ اور حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگ ملیں اور ان کو سلطنت کے عہدے سپرد کروں۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

زید نام، بنی اسرائیل سے تھے اور یہود میں بہت بڑے حبر (عالم) شمار ہوتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو صورت دیکھتے ہی ان کو آپ کی نبوت کا یقین ہو گیا توراۃ میں نبوت کی جو علامات مذکور ہیں ان سے تطبیق دی تو صرف دو باتوں کی کمی محسوس ہوئی جن کا تعلق اخلاق سے تھا اور انہی کی تحقیق پر ان کا ایمان لانا موقوف تھا۔

چنانچہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک روز دربار نبوی میں ایک سوار پہنچا کہ فلاں گاؤں کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں، لیکن قحط زدہ ہیں، آپ سے کچھ امداد ہو سکے تو دریغ نہ کیجیے شہنشاہ مدینہ کے پاس خدا کے سوا اور کیا تھا۔ زید رضی اللہ عنہ کو اب آزمائش کا موقع ملا۔

توراۃ میں پیغمبر کی دو علامتیں مذکور ہیں، ایک یہ کہ اس کا علم اس کے غیظ و غضب پر سبقت کرتا ہے اور دوسری یہ کہ جاہلانہ حرکتوں کا جواب تحمل سے دیتا ہے زید رضی اللہ عنہ علم کے ساتھ مال و دولت سے بھی بہرہ مند تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا محمد! اگر چاہو تو فلاں باغ کے چھوہارے اتنی مدت کے لیے میرے ہاتھ رہن کر دو آپ نے ۸۰ دینار (۴۰۰ روپے) چھوہاروں کی ایک معین مقدار رہن کر دی اور روپیہ سوار کے حوالہ کیا ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری کے جنازہ پر تشریف لائے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ بھی ساتھ تھے نماز سے

فارغ ہوئے تو زیدؓ نے میعاد ختم ہونے سے قبل ہی تقاضا شروع کیا اور نہایت سختی کی چادر اور قمیص کا دامن پکڑا پھر آپ کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا محمد میرا حق نہ دو گے؟ خدا کی قسم عبد المطلب کی اولاد ہمیشہ کی نادہندہ ہے یہ جملہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طیش آگیا، بولے خدا کے دشمن! میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ باتیں کہتا ہے خدا کی قسم! وار خالی جانے کا احتمال نہ ہوتا تو ابھی تیرا سر اڑا دیتا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا یہ بات زیبا نہیں، تم ان کا قرض ادا کرنے کی فکر کرو ان کو لے جا کر روپے دو ۲۰ صاع اور زیادہ دینا جو اس خفگی کا جرمانہ ہے زید نے حضرت عمرؓ سے روپیہ لیا اور چونکہ ان دونوں وصفوں کی اب تصدیق ہو گئی تھی، اس لیے کلمہ توحید پڑھ کر فوراً مسلمان ہو گئے۔

غزوات:

اکثر غزوات میں شامل ہوئے۔

وفات:

غزوہ تبوک میں مدینہ واپس ہوتے وقت شہادت نصیب ہوئی، اس غزوہ میں نہایت شجاعت سے لڑے تھے صاحب اصابہ لکھتے ہیں، استشهد في غزوة تبوك مقبلا غير مدبر

حضرت سعد بن حبہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سعد نام، ابن حبہ عرف، قبیلہ بجیلہ سے ہیں اور عمرو بن عوف کے حلیف ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے سعد بن بجیر بن معاویہ بن نفیل بن سدوس بن عبد مناف بن ابی اسامہ بن لحمہ ابن سعد بن عبد اللہ بن قذاذ بن معاویہ بن زید بن غوث بن انمار بن اراش۔

والدہ کا نام حبہ بنت مالک رض تھا اور قبیلہ عمرو بن عوف سے تھیں اسلام کا زمانہ پایا اور مسلمان ہوئیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ اسلام لائے۔

غزوات:

غزوہ بدر اور احد میں کم سنی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے غزوہ خندق میں شرکت کی اس وقت ۱۵ برس کا سن تھا نہایت جوش سے لڑے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے بولے سعد بن حبہ، فرمایا اسعد الله جدك خدا تمہیں خوش نصیب کرے پھر پاس بلا کر ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا۔

٦ھ میں غابہ نامی ایک مقام پر غزوہ کے لیے گئے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۲۰ اونٹنیاں چرنے کے لیے گئی تھیں عیینہ بن حصن کے ۴۰ سوار آ کر ان کو ہانک کر لے گئے ایک شخص دوڑتا ہوا مدینہ آیا کھڑے ہو کر فریاد کی الفزع الفزع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز سن کر سواروں کو امداد کے لیے بھیجا لیکن سواروں کی

روانگی سے قبل عمرو بن عوف میں آواز پہنچ گئی تھی اور وہاں سے ابو قتادہؓ اور سعد بن حبہؓ وغیرہ روانہ ہو چکے تھے موقع پر پہنچ کر مقابلہ ہوا ابو قتادہؓ نے عیینہ پر حملہ کیا اور ابن حبہؓ نے اس کو مار کر گرادیا۔

وفات:

عہد نبوت کے بعد کوفہ میں اقامت کی اور یہیں انتقال کیا، حضرت زید بن ارقمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ۵ تکبیریں کہیں۔(یہ پہلے کا مسئلہ ہے)

اولاد:

۳ بیٹے اور ایک لڑکی یادگار چھوڑی، فقہ حنفی کے دست راست اور اسلام کے سب سے پہلے قاضی القضاۃ حضرت امام ابویوسف انہی کی اولاد ہیں۔

فضل وکمال:

روایتیں بہت کم ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ سے بھی حدیثیں سنی تھیں، راویوں میں ان کے بیٹے نعمان ہیں

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سمرہ نام، ابو عبد الرحمن کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے سمرہ بن جندب بن ہلال بن جریج بن مرہ بن حزن بن عمرو بن جابر بن ذوالریاستین خشین بن لای بن عاصم (عصیم) بن شمخ بن فزارہ ابن بیان بن بغیض بن ریث بن غطفان۔

حضرت سمرہ کے باپ ان کی صغر سنی میں فوت ہوئے، ماں ان کو لے کر مدینہ آئیں اور انصار میں نکاح کا پیام دیا، لیکن یہ شرط پیش کی کہ شوہر پر میری اور سمرہ دونوں کی کفالت ضروری ہوگی، مری بن شیبان نے اس کو منظور کیا اور عقد ہو گیا سمرہ نے انہی کے ظل عاطفت میں تربیت پائی

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

کم سنی کی وجہ سے بدر میں شرکت نہ کی احد میں انصار کے لڑکے معائنہ کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لڑکے کو جنگ کے قابل سمجھ کو میدان میں جانے کی اجازت دے دی اور سمرہؓ کو واپس کر دیا سمرہؓ نے کہا آپ ان کو اجازت دیتے ہیں حالانکہ میں ان سے طاقتور ہوں اور یقین نہ ہو تو کشتی لڑا کر دیکھ لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کشتی کا حکم دیا، جس میں سمرہؓ نے

اپنے مقابل کو اٹھا کر دے ٹپکا آپ نے یہ دیکھ کر ان کو بھی میدان جنگ میں جانے کی اجازت دے دی۔

احد کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

عہد نبوی مدینہ میں بسر کیا بعد میں بصرہ کی سکونت اختیار کی ۵۰ ہجری میں جب مغیرہ بن شعبہ والی کوفہ کا انتقال ہو گیا اور زیاد بن سمیہ بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی والی ہو گیا تو اس نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا، وہ بصرہ اور کوفہ میں ۶-۶ ماہ رہتا تھا حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بھی دونوں جگہ قیام فرماتے وہ بصرہ آتا تو یہ کوفہ اور وہ کوفہ رضی اللہ عنہ بھی دونوں جگہ قیام فرماتے وہ بصرہ آتا تو یہ کوفہ اور وہ کوفہ پہنچتا تو یہ بصرہ چلے جاتے تھے۔

زیاد کا عہد حکومت ہر حیثیت سے یادگار رہے گا اس کے عہد میں امن وامان کا اس درجہ اہتمام تھا کہ کسی قسم کی شورش بصرہ اور کوفہ میں نشو و نمانہ پاسکی انقلاب پسندوں کا ایک گروہ جو زمانہ قدیم سے موجود تھا اس نے ایک مرتبہ سر اٹھایا تو اچھی طرح اس کی سرکوبی کی گئی۔

خوارج جن کا ظہور جناب علی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ہوا نہایت مفسد اور شورہ پشت تھے باوجود اس کے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ نہروان میں ان کو شکست ہوئی اور ان کے بڑے بڑے بہادر مارے گئے لیکن پھر بھی پورے طور پر ان کا استیصال نہ ہو سکا وقتاً فوقتاً سرکشی کرتے اور علم بغاوت بلند کرتے تھے بصرہ اور کوفہ ان کے مرکز تھے، زیاد کو ان کے قلع قمع کرنے کی بڑی فکر تھی، حسن اتفاق سے سمرہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے ہم خیال تھے اس بنا پر سمرہ رضی اللہ عنہ نے خوارج کے قتل کا بالکل تہیہ کر لیا صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

کان اذا اتی بواحد منهم قتله ويقول شرقتلى تحت اديم السماء يكفرون المسلمين ويسفكون الدما

سمرہؓ کے پاس جو خارجی آتا قتل کراتے اور کہتے کہ آسمان کے نیچے یہ سب سے بدتر مقتول ہیں کیونکہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور خونریزی کرتے ہیں۔

خوارج اسی شدت اور عداوت کی وجہ سے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو برا کہتے اور ان کی روش پر اعتراض کرتے تھے ان کے مقابلہ میں فضلائے بصرہ کا ایک گروہ جس میں ابن سیرین اور حسن بصری بھی شامل تھے ان کی تعریف کرتا اور ان کی طرف سے جواب دیتا تھا۔ رمضان ۵۳ ہجری میں جب زیاد نے وفات پائی تو نظام حکومت میں بھی کچھ تغیر ہوا بصرہ اور کوفہ دو جداگانہ صوبے قرار پائے اور دونوں کے الگ الگ والی مقرر ہوئے حضرت سمرہؓ بصرہ کے والی مقرر ہوئے جو کم و بیش ایک سال تک اس منصب پر رہے اور ۵۴ ہجری میں امیر معاویہؓ کے حکم سے معزول ہوئے۔

وفات:

۵۴ھ میں انتقال کیا، جسم میں سردی سماگئی تھی علاج کے لیے گرم پانی کی دیگ پر عرصہ تک بیٹھے رہے، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا آخر اس نے مرض الموت کی صورت اختیار کر لی ایک روز شدت سے سردی محسوس ہوئی آتش دانوں میں آگ جلوا کر چاروں طرف رکھوائی لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا فرمایا کیا بتلاؤں کہ پیٹ کی کیا حالت ہے غرض اس بے چینی میں دیگ پر بیٹھے اور کھولتے پانی میں گر کر انتقال فرما گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ہریرہؓ، ابو محذورہؓ اور سمرہؓ سے ایک موقع پر

فرمایا تھا کہ تم تینوں میں سب کے بعد مرنے والا آگ میں جل کر مرے گا چنانچہ حضرت سمرہ کی وفات سے اس پیشین گوئی کی تصدیق ہو گئی۔

اولاد:

اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں دو لڑکوں کے نام یہ ہیں سلیمان، سعد۔

فضل و کمال:

حضرت سمرہؓ فضلائے صحابہ میں تھے اور باوجودیکہ عہد نبوت میں صغیر سن تھے سینکڑوں حدیثیں یاد تھیں، استیعاب میں ہے

كان من الحفاظ المكثرين عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

وہ حدیث کے حافظ اور حضور ﷺ سے کثیر روایت کرتے تھے۔

تہذیب التہذیب میں ہے کہ ان کی احادیث کا ایک بڑا نسخہ ان کے بیٹے کے پاس تھا، سیرین کہتے ہیں کہ یہ رسالہ علم کے بہت بڑے حصہ پر مشتمل تھا۔ حضرت سمرہ کو احادیث یاد رکھنے میں خاص اہتمام تھا حافظہ غیر معمولی تھا جس بات کا ارادہ کرتے یاد ہو جاتی تھی حضور ﷺ نماز میں دو جگہ ٹھہرا کرتے تھے۔ ایک تکبیر کے بعد جب سبحانک اللھم پڑھتے دوسرے ولا الضالین کے بعد جب آمین کہتے تھے یہ حضرت سمرہ کو یاد تھا اور وہ اس پر عامل بھی تھے حضرت عمران بن حصین جو ان سے معمر تھے بھول گئے تھے سمرہ نے نماز میں اس پر عمل کیا تو معترض ہوئے حضرت ابی بن کعب کو مدینہ خط لکھا گیا انہوں نے جواب دیا سمرہ کو ٹھیک یاد ہے۔

اسی طرح خطبہ میں ایک حدیث روایت کی ثعلبہ بن عباد عبدی موجود تھے کہتے

ہیں کہ جب دوبارہ بیان کی تو الفاظ میں کہیں تفاوت نہ تھا بایں ہمہ قوت حفظ روایت حدیث میں محتاط تھے مسند احمد میں ہے

انه ليمنعى ان الكلم بكثير مما كنت اسمع من رسول الله أن هھنا من هو اكثر منى وكنت ليلتسئذ غلاماً داني كنت لاحفظ ما اسمع منه

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت کچھ سنا ہے لیکن اس کو بیان کرنے میں اکابر صحابہ کا ادب مانع ہوتا ہے یہ لوگ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں، میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں لڑکا تھا تاہم جو کچھ سنتا تھا یاد رکھتا تھا۔(مسند ص ۱۹ ج ۵)

کبھی کبھی احادیث روایت کرتے اور کسی کو کوئی شبہ ہوتا تو اس کا جواب دیتے تھے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک معجزہ کو سنا اور پوچھا کہ کیا کھانا زیادہ ہو گیا تھا؟ بولے تعجب کی کیا بات ہے؟ لیکن وہاں (آسمان) کے سوا اور کہیں سے نہیں بڑھا تھا۔

حضرت سمرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح سے روایتیں کی ہیں۔ کتابوں میں ان کی سند سے کل ۱۲۳ حدیثیں درج ہیں راویوں کے نام حسب ذیل ہیں

حضرت عمران بن حصین، شعبی، ابن ابی لیلیٰ، علی بن ربیعہ، عبد اللہ بن بردہ، حسن بصری، ابن سیرین، مطرف بن شخیر، ابوالعلاء، ابو رجاء، قدامہ بن دبرہ، زید بن عقبہ، ربیع بن عمیلہ، ہلال بن یساف، ابو نضرۃ العبدی، ثعلبہ بن عباد۔

اخلاق:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ میں بہت سی اخلاقی خوبیاں تھیں، وہ نہایت امانت دار راست گو اور خیر خواہ اسلام تھے۔

پچھنا لگانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اس پر عمل درآمد کرتے تھے۔ عرب میں احنف نامی ایک شخص نے ایک خاص قسم کی تلوار ایجاد کی تھی، جو حنیفیہ کے نام سے مشہور تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس قسم کی ایک تلوار تھی، سمرہؓ نے اس کی نقل بنوائی ان کے شاگروں میں ابن سیرین نے بھی اس کی نقل لی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا دو جگہ سکوت کرتے تھے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا بھی اس پر عمل تھا۔

حضرت طلحہ بن البراء رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

طلحہ نام، قبیلہ عمرو بن عوف کے حلیف اور خاندان بلی سے ہیں نسب نامہ یہ ہے طلحہ بن براء بن عمیر بن وبرہ بن ثعلبہ بن غنم بن سری بن سلمہ بن انیف۔

ان کا آغاز شباب تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی، طلحہ رضی اللہ عنہ قریب آئے اور آپ کے ہاتھ پاؤں چوم کر کہا کہ مجھ کو جو جی چاہے حکم دیجئے تعمیل میں کوتاہی نہ ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متعجب ہوئے اور ہنس کر فرمایا جاؤ اور اپنے باپ کو قتل کر دو وہ اس کے لیے آمادہ ہو گئے، چلنے لگے تو واپس بلایا کہ میں قطع رحم کے لیے مبعوث نہیں ہوا ہوں۔

وفات:

اسی زمانہ میں بیمار پڑے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کو تشریف لائے واپس اسی زمانہ میں بیمار پڑے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کو تشریف لائے واپس ہوئے تو گھر والوں سے کہا صحت کی طرف سے ناامیدی ہے مریں تو فوراً خبر کرنا۔

شب کو انتقال ہوا وفات سے کچھ پہلے گھر والوں سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر کرنے کی ضرورت نہیں رات کا وقت ہے کہیں ایسا نہ ہوا کہ راستہ میں کوئی جانور کاٹ کھائے اور کوئی حادثہ پیش آئے اس لیے مجھ کو تم ہی لوگ دفن کر دینا، صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو صحابہ کو لے کر قبر پر تشریف لائے نماز جنازہ

پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر کہا خدایا! طلحہ سے اس طرح مل کہ تو ان سے اور وہ تجھ سے ہنستے ہوئے ملیں۔

وفات کے وقت خود نو عمر تھے۔ اولاد کیا چھوڑتے؟ ہاں بوڑھے ماں باپ کو چھوڑ گئے تھے جن کی قسمت میں جوان بیٹے کا صدمہ اٹھانا مقدر ہو چکا تھا۔

اخلاق:

جوش ایمان جوش اطاعت حب رسول اور بارگاہ نبوت میں مقبولیت کی شہادتیں اوپر گزر چکی ہیں۔

حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ

عاصم نام، ابو عمر و کنیت، قبیلہ قضاعہ کے خاندان بلی سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے عاصم بن عدی بن العجلان بن حارثہ بن ضبیعہ بن حرام بن جعل بن عمرو بن ودم ابن زبیان بن ہمیم بن ذہل بن بلی البلوی۔

قبیلہ عجلان کے سردار اور معن بن عدی کے بھائی تھے۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

بدر کی شرکت کے لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے، مسجد ضرار تک پہنچے تھے کہ منافقین کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی تو آپ نے ان کو قباء اور عوالی کا امیر بنا کر واپس کر دیا اور بدرین کے ساتھ غنیمت میں ان کا بھی حصہ لگایا۔

احد خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی۔

عویمر عجلانی جن کے متعلق آیت لعان نازل ہوئی تھی، ان کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہی نے سوال کیا تھا۔

وفات:

(امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت) ۴۵ھ میں انتقال کیا، اس وقت ان کا سن ۱۱۵ اور ۱۲۰ سال کے درمیان تھا، گھر کے لوگوں نے نوحہ کرنا چاہا تو منع کر دیا۔

اولاد:

ابوالبداح اور سہلہ دو اولاد یادگار چھوڑیں، سہلہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو کہ قبیلہ بنوزہرہ کے ممتاز بزرگ اور عشرہ مبشرہ میں شامل تھے منسوب تھیں۔

فضل وکمال:

حضور ﷺ سے ٦ حدیثیں روایت کیں، سہل بن سعد، شعبی، اور صاحبزادے ابوالبداح راویوں میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

عبداللہ نام، ابو یحییٰ کنیت، قبیلہ قضاعہ سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ ابن انیس بن اسعد بن حرام بن خبیب بن مالک بن غنم بن کعب بن تیم بن نفاشہ بن ایاس بن مر بوع ابن برک بن وبرہ برک بن وبرہ کی اولاد قبیلہ جہینہ میں مل گئی تھی اس لیے جہنی کے نام سے مشہور ہوئی، حضرت عبداللہ اسی سبب سے جہنی کہلاتے ہیں۔

عقبہ ثانیہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور مکہ جاکر حضور ﷺ سے بیعت کی اور وہیں مقیم ہو گئے پھر مہاجرین کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی اس لیے مہاجرین انصاری کہلاتے ہیں، جوش ایمان شروع ہی سے بہت تھا مدینہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے ہمراہ بنو سلمہ کے بت توڑے۔

حضور ﷺ کے ساتھ شام اور پھر خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔

غزوات:

بدر احد اور بعد کے غزوات میں شامل ہوئے، خلد بن نبیح عنبری اسلام کا ایک دشمن تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے ذریعہ سے اس کو قتل کرایا۔

حضور ﷺ کے بعد شام کی سکونت اختیار کی بحر روم کے کنارے عسقلان کے قریب غزہ شام کا ایک ساحلی شہر ہے جو حدود مصر کے قریب واقع ہے اس کو اپنا مسکن بنایا، مصر اور افریقہ بھی گئے (غالباً جہاد کے سلسلہ میں)

وفات:

۵۴ھ میں امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا یہ ابو قتادہؓ کی وفات کے ۱۵ روز بعد کا واقعہ ہے، بعض لوگوں نے ۸۰ھ کو سال وفات قرار دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب عبد اللہ بن انیسؓ بیمار ہوئے تو ام البنین بنت ابی قتادہ آئیں اور کہا چچا! ابا جان کو میرا اسلام پہنچایئے گا اس روایت میں ۱۵ روز بعد کی تصریح موجود ہے۔(یہ مرنے والوں کی ملاقات کا ثبوت ہے)

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی عطیہ، عمرو، ضمرہ، عبد اللہ، خلدہ۔

فضل و کمال:

حضرت عبد اللہؓ نہایت جلیل القدر صحابی ہونے کے باوجود صرف ۲۴ حدیثوں کے راوی ہیں، لیکن اس سے ان کے دامن فضل پر کوئی داغ نہیں لگتا اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود حضور ﷺ ان کی طرف رجوع کرتے تھے حضرت جابر بن عبد اللہؓ جیسے صحابی صرف ایک حدیث کے لیے ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے ان کے پاس غزہ پہنچے تھے صحیح بخاری میں اس واقعہ کا ذکر آیا ہے لیکن شہر کا نام مذکور نہیں ہے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت جابرؓ مصر گئے تھے اور وہاں جا کر ان سے حدیث سنی تھی، لیکن ہمارے خیال میں یہ راوی کی غلطی ہے غزہ شام میں ہے اور چونکہ مصر کی سرحد پر واقع ہے اس لیے راوی نے سمجھا کہ یہ حدود مصر میں

داخل ہے اور روایت میں بجائے غزہ کے مصر لکھ دیا حضرت عبداللہؓ نے حضورﷺ اور حضرت عمرؓ سے حدیث روایت کی ہے راویوں میں بہت سے صحابہ اورتابعین ہیں، بعض کے نام یہ ہیں

حضرت جابر بن عبد اللہ، ابوامامہ، بسر بن سعید، عبداللہ بن ابی امیہ عبد الرحمن وعبد اللہ پسر ان کعب بن مالک عبد اللہ و معاذ پسر ان عبد اللہ بن حبیب رضی اللہ عنہم، معنوی فرزندوں کے علاوہ صلبی اولاد بھی ان کے فضل وکمال کی خوشہ چین ہے۔

اخلاق:

عبادت گزار تھے مسجد نبوی سے مکان دور تھا اس لیے یہاں روزانہ آنے سے معذور تھے ایک مرتبہ لیلۃ القدر میں جاگنا چاہتے تھے لیکن اس کے لیے کوئی تاریخ متعین نہیں تھی اس لیے حضورﷺ سے درخواست کی کہ ایک تاریخ متعین فرمادیں تاکہ اس روز مسجد نبوی میں پہنچ کر شب بیداری کر سکوں' آپ نے رمضان ۲۳ ویں شب متعین کر دی چونکہ اس کی تعیین حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہوئی تھی اس لیے اہل مدینہ نے اس کی نسبت کے ساتھ ان کا نام لیلۃ الجہنی رکھ دیا۔

حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، قبیلہ اوس میں عمرو بن عوف کے حلیف تھے، نسب نامہ یہ ہے عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن حارثہ بن عدی بن الجد بن حارثہ ابن ضبیعہ والدہ کا نام انیسہ بنت عدی تھا۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

بدر میں شرکت کی۔

شہادت:

اور غزوہ احد میں شرف شہادت سے مشرف ہوئے ابن الزبعری نے ان کو شہید کیا۔ شہداء کی تدفین کے لیے یہ انتظام ہوا کہ دو دو تین تین اشخاص ایک قبر میں رکھے جائیں لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ماں نے خدمت اقدس میں آکر عرض کی کہ میری خواہش ہے کہ اپنے بیٹے کو اپنے مکان کے قریب دفن کروں تاکہ مجھے اطمینان رہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی تو ان کی نعش ایک اونٹ پر رکھی گئی، حضرت مجذر بن زیاد ان کے بڑے دوست تھے اور اس سفر آخرت میں بھی ان کے رفیق ثابت ہوئے اس لیے اسی اونٹ پر ان کی لاش بھی رکھی گئی اور دونوں کو ایک ہی کمبل میں لپیٹ کر مدینہ بھیجا گیا، عبداللہ رضی اللہ عنہ نہایت لحیم شحیم اور مجذر دبلے پتلے آدمی تھے اونٹ پر برابر اترے تو سب کو بڑا تعجب ہوا

کہ یہ ان کے اعمال کا کرشمہ ہے۔

فضل وکمال:

چونکہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں شہید ہو گئے تھے اس لیے ان سے کوئی روایت منقول نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبد اللہ نام، ابو یوسف کنیت، حبر لقب، یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تھے جس کا سلسلہ نسب حضرت یوسف علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے، مختصراً آپ کا شجرہ نسب یہ ہے عبد اللہ بن سلام بن حارث قبیلہ خزرج میں ایک خاندان بنی عوف کے نام سے مشہور ہے اس میں ایک شاخ کا نام قواقل ہے حضرت عبد اللہ اسی قواقل کے حلیف تھے۔

ایام جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہؓ رکھا۔

اسلام:

عبد اللہ بن سلامؓ اپنے بچوں کے لیے باغ میں پھل چننے گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور مالک بن نجار کے محلہ میں فروکش ہوئے اس کی خبر عبد اللہ ابن سلامؓ کو ہوئی تو پھل لے کر دوڑتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور زیارت سے شرف اندوز ہو کر واپس ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ ہمارے اعزہ (انصار) میں سب سے قریب تر کس کا مکان ہے حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں سب سے قریب رہتا ہوں یہ میرا گھر ہے اور یہ دروازہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مکان کو اپنا مسکن بنایا جب آپ کا مستقر متعین ہو گیا تو عبد اللہ بن سلامؓ دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں جو انبیاء کے سوا کسی کو معلوم

نہیں، حضور ﷺ نے ان کا جواب دیا تو فوراً پکار اٹھے اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله (ﷺ) اس کے بعد کہا کہ یہود ایک افترا پرداز قوم ہے اور میں عالم ابن عالم اور رئیس ابن الرئیس ہوں آپ ان کو بلا کر میری نسبت دریافت کیجیے لیکن میرے مسلمان ہو جانے کی خبر نہ دیجیے گا۔

حضور ﷺ نے یہود کو طلب فرما کر اسلام کی دعوت دی اور کہا عبداللہ بن سلامؓ کون شخص ہیں؟ بولے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں، فرمایا وہ مسلمان ہو سکتے ہیں، جواب ملا کبھی نہیں، حضرت عبداللہ بن سلامؓ مکان کے ایک گوشہ میں چھپے ہوئے تھے حضور ﷺ نے آواز دی تو کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے اور یہودیوں سے کہا ذرا خدا سے ڈرو تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کا مذہب بالکل سچا ہے اور بایں ہمہ ایمان لانے پر آمادہ نہیں ہوتے، یہود کو خلاف توقع جو خفت نصیب ہوئی اس نے ان کو مشتعل کر دیا انہوں نے غصہ میں کہا کہ تم جھوٹے ہو اور ہماری جماعت کے بدترین شخص ہو اور تمہارا باپ بھی بدتر تھا، حضرت عبداللہؓ نے کہا یارسول اللہ! آپ نے دیکھا مجھ کو اسی کا خوف تھا۔

غزوات:

بدر اور احد کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے صاحب طبقات کے نزدیک خندق میں وہ شریک تھے اس لیے انہوں نے صحابہ کے تیسرے طبقہ یعنی اصحاب خندق میں ان کا تذکرہ لکھا ہے خندق کے بعد جو معرکے پیش آئے ان میں بھی شامل ہوئے۔

حضرت عمرؓ کے سفر بیت المقدس میں حضرت عبداللہ ان کے ہمراہ تھے۔ باغیوں نے جب حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر کے ان کے قتل کی تیاریاں شروع کیں تو عبداللہ ابن سلامؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ کی مدد کے لیے تیار ہوں فرمایا آپ کا مکان کے اندر رہنا ٹھیک نہیں باہر جا کر مجمع کو منتشر کیجئے حضرت عبداللہؓ باہر تشریف لائے اور ایک مختصر سی تقریر کی جس کا ترجمہ یہ ہے

لوگو! میرا نام جاہلیت میں فلاں تھا (یعنی حصین) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ رکھا میرے متعلق قرآن مجید میں کئی آیتیں نازل ہوئیں، چنانچہ شهد شاهد من بنی اسرائیل اور قل کفی بالله شهيدا بيني وبينكم ومن عنده علم الكتاب میری ہی شان میں اتری ہیں خدا کی تلوار اب تک نیام میں ہے اور فرشتوں نے تمہارے شہر کو کہ رسول اللہ کا ہجرت گاہ ہے اپنا نشیمن بنا لیا ہے پس ڈرو! خدا سے ڈرو! اور ان کو (حضرت عثمانؓ) قتل نہ کرو خدا کی قسم! اگر تم ان کے قتل پر کمربستہ ہوئے تو تمہارے ہمسایہ فرشتے مدینہ چھوڑ دیں گئے اور خدا کی قسم وہ تلوار نکل پڑے گی جو اس وقت تک نیام میں بند ہے اور پھر وہ قیامت تک نیام میں واپس نہ جائے گی۔ لیکن سنگدلوں پر اس پر زور تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا، بلکہ اس کے خلاف ان کی شقاوت اور زیادہ ترقی کر گئی۔ بولے کہ اس یہودی اور عثمان دونوں کو قتل کر ڈالو۔

حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کوفہ دارالخلافہ بنایا تو انہوں نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر نہ چھوڑیئے ورنہ پھر اس کی زیارت نہ کر سکیں گے حضرت علیؓ نے فرمایا وہ بے چارے نہایت نیک آدمی ہیں۔

وفات:

امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

اولاد:

دو بیٹے یادگار چھوڑے یوسف اور محمد دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے تھے یوسف بڑے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا سر پر ہاتھ پھیرا اور یوسف نام رکھا۔

حلیہ:

مفصل حلیہ معلوم نہیں، بڑھاپے میں ضعف کی وجہ سے عصا لے کر چلتے تھے اور اس پر ٹیک لگاتے تھے چہرہ پر خشوع کے آثار ہر وقت نمایاں رہتے تھے۔

فضل وکمال:

تورات، انجیل، قرآن مجید اور احادیث نبوی سے ان کا سینہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ تورات پر جو عبور تھا اس کے متعلق علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں

كان عبد الله بن سلام عالم اهل الكتاب وفاضلهم في زمانه بالمدينة

عبداللہ بن سلامؓ مدینہ میں اہل کتاب کے سب سے بڑے عالم تھے۔

مسلمان ہو کر قرآن وحدیث پر توجہ کی اور حدیث میں مرجع کل بن گئے اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جو تمام صحابہ میں حدیث کے سب سے بڑے گنجینہ دار تھے ان سے حدیثیں دریافت کرتے تھے حضرت

ابو ہریرہؓ ایک بار شام گئے اور کعب احبار سے یہ حدیث بیان کی کہ جمعہ میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اگر اس میں خدا سے کچھ مانگے تو اس کو ضرور ملتا ہے اس پر کعب نے کچھ رد و قدح کی یہاں تک کہ اخیر میں حضرت ابو ہریرہؓ کے موافق ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے مدینہ آکر عبداللہ بن سلامؓ سے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے کہا کہ کعب نے جھوٹ کہا حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ انہوں نے میرے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا جانتے ہو، وہ وقت کون سا ہے یہ سن کر ابو ہریرہؓ ان کے پیچھے پڑ گئے اور کہا جلد بتلایئے فرمایا عصر اور مغرب کے درمیان! ابو ہریرہ نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے عصر اور مغرب کے درمیان کوئی نماز ہی نہیں فرمایا تم کو معلوم نہیں کہ حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے وہ گویا نماز ہی میں ہوتا ہے۔

بایں ہمہ جلالت قدر ان سے صرف ۲۵ روایتیں منقول ہیں، راویوں میں بعض صحابہ کرام بھی ہیں، جن کے نام نامی یہ ہیں، انس بن مالکؓ، زرارہ بن اوفیؓ، ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن معقلؓ، عبداللہ بن حنظلہؓ، تلامذہ خاص کے نام حسب ذیل ہیں، خرشہ بن الحر، قیس بن عباد ابو سلمہ بن عبدالرحمن، حمزہ بن یوسف (پوتے) عمر بن محمد (پوتے)، عوف بن مالک، ابو بردہ بن ابو موسیٰ، ابو سعید المقبري، عبادہ الزرقی، عطاء بن یسار عبید اللہ بن حبیش غفاری۔

حضرت عبداللہؓ سے ایک خاص حدیث منقول ہے جس کے اخیر میں ہے کہ حضورﷺ نے ہم کو ایک جگہ جمع کر کے سبح للہ کی چند آیتیں پڑھیں، حضرت عبداللہؓ نے اپنے شاگردوں کے سامنے وہی آیتیں پڑھیں اور پھر

بالترتیب عطاء بن یسار، ہلال بن ابی میمونہ، یحیی بن ابی کثیر، نے اپنے زمانہ میں اس سنت کو قائم رکھا، لیکن یحییٰ کے شاگرد اوزاعی پر پہنچ کر اس کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

اخلاق:

اخلاقی حیثیت سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا پایہ عظمت بہت بلند ہے صحیح بخاری میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی زمین پر چلنے والے شخص کو جنتی نہیں فرمایا البتہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا، کہ صحیح ترمذی میں ہے کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو شاگردوں سے فرمایا کہ میں دنیا سے اٹھ رہا ہوں لیکن میرے ساتھ علم نہیں اٹھتا، جو شخص اس کی جستجو کرے گا پالے گا اس کے بعد چار شخصوں کے نام گنوائے جن میں ایک عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے فرمایا

كان يهوديا فاسلم فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انه عاشر عشرة في الجنة.

پہلے وہ یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ گیارہویں جنتی ہیں۔

بایں ہمہ فضیلت بڑے منکسر المزاج تھے مسجد نبوی میں ایک دن نماز کے لیے آئے اور لوگوں نے کہا یہ جنتی شخص ہیں تو فرمایا کہ جس بات کو آدمی نہ جانتا ہو اس کو زبان سے نکالنا نہ چاہیے اس کے بعد اپنے اس خواب کا ذکر کیا جس کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعبیر دی تھی کہ اسلام پر تمام عمر قائم رہو گے۔

اس واقعہ کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی ملایا جائے تو انکسار کا مکمل اور دیدہ زیب مرقع پیش نظر ہو جاتا ہے ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لا رہے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس سے خدا نے مستغنی کیا ہے فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے لیکن میں اس سے کبر و غرور کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں حق و صداقت کا جوش بے اندازہ تھا فرماتے تھے کہ تم کو ایک بار قریش سے لڑائی پیش آئے گی اس وقت اگر مجھ میں قوت نہ ہو تو تخت پر بٹھا کر مجھ کو فریقین کی صفوں کے درمیان رکھ دینا۔

حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبداللہ نام تھا، قبیلہ بلی سے تھے اور انصار میں قبیلہ ظفر کے حلیف تھے سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک، مصنفین رجال کو ان کی نسبت میں اختلاف ہے چنانچہ بعض لوگ ان کو ظفری کہتے ہیں، ابن سعد کے نزدیک ظفری اور بلوی دو جداگانہ اشخاص ہیں، لیکن ہمارے نزدیک ظفری اور بلوی دو الگ الگ شخص نہیں بلکہ ایک ہی مسمی کے دو نام ہیں۔ قبیلہ بلوی اپنے قبیلہ کی نسبت سے اور ظفری حلیف کی نسبت سے مشہور تھے اور یہ عرب میں عام طور پر رائج تھا اوپر اس کی متعدد مثالیں گزر چکی ہیں۔

والدہ کا نام معلوم نہیں اتنا پتہ چلتا ہے کہ معتب بن عبید اور یہ دونوں اخیافی بھائی تھے۔

وفات:

ہجرت کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۳ھ کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن ۶ آدمیوں کو قبیلہ عضل اور قارہ میں اشاعت اسلام کے لیے روانہ کیا تھا ان میں ایک عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ لوگ مقام رجیع پہنچے تو قبیلہ ہذیل نے سرکشی کر کے ان کا محاصرہ کر لیا مرثد بن ابی مرثد خالد ابن بکیر رضی اللہ عنہ اور عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ تین بزرگ وہیں لڑ کر شہید ہوئے، حبیب بن عدی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کفار کے ہاتھ آگئے اور قید ہو

گئے، کفار ان کو لے کر مکہ چلے تو ظہران نام ایک مقام پر پہنچ کر حضرت عبداللہؓ نے اپنے کو قید و بند سے چھڑا لیا اور تلوار کھینچ کر پیچھے ہٹے کفار نے یہ دیکھ کر ان کو پتھر مارنا شروع کیا، جس سے وہ جان بحق تسلیم ہو گئے۔

بارگاہ نبوت کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے اور ان بزرگوں کے نام گنوائے ہیں، جس شعر میں حضرت عبداللہؓ کا نام نامی ہے وہ یہ ہے

وابن الدثنه و ابن طارق منهم وأتاه ثم حمامة المكتوب

اس نظم کا پہلا شعر یہ ہے

صلى الاله على الذي تتابعوا يوم الرجيع فاكرموا واثيبوا

حضرت عبداللہؓ کی قبر ظہران میں موجود ہے اور آج تک اس واقعہ فاجعہ کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔

فضل و کمال:

قرآن و حدیث میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جو دستگاہ تھی، وہ اس سے ظاہر ہے کہ تو حضور ﷺ نے ان کو اشاعت اسلام کا کام سپرد فرمایا تھا، وہ اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ نو مسلموں کو قرآن مسائل دین اور ارکان اسلام کی با قاعدہ تعلیم بھی دیتے تھے۔ صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

بعثهم رسول الله ليفقهوهم في الدين ويعلموهم القرآن و شرائع الاسلام

یعنی ان کو رسول اللہ ﷺ نے اس لیے بھیجا تھا کہ مسائل، دین کی تعلیم دیں قرآن پڑھائیں اور اسلام کی ضروری باتیں سکھلائیں۔

حضرت عدی بن ابی الزغباء رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عدی نام، قبیلہ جہینہ سے ہیں انصار میں بنو نجار کے حلیف تھے نسب نامہ یہ ہے عدی بن ابی الزغباء سنان بن سبیع بن ثعلبہ بن ربیعہ بن زہرہ بن ہذیل بن سعد بن عدی بن کامل بن نضر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

بدر احد خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی۔ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ کے ارادے سے نکلے تو مشرکین کی خبر معلوم کرنے کے لیے جن دو شخصوں کو آگے بھیجا تھا، ان میں عدی بھی تھے چاہ بدر کے قریب واپس ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کے ارادہ سے اطلاع دی۔

وفات:

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا۔

حضرت عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عقبہ نام، قبیلہ غطفان سے تھے اور بنو سالم کے حلیف تھے نسب نامہ یہ ہے عقبہ بن وہب بن کلدہ بن الجعدہ بن ہلال بن الحارث بن عمرو بن عدی بن جشم ابن عوف بن یہشہ بن عبداللہ بن غطفان بن سعد بن قیس عیلان۔

اسلام:

عقبہ اولی میں اسلام سے مشرف ہوئے عقبہ ثانیہ کی بیعت میں بھی شرکت کی بعض کا خیال ہے کہ یہ انصار میں سب سے پہلے مسلمان ہیں، اسلام لاکر مکہ میں مقیم ہوئے اور مہاجرین کے ہمراہ ہجرت نبوی سے قبل مدینہ آئے اس بناپر مہاجر بھی ہیں اور انصار بھی۔

غزوات:

بدر احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے غزوہ احد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک میں خود کی چند کڑیاں گھس گئیں، تو عام روایت یہ ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے دانت سے کھینچیں۔ لیکن بعض کا خیال ہے کہ اس میں عقبہ بھی ان کے مددگار تھے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

کعب نام، ابو محمد کنیت، خاندان بلی سے تھے اور قواقل کے حلیف تھے نسب نامہ یہ ہے کعب بن عجرہ بن امیہ بن عدی بن عبید بن خالد بن عمرو بن عوف بن غنم بن سواد ابن مری بن اراشہ بن عامر بن عبیلہ بن قسیل بن فران بن بلی بن عمرو بن حارث بن قضاعہ۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

تمام غزوات میں شرکت کی عمرہ حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے سر میں اس کثرت سے جوئیں پڑ گئیں تھیں کہ چہرہ پر آآکر گرتی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا تم کو سخت تکلیف ہے اپنا سر منڈوا دو حضرت کعبؓ اگرچہ احرام باندھے ہوئے تھے لیکن انہوں نے متابعت حکم رسول میں سر منڈوا دیا اور اس تکلیف سے نجات پاگئے۔

روزہ کے فدیہ کے متعلق آیت اتری تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن عجرہ سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے تین صورتیں ہیں یا تو ایک بکری ذبح کرو، یا تین روزے رکھو، یا مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، جس کی مقدار فی مسکین نصف صاع ہو معلوم نہیں حضرت کعب نے ان میں سے کون سی صورت اختیار کی بخاری کی روایت سے

معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی مقدرت نہ تھی اس کے بعد صرف دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں اب انہوں نے جس کو اختیار کیا روایت سے صاف پتہ نہیں چلتا۔

عام حالات:

عہد نبوت کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کی۔

وفات:

۵۱ ہجری میں مدینہ آکر انتقال کیا اس وقت ۵۷ برس کا سن تھا۔

اولاد:

چار بیٹے چھوڑے جو حدیث کے راویوں میں ہیں ان کے نام یہ ہیں اسحاق، عبد الملک، محمد، ربیع

حلیہ:

ایک ہاتھ کسی غزوہ میں کٹ گیا تھا، سر پر گھنے بال تھے

فضل وکمال:

حضور ﷺ، حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ سے روایت کی راویوں میں حسب ذیل حضرات ہیں

ابن عمرؓ، جابر، عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ، ابن عباسؓ، عبد اللہ بن معقلؓ، ابن مقرن مزنی، طارق بن شہاب، ابو وائل، زید بن وہب، عبدالرحمن بن ابی لیلی، ابن سیرین، ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود، محمد بن کعب قرظی، ابو ثمامہ حناط، سعید مقبری، عاصم عدوی، موسیٰ بن درد رحمۃ اللہ علیہم ان روایتوں کی تعداد ۴۷

ہے۔

اخلاق:

حمایت حق اور حب رسول دو چیزیں حضرت کعب کے اخلاق میں نہایت روشن ہیں حضور ﷺ نے ایک روز خطبہ دیا جس میں مسلمانوں کی آئندہ خانہ جنگی کا تذکرہ بھی کیا تھا کعب بیٹھے تھے ان کا بیان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ وقت سامنے آگیا ہے اتنے میں ایک شخص چادر اوڑھے سامنے سے گزرا، حضور ﷺ نے کہا اس روز یہ شخص حق پر ہوگا کعب فوراً اٹھے اور اس کے بازو پکڑ کر کہا یا رسول اللہ! یہ شخص؟ فرمایا ہاں کعبؓ نے چہرہ دیکھا تو حضرت عثمانؓ تھے۔

طبرانی کتاب الاوسط میں ہے کہ ایک روز کعب حضور ﷺ کی خدمت میں آئے چہرہ مبارک (بھوک کی وجہ سے) متغیر دیکھ کر جلدی سے واپس گئے راستہ میں ایک یہودی اونٹ کو پانی پلا رہا تھا، انہوں نے فی ڈول ایک چھوہارے کے حساب سے کچھ دیر مزدوری کی کچھ چھوہارے جمع ہو گئے تو خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئے اور پیش کیے۔

حضرت مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبداللہ نام، مجذر لقب، قبیلہ بلی سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے، مجذر بن زیاد ابن عمرو بن اخرم بن عمرو بن عمارہ بن مالک بن عمرو بن تشیرہ بن شنو بن قشر بن تیم بن عمرو مناۃ ابن رباح بن تیم بن اراسہ بن عامر بن عبیلہ بن غیل بن قران بن بلی۔

اسلام:

غالباً ہجرت کے بعد اسلام لائے۔

غزوات:

غزوہ بدر میں شرکت کی ابو البختری مکہ میں ایک نہایت رحم دل اور نیک نفس شخص رہتا تھا، قیام مکہ کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کے ہاتھوں جو تکلیفیں پہنچتیں تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے سینہ سپر ہوتا، بنوہاشم کے مقاطعہ کا جو عہد نامہ لکھ کر کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا اس کو اتروانے میں ابو البختری کا خاص حصہ تھا اس بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بدر میں صحابہ کو تاکید کر دی تھی کہ اس کو پانا تو قتل نہ کرنا حضرت مجذر ؓ میدان میں آئے تو اس سے سامنا ہو گیا، اونٹ پر سوار تھا۔ پیچھے ایک دوسرا شخص بھی بیٹھا تھا جو اس کے مال و متاع کا نگران تھا، مجذر نے کہا کہ تمہارے قتل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ممانعت کی ہے، لیکن دوسرے شخص کے لیے کوئی ہدایت نہیں فرمائی، اس لیے اس کو تو کسی طرح نہ چھوڑوں گا

ابوالبختری بولا یہ تو میرے لیے بڑے شرم کی بات ہوگی کہ اس کو تو قتل کرادوں اور خود زندہ رہوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا، قریش کی عورتیں طعنہ دیں گی کہ جینے کی بڑی ہوس تھی، ساتھی کو قتل کرادیا اور خود نہ مرگیا، غرض اونٹ سے اترا اور داد شجاعت دیتے ہوئے جان دی حضرت مجذر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس کو لانا چاہتا تھا، لیکن وہ لڑائی کے سوا کسی چیز پر راضی نہ ہوا۔

وفات:

بدر کے بعد احد میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا ایام جاہلیت میں انہوں نے سوید بن صامت کو قتل کیا تھا، جس سے جنگ بعاث کی نوبت آئی تھی فریقین کے مسلمان ہو جانے کے بعد اگرچہ معاملہ رفع دفع ہو گیا تھا، لیکن سوید کے بیٹے حارث کے دل میں مسلمان ہونے کے بعد ان کی طرف سے غبار تھا اس نے موقع پا کر ان کو اپنے باپ کے عوض قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ چلا گیا ۸ ہجری میں جب مکہ فتح ہوا تو دوبارہ مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجذر رضی اللہ عنہ کے عوض اس کے قتل کا حکم دیا۔

حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

معن نام، قبیلہ بلی سے ہیں، عمرو بن عوف کے حلیف تھے سلسلہ نسب یہ ہے معن بن عدی بن الجد بن عجلان، حضرت عاصم بن عدی کا حال ہم اوپر لکھ آئے ہیں، معن انہیں کے بھائی تھے۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

غزوات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید سے مواخاۃ ہوئی، غزوہ بدر میں شریک ہوئے احد، خندق اور تمام دوسرے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو صحابہ کہنے لگے کہ کاش ہم آپ کے سامنے مر جاتے اور یہ وقت نہ دیکھتے خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آئندہ کن بلاؤں اور مصیبتوں کا سامنا ہو حضرت معنؓ نے سنا تو کہا مجھے اس کی آرزو نہیں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں میں نے آپ کی تصدیق کی تھی وفات کے بعد بھی آپ کی اسی طرح تصدیق کروں

سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ میں حضرت عمرؓ نے جن دو صالح شخصوں سے ملنے کا ذکر کیا تھا ان میں ایک یہ بھی تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ وغیرہ کو انصار کے ارادہ سے آگاہ کیا اور مشورہ دیا کہ آپ لوگ وہاں نہ جائیں، بلکہ اپنی جگہ رہ کر

فیصلہ کر لیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت خالد، مرتدین کی مہم پر روانہ ہوئے تو یہ بھی ہمراہ تھے وہاں سے دو سو سوار لے کر مرتدین کی دیکھ بھال کے لیے یمامہ آئے۔

وفات:

مسیلمہ سے جنگ چھڑی تو اس میں جام شہادت سے سیر اب ہوئے۔

حضرت جعال بن سُراقہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

ان کے نام و نسب دونوں میں اختلاف ہے، بعض جعال کہتے ہیں، بعض جعیل، نسب کچھ لوگ غِفار بتاتے ہیں اور کچھ حمیری اور کچھ ثعلبی کہتے ہیں۔

اسلام اور غزوات:

دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، احد اور بنی قریظہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے، آخر الذکر غزوہ میں ایک آنکھ کام آئی۔

غزوہ بنو ہوازن میں شریک تھے، اس کے مال غنیمت میں سے عیینہ اور اقرع کو سو سو اونٹ ملے، کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا آپ نے عیینہ اور اقرع کو سو سو اونٹ مرحمت فرمائے اور جعال کو کچھ نہ ملا۔ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جعال بن سراقہ، اقرع اور عیینہ جیسے روئے زمین بھر کے آدمیوں سے بہتر ہیں، ان دونوں کو میں نے تالیف قلب کے لیے دیا ہے اور جعال کو ان کے اسلام کے سپرد کیا۔ ٦ ہجری میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوہ بنی مصطلق کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ جعال کے سپرد کر گئے۔

وفات:

وفات کے بارے میں ارباب سیر خاموش ہیں۔

حضرت جعشم الخیر رضی اللہ عنہ

[قدیم السلام]

نام و نسب:

جعشم نام، خیر لقب، نسب نامہ یہ ہے، جعشم بن خلیبہ بن شاہی بن موہب بن اسد جعشم بن خریم بن صدف صدفی حریمی۔

اسلام اور غزوات:

۶ ہجری سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور بیعت رضوان میں شرف جانثاری حاصل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پیراہن، نعلین اور موئے مبارک عطا فرمائے۔

وفات:

زمانہ وفات میں اختلاف ہے، واقدی کا بیان ہے کہ فتنہ ردہ میں شہید ہوئے اور ابن یوسف تاریخ مصر میں لکھتے ہیں کہ مصر کی فتح میں شریک تھے، آخر الذکر بیان صحیح مان لیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد کے بعد تک زندہ رہے۔

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

خریم نام، ابویحیی کنیت، نسب نامہ یہ ہے، خریم بن فاتک بن اخرم بن عمرو بن فاتک ابن قلیب بن عمرو بن اسد بن خزیمہ اسدی۔

اسلام:

خریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے، ان کے اسلام کا دلچسپ واقعہ خود ان کی زبان سے سنئے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے اونٹوں کو لے کر نکلا ان پر عراقہ کی دہشت طاری ہو گئی، میں نے ان کے چھنداں ڈال دیا اور ایک کے بازو سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغاز ظہور (مدینہ میں) کا واقعہ ہے، پھر میں نے کہا اس وادی کے آسیب سے پناہ مانگتا ہوں، زمانہ جاہلیت میں ایسے موقع پر ایسا ہی کہا کرتے تھے، اتنے میں ایک آواز نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور اور آپ کی تعلیمات کی اطلاع دی، میں نے یہ آواز سن کر پوچھا خدا تم پر رحمت نازل فرمائے تم کون ہو، جواب ملا، مالک بن مالک، مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد بھیجا تھا میں نے کہا اگر میرے اونٹوں کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری لے لیتا تو میں اس شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جا کر اس پر ایمان لاتا، مالک نے کہا میں ذمہ دار ہوں، ان کو بحفاظت تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔

چنانچہ میں نے ان میں سے ایک اونٹ کو کھولا اور مدینہ آیا اور ایسے وقت مدینہ پہنچا جب لوگ نماز جمعہ میں مشغول تھے، میں نے خیال کیا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں تب مسجد میں جاؤں یہ خیال کر کے اپنا اونٹ باندھنے جارہا تھا کہ ابوذر آئے اور کہا تم کو رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں، میں مسجد میں داخل ہوا مجھ کو دیکھتے ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کو معلوم ہے اس شیخ نے جس نے تمہارے اونٹوں کو تمہارے گھر پہنچانے کی ذمہ داری لی تھی، کیا کیا، اس نے بحفاظت اونٹوں کو پہنچادیا میں نے کہا خدا اس پر رحمت نازل فرمائے، آپ نے فرمایا ہاں اس پر خدا رحمت نازل فرمائے اس کے بعد خریم کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

غزوات:

غزوات میں بدر واحد کی شرکت کا پتہ چلتا ہے۔

فتوحات شام میں شرکت:

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام کی فتوحات میں شریک ہوئے۔

وفات:

کوفہ آباد ہونے کے بعد یہاں رہنے لگے، پھر شام منتقل ہو گئے اور یہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

خریم نہایت لطیف مزاج اور نفاست پسند تھے، لباس اور وضع قطع میں خوبصورتی اور نفاست کا بہت لحاظ رکھتے تھے، اسلام سے پہلے نیچا ازار پہنتے تھے اور لمبے لمبے گیسو دوش پر لہرایا کرتے تھے، ایک مرتبہ سول اللہ ﷺ نے فرمایا خریم کیا اچھے

آدمی تھے، اگر لمبے بال نہ رکھتے اور اتنا نیچا ازار نہ پہنتے، یہ ارشاد خریم کے کانوں تک پہنچا تو بال کاٹ کر صاف کر لیے اور نیچا ازار نصف ساق تک آ گئی۔

حضرت خفاف بن ایما رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

خفاف نام، باپ کا نام ایماء تھا، نسب نامہ یہ ہے، خفاف بن ایماء بن رحضہ بن حربہ ابن خفاف بن حارثہ بن غفار غفاری، ان کے والد ایماء بنی غفار کے سرداروں میں تھے۔

اسلام:

خفاف کے گھر میں ابتدا میں اسلام کی روشنی پھیلی، چنانچہ ہجرت سے بہت پہلے حضرت ابوذر غفاری کی دعوت پر خفاف اور ان کے والد ایماء مشرف باسلام ہوئے اور وہ غفار کے مسلمانوں کی امامت کرتے تھے۔ مشہور دشمن اسلام ابوسفیان کو خفاف کے اسلام کی خبر ہوئی تو بولا رات بنی کنانہ کا سردار بے دین ہو گیا۔ خفاف اوران کے والد ایماء مقام عیقہ میں رہتے تھے اور قربت کی وجہ سے بکثرت مدینہ آیا جایا کرتے تھے۔اس لیے خفاف کا شمار مدنی صحابہ میں ہوتا ہے۔

٦ھ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضا کے لیے نکلے اور مقام ابواء میں قیام فرمایا تو ایمانے خفاف کے ہاتھ سو بکریاں اور دو بار شتر دودھ نذر بھیجا۔ آپ نے شکریہ کے ساتھ قبول فرمایااور برکت کی دعادی۔

بیعت رضوان:

اس کے بعد اس سلسلہ کے تمام واقعات میں ساتھ رہے اور بیعت رضوان کے

شرف سے مشرف ہوئے۔

غزوات:

کسی متعین غزوہ میں ان کی شرکت کی تصریح نہیں ملتی لیکن اس شرف سے محروم نہ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر خفاف کی لڑکی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ اس عورت کے بھائی اور باپ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا اور مدت کے بعد اس کو فتح کیا۔

وفات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

اولاد:

موت کے بعد ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار چھوڑی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خفاف کی خدمات اسلامی کی وجہ سے ان کی اولاد کو بہت عزت کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خفاف کے داماد کا انتقال ہو گیا اور ان کی لڑکی سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئی، ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار جا رہے تھے، راستہ میں ایک جوان عورت نے ان سے کہا امیر المومنین! میرا شوہر مر گیا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، کھیتی اور مویشی کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے، مجھ کو ڈر ہے کہ قحط ان بچوں کو ختم کر دے گا، میں خفاف بن ایماء کی لڑکی ہوں، میرے باپ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی داستان غم سن کر ٹھہر گئے اور مرحبا بنت کہہ کر

اس کی دل داری کی، اس کے بعد گھر لے جا کر ایک مضبوط اونٹ لیا اور اس پر کپڑا اور سامان خورد و نوش لاد کر اس عورت کے ہاتھ میں دی اور فرمایا اس کو لے جاؤ، جب تک خدا فارغ البالی نہ عطا کرے گا، اس وقت تک یہ ذخیرہ چلے گا۔ ایک شخص نے اعتراض کیا کہ امیر المومنین آپ نے ایک عورت کو اتنا دے دیا؟ فرمایا ثکلت امک کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اس کے بھائی اور باپ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا اور ایک مدت کے بعد اس کو فتح کیا۔

فضل وکمال:

فضل و کمال کے لیے یہ سند کافی ہے کہ اپنے قبیلہ کے خطیب اور امام تھے۔ ان سے پانچ حدیثیں بھی مروی ہیں، ان میں سے ایک مسلم میں ہے۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

ربیعہ نام، ابو فراس کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ربیعہ بن کعب بن مالک بن یعمر اسلمی۔

اسلام:

ربیعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے، مفلس و نادار تھے، اس لیے اصحاب صفہ کے مقدس زمرہ میں شامل ہوگئے، گو یہ مدینہ کے باشندہ نہ تھے، لیکن یہاں مستقل گھر بنا لیا تھا اور ان کا شمار اہل مدینہ میں ہونے لگا تھا۔

خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

بیوی بچوں کی فکر سے بالکل آزاد تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا شادی نہ کرو گے، عرض کی شادی کا مطلق ارادہ نہیں ہے۔ اس آزادی کی وجہ سے انہیں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سعادت کا بہت موقعہ ملتا تھا، چنانچہ ہر وقت آستان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑے رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وضو کا پانی رکھنا مخصوص خدمت تھی، غزوات میں بھی ہمرکاب تھے۔

عطیہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

ان کی تنگدستی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاش کے لیے تھوڑی سی زمین

عطا فرمائی تھی، اس کے پاس کھجور کے درخت تھے ان کے بارے میں ایک مرتبہ ان میں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہو گیا، ربیعہ کے تمام اہل قبیلہ جمع ہو گئے، مگر انہوں نے ان کو روکا اور سمجھایا کہ کسی کی زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکلنے پائے جس سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدمہ پہنچے اور ان کی ناراضی خدا اور رسول کی ناراضی کا موجب ہو، آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیعہ کے موافق فیصلہ فرمایا۔

نقل مکانی:

آقا کی زندگی بھر مدینہ میں رہے، آپ کی وفات کے بعد دل برداشتہ خاطر ہو کر اپنے قبیلہ میں چلے گئے۔

وفات:

ایام حرہ کے زمانے کے بعد ۶۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت زاہر بن حرام رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

زاہر نام، باپ کا نام حرام تھا، قبیلہ بنی اشجع سے نسبی تعلق تھا۔

اسلام وغزوات:

ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد بدر عظمی میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔

حضور ﷺ سے صحبت ورسم وراہ:

زاہر اور رسول اکرم ﷺ میں خاص رسم وراہ تھی، یہ مدینہ کے قریب بادیہ میں رہتے تھے، جب مدینہ آتے تو حضور ﷺ کے لیے کوئی نہ کوئی دیہاتی تحفہ ساتھ لاتے، آپ فرماتے تھے کہ ہر شہری کا کوئی نہ کوئی دیہاتی دوست ہوتا ہے، آل محمد کے دیہاتی زاہر دوست ہیں۔ جب زاہر مدینہ سے گھر واپس جانے لگتے تو حضور ﷺ کچھ نہ کچھ ساتھ کرتے تھے۔

آپ کو حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص انس ومحبت تھی،کان النبي ﷺ یحبه، کبھی کبھی ان سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے،ایک مرتبہ زاہر بازار میں کچھ بیچ رہے تھے۔ حضور ﷺ ادھر سے گزرے تو زاہر کی پشت سے آکر دونوں ہاتھوں سے ان کی آنکھیں بند کر کے فرمایا اس غلام کو کون خریدتا ہے، زاہر نے پہچان کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس تجارت میں آپ مجھ کو کھوٹا مال پائیں گے، فرمایا نہیں خدا کے نزدیک تم نفع مند ہو۔

حلیہ:

زاہر کو حسن ظاہری سے کوئی حصہ نہ ملا تھا۔ بہت کم رو اور حقیر صورت تھے لیکن اس روئے زیبا کے لیے ظاہری خط و خال اور آب و رنگ کی کیا ضرورت تھی، جو رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھا۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

زید نام، ابو عبد الرحمن کنیت، باپ کا خالد تھا، قبیلہ جہینہ سے نسبی تعلق تھا۔

اسلام:

حدیبیہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور مدینہ ہی میں مستقل بود و باش اختیار کر لی۔

غزوات:

سب سے اول غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوئے، فتح مکہ میں اپنے قبیلہ کے ساتھ تھے، فتح مکہ میں اور مسلمان قبائل کی طرح ان کا قبیلہ بھی پرچم لہراتا ہوا داخل ہوا تھا۔

وفات:

زید کا سنہ وفات اور جائے وفات کے دنوں میں سخت اختلاف ہے، لیکن بروایت صحیح ۷۸ھ میں دیار محبوب میں وفات پائی، وفات کے وقت پچاسی برس کی عمر تھی۔

حضرت سبرہ بن معبد رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

سبرہ نام، ابو ربیع یا ابو ثربہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، سبرہ بن معبد بن عوسجہ بن حرملہ ابن عوسجہ جہنی۔

اسلام و غزوات:

ان کے زمانہ اسلام کی صحیح تعیین نہیں کی جا سکتی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵ھ میں مشرف باسلام ہو چکے تھے، چنانچہ غزوہ خندق میں شریک تھے۔ فتح مکہ میں بھی ہمرکاب تھے، چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب ہم مکہ میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعہ کی اجازت دے دی لیکن پھر مکہ سے نکلنے کے بعد اس کی ممانعت فرمادی، حجۃ الوداع میں ساتھ تھے، چنانچہ اس کا ایک واقع بھی بیان کرتے ہیں۔

وفات:

ان کا مکان مدینہ میں جہینہ کے محلے میں تھا، آخر عمر میں ذی المروہ میں منتقل ہو گئے تھے اور یہیں امیر معاویہ کے عہد میں وفات پائی، وفات کے بعد ایک لڑکا ربیع یادگار چھوڑا۔

فضل و کمال:

مدینہ میں گھر تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال سننے کا کافی موقع ملتا تھا، حدیث کی کتابیں ان کی مرویات سے خالی نہیں ہیں، مسلم میں بھی ان کی ایک روایت موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن بدر رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابو بعجہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے: عبداللہ بن بدر بن زید بن معاویہ ابن حسان بن اسعد بن ودیعہ بن مبذول بن عدی بن غنم بن ربعہ بن رشدان بن قیس ابن جہینہ جہنی۔

اسلام:

ابن سعد نے مسلمین قبل الفتح کے زمرہ میں لکھا ہے، آبائی نام عبد العزیٰ مشرکانہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر عبداللہ رکھا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک ہجرت کے ابتدائی سالوں میں مشرف باسلام ہوئے۔ ان کی روایت کی روسے ان کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عبیداللہ اوران کے ماں جائے بھائی ابو مروعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے نام پوچھا، عرض کیا "عبد العزی" عزی بت کا بندہ، فرمایا نہیں عبداللہ خدا کے بندے ہو، خاندان پوچھا عرض کیا "بنی غیان" گمراہ کی اولاد، فرمایا نہیں تم "بنی رشدان" ہدایت یاب کی اولاد ہو، عبداللہ جس وادی میں رہتے تھے اس کا نام "غویاء" تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی راشد سے بدل دیا، اس طرح عبداللہ کی تمام لغو نسبتوں کو بابرکت نسبتوں سے بدل دیا۔

غزوات:

قبول اسلام کے بعد سب سے اول غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ کرز بن جابر فہری کے ساتھ عرینین کا جنہوں نے حضور ﷺ کے اونٹوں پر چھاپہ مارا تھا، تعاقب کیا، فتح مکہ میں تمام مسلمان قبائل شریک ہوئے، ہر قبیلہ کا پرچم علیحدہ علیحدہ تھا، عبداللہ کے قبیلہ میں چار پرچم بردار تھے، جن میں ایک عبداللہ تھے۔

تعمیر مسجد:

عبداللہ کا ایک گھر مدینہ میں تھا اور دوسرا جہینہ کے کوہستانی دیہات میں، لیکن عبداللہ کا شمار مدنی صحابہ میں تھا، مدینہ میں انہوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی، یہ مسجد نبوی ﷺ کے بعد دوسری مسجد تھی جو مدینہ میں تعمیر ہوئی۔

وفات:

امیر معاویہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ وفات کے بعد ایک لڑکا معادیہ نامی چھوڑا۔

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے: عبداللہ بن ابی حدرد بن عمیر بن ابی سلامہ ابن سعد بن حساب بن حارث بن عنبس بن ہوازن بن اسلم اسلمی۔

اسلام اور غزوات:

٦ھ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ خیبر اور دوسرے غزوات میں شریک ہوتے رہے، مالک بن عوف نضری کے حالات کا پتہ لگانے کے لیے جاسوسی کی خدمت ان ہی کے سپرد ہوئی تھی۔ رمضان ٨ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو قتادہ انصاری کے زیر امارت جو سریہ بطن اضم روانہ کیا تھا، اس میں عبداللہ بھی تھے۔

وفات:

٧١ھ میں ٨١ سال کی عمر میں وفات پائی۔

معاش کی تنگی:

حضرت عبداللہ معاش کی جانب سے بہت غیر مطمئن تھے، بڑی عسرت اور تنگدستی سے زندگی بسر ہوتی تھی، ایک یہودی کے چار درہم کے قرضدار تھے، یہ حقیر رقم بھی ادا نہ کر سکتے تھے، یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی، آپ نے عبداللہ کو حکم دیا کہ اس کا قرض ادا کرو لیکن ان کے ملکیت میں کچھ نہ تھا، اس لیے معذرت کی، آپ نے دوبارہ تاکید کی، پھر عبداللہ نے تنگدستی کا عذر کیا اور

کہا میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے خیبر کی طرف بھیجنے والے ہیں، وہاں مال غنیمت ملے گا تو قرض ادا کر دوں گا، لیکن رسول اللہ ﷺ مکرر تاکید فرما چکے تھے، اسلیے عبد اللہ نے اپنی چادر بیچ کر قرض ادا کیا۔

حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

عبداللہ نام، ابو سعید کنیت، نسب نامہ یہ ہے: عبداللہ بن مغفل بن عبد بن عفیف بن سہم بن ربیعہ بن عدی بن ثعلبہ بن ذویب بن سعد بن عدی بن عثمان بن مزینہ مزنی۔

اسلام:

عبداللہ ۶ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد سب سے اول غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔

غزوات:

خیبر میں بھی ہمرکاب تھے، اس غزوہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں، کہ میں خیبر کے محاصرہ میں تھا کہ کسی نے اوپر سے چربی سے بھری ہوئی ایک تھیلی پھینکی، میں اٹھانے کے لیے بڑھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پڑ گئی، مجھے اس پر بڑی ندامت اور شرمندگی ہوئی۔ فتح مکہ میں بھی شریک تھے۔ اس غزوہ کا یہ عینی مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اونٹنی پر سوار سورہ فتح تلاوت کرتے دیکھا۔

۹ھ میں تبوک کا غزوہ پیش آیا۔ اس سال نہایت شدید قحط تھا، اس لیے مسلمانوں کو بڑی دشواری پیش آئی۔ صاحب مقدور لوگوں کے علاوہ معمولی حیثیت کے مسلمانوں کے لیے اس غزوہ میں شرکت کی کوئی صورت نہ تھی، عبداللہ بن

مغفل نادار صحابی تھے، ان کے پاس کوئی سامان نہ تھا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سامان سفر کی درخواست کی، یہاں کیا تھا، صاف جواب ملا، لیکن جوش جہاد گھر میں بیٹھنے نہ دیتا تھا، جب سامان سفر کی کوئی صورت نہ نکل سکی، تو اپنی محرومی پر مایوس ہو کر رونے لگے، ایک بزرگ ابن یامین نے روتا دیکھ کر سبب پوچھا، کہا غزوہ تبوک کے لیے رسول اللہ ﷺ سے سواری مانگی تھی، مگر نہیں ملی اور مجھ میں اتنی مقدرت نہیں کہ اپنے پاس سے سامان کروں، یہ سن کر ابن یامین نے سواری کے لیے ایک اونٹ اور زادراہ کے لیے تھوڑی سی کھجوریں پیش کیں۔ اس مختصر سامان کے ساتھ عبداللہ اور ان کے ساتھی عبدالرحمن بن کعب غزوہ تبوک میں شریک ہوئے۔

وَّ لَا عَلَی الَّذِیْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَیْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ

"اور نہ ان لوگوں پر کوئی الزام ہے کہ جب وہ تمہارے پاس آئے کہ تم ان کے لیے سواری کا انتظام کرو تو تم نے کہا میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے، یہ سن کر وہ لوٹ گئے اور خرچ نہ میسر آنے کے غم میں ان کی آنکھیں اشکبار تھیں"۔

بصرہ کو وطن بنانا:

تاحیات نبوی مدینہ میں رہے آپ کی وفات کے بعد مدینہ چھوڑ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بصرہ آباد کرایا تو عبداللہ کو مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے بصرہ بھیج دیا، جہاں وہ آخر عمر تک مقیم رہے۔

عراق کی فوج کشی میں شرکت:

عراق کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، خوزستان کے صدر مقام شوستر کی
تسخیر کے بعد سب سے پہلے یہی شہر میں داخل ہوئے تھے۔

وفات:

کافی عمر پانے کے بعد باختلاف روایت ۵۹ھ یا ۶۰ھ میں بصرہ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے، دم آخر اعزہ سے وصیت کی کہ غسل کے آخری پانی میں کافور ملانا اور کفن میں دو چادریں اور ایک قمیص ہو کہ رسول اللہ کا کفن ایسا ہی تھا۔ نہلاتے وقت صرف احباب ہوں، رسول اللہ ﷺ کے صحابی غسل دیں۔ جنازہ کے پیچھے آگ نہ روشن کی جائے۔ ابن زیاد (گورنر بصرہ) جنازہ کی نماز میں شریک نہ ہو۔ وفات کے بعد ان وصیتوں پر پورا پورا عمل کیا گیا۔ حضور ﷺ کے اصحاب نے نہلایا، جنازہ گھر سے نکلا تو ابن زیاد انتظار میں کھڑا تھا اس کو عبداللہ کی وصیت سنائی گئی، اسے سن کر تھوڑی دور جنازہ کی مشایعت کر کے گھر لوٹ گیا۔ حسب وصیت حضور ﷺ کے صحابی حضرت ابو برزہ اسلمی نے نماز جنازہ پڑھائی اور بصرہ کی سرزمین میں دفن کئے گئے۔

اولاد:

وفات کے بعد سات اولادیں یادگار چھوڑیں۔

فضل وکمال:

قبول اسلام کے بعد کئی برس تک ذات نبوی ﷺ سے استفادہ کا موقع ملا تھا۔ اس لیے ان کی ۴۳ مرویات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے چار متفق علیہ ہیں اور ایک میں امام بخاری اور ایک میں امام مسلم متفرد ہیں، حمید بن ہلال، ثابت البنانی، مطرف بن عبداللہ، معاویہ بن قرہ، عقبہ بن صبہان، حسن

بصری، سعید بن جبیر، عبداللہ بن بریدہ وغیرہ ان کے رواۃ میں ہیں۔

گو عبداللہ کی مرویات کی تعداد کم ہے، لیکن ان کا علمی اور تعلیمی تجربہ زیادہ تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن چھ اصحاب کو اہل بصرہ کی فقہی تعلیم کے لیے بھیجا تھا، ان میں ایک یہ بھی تھے۔

بدعات سے نفرت:

عبداللہ کو بدعات سے سخت نفرت تھی، جو چیز انہوں نے عہد رسالت اور عہد خلفاء میں نہیں دیکھی تھی یا ان کے علم میں نہ تھی، اس کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے صاحبزادے راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نماز میں بسم اللہ جہر کے ساتھ پڑھی والد نے سن لیا، جب میں نماز تمام کر چکا تو مجھ سے کہا بیٹا اسلام میں باتیں نہ بڑھاؤ، میں نے رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمر اور عثمان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، ان میں سے کوئی بھی بسم اللہ (بالجہر) کے ساتھ نماز نہیں شروع کرتا تھا، یہ واقعہ بیان کر کے لڑکے نے کہا میں نے والد سے زیادہ بدعات کو برا سمجھنے والا نہیں دیکھا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عمران نام، ابو نجید کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عمران بن حصین بن عبید بن خلف بن عبد نہم ابن حذیفہ بن جہمہ بن غاضرہ بن حبشیہ بن کعب بن عمر والکعبی۔

اسلام:

عمران سنہ ہجرت کی ابتدا میں مشرف باسلام ہوئے، ان کے ساتھ ان کے باپ اور ان کی بہن بھی اس شرف سے مشرف ہوئیں، اسلام لانے کے بعد پھر وطن لوٹ گئے۔

غزوات:

گو عمران وطن میں رہتے تھے، لیکن ذوق جہاد میں غزوات کے موقع پر مدینہ پہنچ جاتے تھے۔ چنانچہ فتح مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور ان کے قبیلہ کا علم ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد حنین اور طائف کے غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بھی ہمراہ تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی بھر برابر مدینہ آتے جاتے رہے تھے، آپ کی وفات کا دل پر اتنا اثر ہوا کہ مدینہ آنا جانا چھوڑ دیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کسی چیز میں حصہ نہیں لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب بصرہ آباد ہوا تو یہاں منتقل ہو گئے اور گھر بنا کر مستقل اقامت اختیار کر لی، حضرت عمرؓ نے فقہ کی تعلیم کی ذمہ داری ان کے سپرد کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جب خانہ جنگی کا دروازہ کھلا تو بہت سے صحابی اس میں مبتلا ہو گئے، لیکن عمران آخر تک اس سے محفوظ رہے۔

بنوامیہ کے زمانہ تک زندہ رہے، زیاد نے خراسان کی گورنری پیش کی، عمران نے انکار کر دیا، دوستوں نے پوچھا اتنا بڑا عہدہ کیوں مسترد کر دیا، کہا مجھ کو یہ پسند نہیں کہ میں تو اس کی گرمی میں نماز پڑھوں، اور تم لوگ اس کی ٹھنڈک میں رہو، مجھ کو خوف ہے کہ جب میں دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہوں، اس وقت زیاد کا کوئی ناجائز واجب الطاعۃ فرمان پہنچے، ایسی حالت میں اگر اس کی تعمیل کروں تو ہلاک ہو جاؤں اور اگر لوٹ آؤں تو گردن ماری جائے۔

علالت:

عمران کی صحت نہایت خراب تھی، آخر میں استسقاء کا مرض ہو گیا تھا، لوگوں نے مشورہ دیا کہ داغنے سے فائدہ ہوگا، لیکن وہ حضور ﷺ سے داغنے کی ممانعت سن چکے تھے، اس لیے رضامند نہ ہوئے، مرض برابر بڑھتا گیا، آخر میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ پیٹ میں شگاف ہو گیا، لیکن اس حالت میں بھی وہ فرمان رسول ﷺ کے خلاف عمل کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، احباب نے کہا تمہاری حالت دیکھی نہیں جاتی، تمہارے پاس کس طرح آئیں، فرمایا نہ آؤ، لیکن جو چیز خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہے، اس کو میں کسی طرح پسند نہیں کر سکتا۔ آخر میں جب تکلیف ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئی تو ابن زیاد کے اصرار سے راضی ہو گئے لیکن سخت نادم و شرمسار تھے۔

جب زندگی سے مایوس ہو گئے تو تجہیز و تکفین کے متعلق یہ ہدایت دی کہ جنازہ

جلدی جلدی لے چلنا، یہود کی طرح آہستہ آہستہ نہ لے چلنا۔ جنازہ کے پیچھے آگ نہ جلانا۔ رونا پیٹنا نہ کرنا، قبر مربع چار بالشت اونچی رکھنا، دفن کرکے واپس ہو کر کھانا کھانا، رونے پیٹنے کے روکنے میں اتنی سختی برتی کہ اپنے متروکہ مال میں بعض اعزہ کو وصیت کی تھی، اس وصیت میں یہ شرط تھی کہ جو عورت رونا پیٹنا کرے گی، اس کے متعلق وصیت منسوخ ہو جائے گی۔

وفات:

اسی مرض میں ۵۳ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

اولاد:

لڑکوں میں محمد خلف الصدق تھے، باپ کے بعد یہ بصرہ کی مسند قضا پر بیٹھے۔

فضل وکمال:

عمران فضل و کمال کے لحاظ سے ممتاز ترین صحابہ میں تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں، کان من فضلاء الصحابة وفقهائهم عمران فضلاء اور فقہائے صحابہ میں تھے۔ بصری اصحاب کی جماعت میں کوئی صحابی ان کا ہمسر نہ تھا۔ محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں۔ کہ بصری صحابیوں میں کوئی عمران سے بلند نہ تھا۔ مشہور صاحب علم تابعی حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ عمران بن حصین سے بہتر آدمی ہمارے یہاں نہیں آیا۔

عمران مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے تھے لیکن وقتاً فوقتاً

مدینہ

جایا کرتے تھے، اس لیے احادیث نبوی ﷺ کے سننے کے مواقع برابر ملتے رہے۔ اس لیے ان کے حافظہ میں اتنی حدیثیں محفوظ تھیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو دو دنوں تک مسلسل حدیثیں بیان کرتا رہوں اور ان میں ایک بھی مکرر نہ ہو لیکن اس علم کے باوجود ان کی مرویات کی تعداد ۱۳۰ حدیثوں سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ روایت حدیث میں وہ حد درجہ محتاط تھے۔ عام طور پر حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے تھے اور جب بدرجہ مجبوری اس کی نوبت آتی تو بہت سنبھل کر بیان کرتے۔ کہا کرتے تھے کہ میں حدیث کم بیان کرتا ہوں کہ میں نے بہت سے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا ہے، جنہوں نے میری طرح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دی اور میرے ہی برابر حدیثیں سنیں، لیکن جب وہ کوئی حدیث بیان کرتے ہیں، تو الفاظ میں کچھ رد وبدل ضرور ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ اچھی نیت سے بیان کرتے ہیں، اس لیے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی کی طرح مجھے بھی دھوکا نہ ہو، جس درجہ میں حدیث حفظ ہوتی اس کا بھی اظہار کر دیتے، جس میں حافظہ پر کامل اعتماد نہ ہوتا تو کہتے کہ جہاں تک میرا خیال ہے میں نے صحیح بیان کی اور اگر پورا یقین ہوتا تو کہتے یہ حدیث حضور ﷺ کو اسی طرح بیان فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ان کے تلامذہ میں نجید بن عمران، ابوالاسود، ابورجاء العطاروی، ربعی ابن خراش، مطرف، یزید، حکم بن اعرج، زہدم جرمی، صفوان بن محرز، عبداللہ بن رباح انصاری وغیرہ لائق ذکر ہیں۔

حلقہ درس:

گو حضرت عمران حدیثوں کے بیان کرنے میں بہت محتاط تھے، لیکن ان کی اشاعت بھی ضروری فرض تھا، اس لیے احتیاط کے ساتھ اس فرض کو بھی انجام دیتے تھے اور بصرہ کی مسجد میں مستقل حلقہ درس تھا، بلال بن سیاف بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو بصرہ جانے کا اتفاق ہوا مسجد میں دیکھا کہ لوگ ایک سفید بال بزرگ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں اور وہ ٹیک لگائے ہوئے ان لوگوں کو حدیثیں سنا رہے ہیں، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عمران بن حصین صحابی ہیں۔

☆ ان کی ذات مرجع خلائق تھی، اور بڑے بڑے صحابہ ان کے تفقہ کے قائل تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آکر پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں، ایسی صورت میں وہ مطلقہ ہوئی یا نہیں، جواب دیا طلاق دینے والا گنہگار ہوا، لیکن عورت مطلقہ ہو گئی، مستفتی مزید تصدیق کے لیے حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس گیا، اور ان کو عمران کا جواب سنایا، انہوں نے کہا خدا ہماری جماعت میں ابو نجید جیسے بہت سے آدمی پیدا کر دے۔ جس راستہ سے گزرتے تو لوگ مسائل دریافت کرتے، ابو نضرہ کو نماز سفر کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی، اتفاق سے عمران ان کی طرف سوار ہو کر گزرے، ابو نضرہ نے سواری کی لگام پکڑلی اور رک کر مسئلہ پوچھا، عمران نے جواب بتایا۔

فضائل اخلاق:

عمران کی پوری زندگی مذہب کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی، عبادت میں بڑی محنت شاقہ برداشت کرتے تھے، معاویہ بن قرہ بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصین

حضور کے ان اصحاب میں تھے جو عبادت میں بڑی محنت شاقہ برداشت کرتے تھے۔

احترام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اتنی گہری عقیدت اور آپ کا احترام تھا کہ جس ہاتھ سے
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اس سے عمر بھر پیشاب کا مقام مس نہیں کیا۔

پابندی اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

عمل میں اسوہ رسول پیش نظر رہتا تھا، ابن زیاد نے محصل خراج کا عہدہ پیش کیا، اس عہدہ کو قبول تو کر لیا، لیکن جب خراج وصول کر کے واپس ہوئے تو ایک درہم بھی ساتھ نہیں لائے، پوچھا گیا، خراج کی رقم کیا کی، جواب دیا جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں وصول ہوتا تھا، اس طریقہ سے وصول کیا اور جن مصرفوں میں خرچ ہوتا تھا ان میں صرف کر دیا۔

اوپر گزر چکا ہے کہ زیاد نے خراسان کی گورنری پیش کی تھی، لیکن آپ نے محض اس لیے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ زیاد کا ہر واجب و ناواجب حکم ماننا پڑے گا، ان کے انکار پر حکم بن عمرو غفاری نے قبول کر لیا، عمران کو معلوم ہوا تو ان کو بلا کر کہا کہ مسلمانوں کی بہت بڑی ذمہ داری تمہارے سپرد کی گئی ہے، پھر انہیں مفید پند و نصائح کئے، اور اوامر نواہی پر کاربند ہونے کی ہدایت کر کے

رسول اللہ کی یہ حدیث سنائی کہ خدا کی معصیت میں کسی بندہ کی فرمانبرداری نہ کرنی چاہیئے، یعنی زیاد کی اطاعت میں خدااور رسول کے خلاف عمل نہ کرنا۔

☆ عام طور پر لباس بہت سادہ استعمال کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی تحدیث نعمت اور اظہار تشکر کے لیے بیش قیمت کپڑا بھی زیب تن کر لیتے تھے، ایک مرتبہ خلاف معمول خز کی چادر اوڑھ کر نکلے اور کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب خدا کسی بندہ پر احسان وانعام کرتا ہے تو اس کا ظاہری اثر بھی اس پر ہونا چاہیے۔

حضرت قیس بن خرشہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

قیس نام، باپ کا نام خرشہ تھا، نسباً قبیلہ بنو قیس بن ثعلبہ سے تعلق رکھتے تھے۔

بیعت اسلام:

قیس کے زمانہ اسلام کی صحیح تعیین نہیں کی جاسکتی، ان کے دل میں مدت سے حق کی تلاش تھی، چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ آنے کے بعد بلا کسی خارجی تحریک کے اپنے وطن سے مدینہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! میں اس شے پر جو خدا کی جانب سے آپ کے پاس آئی ہے اور حق گوئی پر آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قیس ممکن ہے آئندہ تم کو ایسے والیوں سے سابقہ پڑے جن کے مقابلہ میں تم حق گوئی سے کام نہ لے سکو۔ عرض کیا ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم جس چیز پر آپ سے بیعت کروں گا اسے ضرور پورا کروں گا۔ فرمایا اگر ایسا ہے تو تم کو کسی شر سے نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

اس عہد پر اس سختی کے ساتھ قائم رہے کہ بنی امیہ کے زمانہ میں زیاد اور عبید اللہ بن زیاد جیسے ستم گروں اور ظالموں پر برملا نکتہ چینی کرتے تھے، عبد اللہ نے ایک مرتبہ بلا کر کہا، تم خدا اور رسول پر افترا پردازی کرتے ہو، کہا خدا کی قسم نہیں میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا، البتہ اگر تم کہو تو میں اس شخص کا نام بتاؤں جو ایسا کرتا ہے،

عبید اللہ نے پوچھا بتاؤ، قیس نے کہا۔ جس نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو پس پشت ڈال رکھا ہے، عبید اللہ نے کہا وہ کون ہے جواب دیا تم اور تمہارا باپ۔ ان کی حق گوئی صرف عبید اللہ ہی کی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ تمام ظالم حکام کے مقابلہ میں اسی حق گوئی سے کام لیتے تھے،کان شدیداً علی الولاۃ الا بالحق، قیس والیوں کے معاملہ میں نہایت سخت اور بڑے حق گو تھے۔

وفات:

ان کی اس سخت گیری اور حق گوئی پر عبید اللہ ان کا دشمن ہو گیا اور آخری مرتبہ بلا کر کہا تمہارا خیال ہے کہ تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، فرمایا بے شک میرا یہ خیال ہے عبید اللہ نے کہا اچھا آج ہی تمہارے اس جھوٹے خیال کی قلعی کھل جاتی ہے، یہ کہہ کر سزا دینے والوں کو بلایا، ارباب سیر کا متفقہ بیان ہے کہ قبل اس کے کہ سزا دینے والے پہنچیں اور ان کے جسم کو ہاتھ لگائیں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور وہ سزا کے شر سے بچ گئے۔

صحت عقائد:

قیس نہایت راسخ العقیدہ تھے، پیشین گوئی وغیرہ کے مطلقاً قائل نہ تھے اور اسے خلاف مذہب سمجھتے تھے، ایک دن کعب کے ساتھ جا رہے تھے، صفین کے میدان کے پاس پہنچے تو کعب نے ایک نظر ڈال کے کہا لا الہ الا اللہ اس خطہ زمین پر مسلمانوں کی اتنی خونریزی ہو گی کہ کسی خطہ میں نہ ہوئی ہو گی، یہ سن کر قیس نے بگڑ کر کہا ابو اسحاق یہ کیا کہتے ہو، غیب کا علم صرف خدا کو ہے۔

حضرت محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

محجن نام، باپ کا نام ادرع تھا، نسلاً اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد سے تعلق رکھتے تھے۔

اسلام:

دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے۔

تیر اندازی:

محجن کو تیر اندازی سے خاص شغف تھا، ایک مرتبہ وہ قبیلہ کے ساتھ تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے، حضور ﷺ ادھر سے گزرے، آپ سپاہیانہ کھیلوں کو بہت پسند فرماتے تھے، اس لیے خود بھی تیر اندازی میں شریک ہو گئے اور فرمایا بنی اسماعیل تیر اندازی کرو، تمہارا باپ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) بھی تیر انداز تھا، میں فلاں کے ساتھ ہوں، ابن سعد کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ابن ادرع کے ساتھ ہوں۔

عراق میں قیام:

عراق کی فتوحات کے بعد جب بصرہ آباد ہوا تو مدینہ چھوڑ کر یہاں کی سکونت اختیار کر لی اور مسجد بصرہ کی بنیاد ڈالی۔

مدینہ کی مراجعت اور وفات:

کچھ دنوں کے بعد دیار حبیب کی کشش نے پھر مدینہ بلا لیا، اور یہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

معقل نام، ابو عبد اللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، معقل بن یسار بن عبد اللہ بن صیفر بن حراق ابن لای بن کعب بن عبد بن ثور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان بن عمرو بن اد بن طانجہ بن الیاس بن مضر۔

اسلام اور صلح حدیبیہ میں شرکت:

معقل صلح حدیبیہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور جس وقت آپ لوگوں سے موت پر بیعت (بیعت رضوان) لے رہے تھے، اس وقت معقل ایک شاخ سے آپ کے اوپر سایہ کئے ہوئے کھڑے تھے۔

عہدہ قضا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قبیلہ مزینہ کا قاضی بنانا چاہا، انہوں نے معذرت کی کہ مجھ میں اس ذمہ داری کو سنبھالنے کی اہلیت نہیں ہے، آپ نے دوبارہ فرمایا نہیں تم ان کے فیصلے کیا کرو، انہوں نے پھر معذرت کی کہ میں اچھی طرح فیصلہ نہیں کر سکتا، تیسری مرتبہ پھر آپ نے باصرار فرمایا، نہیں تم فیصلہ کرو، خدا قاضی کے ساتھ اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ عمداً ظلم وناانصافی نہیں کرتا۔

عہد فاروقی:

معقل کی قوت فیصلہ کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں بہت مانتے تھے، مہارت امور میں ان سے مشورہ کرتے اور بڑی بڑی خدمتیں ان کے سپرد کرتے، عراق کی فوج کشی کے سلسلہ ۲۰ ہجری میں جب یزد گرد نے مردان شاہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ سے مشورہ لیا، اس مشورہ میں معقل بھی تھے، اسی زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ میں ایک نہر کھدوانے کا حکم دیا اور فرمایا تیاری کے بعد معقل کے ہاتھوں سے اس میں پانی جاری کرایا جائے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب زیاد نے اس نہر کو دوبارہ درست کرایا تو تبرکاً معقل ہی کے ہاتھوں اس کا افتتاح کرایا۔

علالت اور وفات:

امیر معاویہ کے زمانہ میں بیمار پڑے، عبید اللہ بن زیاد ان کی عیادت کو آئے، اس سے فرمایا میرا وقت آخر ہے، اگر زندگی کی امید ہوتی تو ایک حدیث جسکو میں نے ابھی تک بیان نہیں کیا نہ بیان کرتا، لیکن اب وقت آخر ہے اس لیے بیان کیے دیتا ہوں، میں نے حضورؐ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ "جو شخص رعایا کی گلہ بانی کرتا ہے، اگر اس نے رعایا کی خیانت کی اور اسی حالت میں مر گیا تو خدا اس پر جنت حرام کر دے گا" اسی مرض میں وفات پائی، ساٹھ اور ستر کے درمیان عمر تھی۔

فضل وکمال:

حضرت معقل بڑے صاحب کمال صحابی تھے،ان کے کمال کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں باصرار قبیلہ مزینہ کا عہدہ قضا سپرد فرمایا تھا، بہت سے ایسے مسائل جن کے متعلق کبار صحابہ نے حضور ﷺ سے کوئی فیصلہ نہ سنا تھا، معقل کے علم میں تھے، ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعود سے کسی شخص نے بلا تعین مہر ایک عورت سے شادی کی اور بلا خلوت صحیحہ مر گیا۔ ایسی صورت میں عورت کو ترکہ اور مہر ملے گا یا نہیں، انہوں نے (غالباً قیاس سے) جواب دیا، بلاشبہ اس قسم کی منکوحہ کو اس کے جیسی اوصاف والی عورت کے برابر مہر ملے گا، میراث بھی پائے گی اور عدت بھی پوری کرنی ہوگی، معقل بھی موجود تھے، انہوں نے کہا حضور ﷺ نے یربوع بنت واشق کے بارے میں یہی فیصلہ فرمایا تھا، عبداللہ بن مسعود کو آپ کا یہ فیصلہ معلوم نہ تھا، اس لیے اپنے فیصلہ کے موافقت پر بہت خوش ہوئے۔

ان سے چونتیس حدیثیں مروی ہیں، ان میں ایک متفق علیہ ہے اور ایک میں امام بخاری اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں، ان کے رواۃ کا دائرہ خاصہ وسیع ہے، عمران بن حصین، معاویہ ابن قرہ، علقمہ بن عبداللہ، حکم بن اعرج، عمرو بن میمون، حسن بصری، نافع بن ابی نافع، ابی الملیح، ابن اسامہ، مسلم بن مخراق، عیاض اور ابو خالد وغیرہ نے ان سے روایتیں کی ہیں۔

غیرت وحمیت:

معقل نہایت غیور اور باحمیت آدمی تھے، شادی اور طلاق عربوں میں معمولی بات تھی، مگر ان کی غیرت کو طلاق پسند نہ تھی، اور وہ اسے نہایت مکروہ سمجھتے تھے، انہوں نے ایک شخص کے ساتھ اپنی بہن کی شادی کی، اس نے چند دنوں کے بعد طلاق دے دی اور عدت گزرنے کے بعد پھر نکاح کا پیام دیا، معقل نے کہا میں نے تمہارے ساتھ شادی کر کے تمہاری عزت افزائی کی تھی، تم نے طلاق دے دی اب کبھی تمہارے ساتھ شادی نہ کروں گا ان کے انکار پر یہ حکم نازل ہوا:

(واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن الخ)

"جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو ان کو نہ روکو"۔

اس حکم ربانی کے سامنے غیرت مندی اور خودداری کے تمام جذبات سرد پڑ گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی عذر نہیں اور دوبارہ اس شخص کے ساتھ بہن کی شادی کر دی۔

حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

ذکوان نام، ناجیہ خطاب اور صاحب البدن لقب ہے، نسب نامہ یہ ہے، ناجیہ بن جندب ابن عمیر بن یعمر بن دارم بن عمرو بن واثلہ بن سہم بن مازن بن سلامان بن افصیٰ اسلمی۔

اسلام:

ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہیں بتایا جا سکتا، لیکن حدیبیہ سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے، صلح حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے نگران تھے، مدینہ سے نکلنے کے بعد کچھ دور چل کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قریش نے خالد بن ولید کو روکنے کے لیے بھیجا ہے، آپ لڑنا پسند نہ فرماتے تھے، اس لیے ہمراہیوں سے پوچھا تم میں کون ایسا شخص ہے جو ان لوگوں (قریش) کا راستہ بچا کر ہم کو دوسرے راستہ سے نکال لے جائے، جندب نے عرض کی فدیت بابی و امی یا رسول اللہ! میں یہ خدمت انجام دوں گا، چنانچہ قریش کا راستہ کاٹ کر ایک دوسرے راستہ سے مسلمانوں کو حدیبیہ پہنچا دیا۔

حدیبیہ کے پاس جس میدان میں مسلمان خیمہ زن ہوئے تھے، وہاں پانی نہ تھا، جا بجا خشک گڑھے تھے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانی کی شکایت کی، آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر ناجیہ کو دیا کہ ان کو جا کر خشک گڑھے میں گاڑ

دو، انہوں نے ایک گڑھے کے وسط میں گاڑ دیا، اس کی برکت سے خشک گڑھے میں پانی کا فوارہ ابلنے لگا۔

حدیبیہ کے پاس جب معلوم ہوا کہ قریش مکہ کے داخلہ میں مزاحم ہوں گے، تو ناجیہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اجازت ہو تو میں جانوروں کو حرم میں لے جا کر ذبح کر دوں، فرمایا موجود حالات میں تم کس طرح لے جا سکتے ہو، عرض کی میں ایسے راستہ سے لے جاؤں گا کہ قریش کو پتہ نہ چلے گا، چنانچہ آپ نے جانور ان کے حوالے کر دیئے، انہوں نے حرم لے جا کر ذبح کر دیا۔

عمرۃ القضا میں بھی حضور ﷺ کے قربانی کے جانوروں کو لے جانے اور ان کی نگرانی کی خدمت ان ہی کے سپرد ہوئی، چنانچہ یہ حضور ﷺ سے پہلے چار اسلمی نوجوانوں کو ساتھ لے کر قربانی کے جانوروں کو مکہ لے گئے۔

حجۃ الوداع:

حجۃ الوداع میں بھی ہمرکاب تھے، اس میں بھی حضور ﷺ کے قربانی کے جانوروں کی نگرانی ان ہی کے سپرد تھی۔ اس لیے ان کو "صاحب بدن رسول اللہ" یعنی رسول اللہ ﷺ کے قربانی کے جانور والے کہا جاتا ہے۔

وفات:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

حضرت ہند بن حارثہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

ہند نام، باپ کا نام حارثہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، ہند بن حارثہ بن سعید بن عبد اللہ ابن غیاث بن سعد بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن افصی اسلمی۔

اسلام:

ہند آٹھ بھائی تھے، آٹھوں صلح حدیبیہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور بیعت رضوان کے شرف سے مشرف ہوئے۔ ان میں دو بھائی ہند اور اسماء مستقل طور سے دامن نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہو گئے، شب و روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری اور حاضر باشی کی وجہ سے انہیں آپ کا خادم سمجھا جاتا تھا۔

ہند نہایت مسکین تھے، معاش کا کوئی سہارا نہ تھا، اس لیے اصحاب صفہ کے زمرہ میں شامل ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشورہ کے روزہ کا حکم بنی اسلم میں ان ہی کے ذریعہ بھجوایا تھا۔

وفات:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

تعارف مؤلف

نام: مولانا ڈاکٹر عبد الغنی طارق لُدھیانوی مدظلہ

ولادت: 18-10-1964

مقام ولادت: تلمبہ / میاں چنوں

تعلیم: جامعہ قادریہ رحیم یار خان، جامعہ مخزن العلوم خانپور، جامعہ رشیدیہ ساھیوال
تفسیر، نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

فراغت: جامعہ اشرفیہ لاہور

تدریس: جامعہ قادریہ / جامعہ خدیجۃ الکبریٰ، جامعہ حمیر اللبنات

منصب: مدیر جامعہ حمیرا اللبنات، ورئیس مجلس تحقیقات علمیہ رحیم یار خان

اسفار: مصر، سوڈان، یمن، ابوظہبی، دبئی، ساؤتھ افریقہ، بوٹ سوانہ، بنگلہ دیش، سری لنکا، ترکیا، ازبکستان، بحرین، قطر، کینیا

اسفار حرم: اللہ کے فضل و کرم سے حرمین شریفین کے بے شمار سفر

خلافت:
- حضرت خواجہ عین اللہ المظہری الافغانی القریشی
- حضر حافظ نور محمد ابن محمد یٰسین نقشبندی، انڈیا
- پیر طریقت حضرت مولانا افتخار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ، انڈیا
- حضرت اقدس مولانا محمد یامین قاسمی مدظلہ، انڈیا
- حضرت اقدس مولانا ظریف احمد قاسمی ندوی مدنی مدظلہ، انڈیا

تصانیف: 120 تصانیف وتراجم، خلاصہ القرآن، انوار السنن،
آپ بیتی چہار جلد، بستان السلوک، اصابہ، منتخب کنز العمال
حکم المسح علی الجوربین، فقہی احکام، سیرت صحابہ وسیرت رسول اکرم ﷺ